تذکرہ

ہندو شعرائے بہار

مرتبہ

فصیح الدین بلخی

نیشنل بک سینٹر۔ ڈالٹین گنج پلامو

قیمت چار روپے پچیس نئے پیسے

Marfat.com

Marfat.com

تذکرہ
ہندو شعرائے بہار

جس میں

صوبہ بہار کے متقدمین، متوسطین اور متاخرین یعنی دور حاضر تک
کے فارسی اور ریختہ گو ہندو شعراء کے تذکرے اور کلام بڑی جستجو
سے فراہم کر کے مستند تذکروں کے ضروری حوالوں کیساتھ درج کیے گئے ہیں

مرتبہ
فصیح الدین بلخی

ناشر
نیشنل بک سینٹر۔ ڈالٹین گنج۔ پلامو

باراول

قیمت
چار روپے ۲۵ نئے پیسے

Marfat.com

احوالِ ضروری

سطورِ ذیل میں بجز احوالِ ضروری کچھ بھی نہیں۔ اسلئے کہ نہ تو یہ اس کتاب کا مقدمہ ہے اور نہ صاحبِ کتاب کا تعارف۔ مقدمہ تو مرحوم مؤلف نے تالیفِ کتاب کے بعد ہی سپردِ قلم کر دیا تھا جو اس کتاب کی اہمیت کا ضامن دار ہے۔ رہی بات تعارف کا۔ تو یہ ظاہر ہے کہ تعارف اُسی اہلِ قلم کا ہوتا ہے جو اُس مخصوص فنکار سے بلند پایہ نہ ہو تو ہم پلہ ضرور ہو۔ راقم الحروف اس کا اہل ہی نہیں۔ پھر بھی چند سطور اسلئے سپرِ تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ مرحوم ہستیٔ عظیم رجا دید حسین کے علمی و ادبی کارناموں کا علم و ادب مرہونِ منت ہے اُس کے ذاتی حالات سے اہلِ ذوق پورے طور پر آگاہ نہیں ہو سکے ہیں۔

والد مرحوم حضرت فصیح الدین بلخی کا سنِ ولادت ۱۰ فروری ۱۸۸۵ء اور سنِ وفات ۱۴ مارچ ۱۹۶۲ء ہے۔ اُن کی سوانحِ حیات بہرصورت دلچسپیوں سے بھرپور ہے جو انہیں ایک مہم پسند سیاحِ ممالکِ بیرونی، ایک کامیاب معلم، ایک مقبول افسر، ایک وسیع النظر عالم، ایک بیباک فنکار، ایک حاملِ جستجو محقق، ایک صاف گو ناقد، ایک انصاف پسند مورخ اور ایک فرض شناس انسان ثابت کرتی ہے۔ اُنکی زندگی کے ہر پہلو پر بہر صورت روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں۔ قدرت کو منظور رہا تو انشاء اللہ تعالیٰ اُن کی سوانحِ حیات قارئین کی خدمت میں پیش کروں گا جو ابھی تحریری منازل میں ہے۔ وہ بہت لمبی چوڑی ڈگریاں رکھنے والے فرد تو نہیں تھے لیکن اُن کے سپرد کم و بیش ہمیشہ کام ایسے ہی رہے جن کے لئے عموماً لمبی چوڑی ڈگریوں والے افراد کا انتخاب ہوتا ہے۔ سن ۱۹۰۵ء میں اپنے والد محترم ڈاکٹر غیاث الدین بلخی مرحوم کی اچانک موت کے سبب اپنا تعلیمی سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رکھنے کے باوجود زیادہ عرصہ تک قائم نہ رکھ سکے۔ ویسے ناگوار ماحول میں یہی کیا کم تھا کہ کسی طرح کلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس کا امتحان امتیازی نشان سے پاس کیا۔ سن ۱۹۰۶ء میں منشی فاضل کا امتحان مزید امتیازی نشان سے پاس کرنے کے بعد سن ۱۹۱۱-۱۲ء کے لگ بھگ پونا ملٹری اسکول کرکی میں اردو و فارسی کے معلم کی حیثیت سے اُن کا تقرر ہوا۔ اس ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد سن ۱۹۱۲-۱۳ء کے لگ بھگ فورٹ ولیم (کلکتہ) میں معلمی کی۔ اسی اثنا میں جزیرہ فجی کی سیر کا موقع ملا۔ چنانچہ حکومت فجی کی عدالتِ عالیہ (SUPREME COURT) میں ترجمان کا عہدہ (بعوض مبلغ ایک سو چالیس پونڈ ماہانہ تنخواہ) سنبھالا۔ خرابیٔ صحت کے سبب وہاں سے بھی واپس آ پڑے۔ چنانچہ قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد بہار میں کبھی کوآپریٹو سوسائٹیز کبھی سیٹلمنٹ

Marfat.com

ڈپارٹمنٹ میں کام کرتے رہے۔ پہلی جنگ عظیم میں فوجی ملازمت اختیار کی۔ ۱۹۱۹ء میں
سیریا، مصر، فلسطین، دمشق، بیروت، بیت المقدس اور نہ جانے کہاں کہاں کی سیر کرتے
کے بعد وطن واپس آئے جونپور میں سب ڈپٹی کا عہدہ بھی عطا کیا گیا۔ لیکن ۱۹۲۱ء کی
تحریک عدم تعاون بحکام برطانیہ سے متاثر ہو کر اسے ٹھکرا دیا۔ کئی برسوں تک معاشی بحران میں
مبتلا رہنے کے بعد ۱۹۲۶ء میں ریاست مہارائے گیا میں ریونیو افسر و مجسٹریٹ کے عہدہ پر فائز رہے
۱۹۴۷ء میں یہاں سے اپنی خوشی کے مطابق پنشن یافتہ ہو کر پٹنہ یونیورسٹی میں ناظم
شعبۂ مخطوطات ہوئے جہاں سے ۱۹۶۰ء میں ریٹائر کیا۔ پٹنہ یونیورسٹی کے شعبۂ مخطوطات کو
مرحوم نے کیا دین ہے اسے دنیا اچھی طرح جانتی ہے خصوصی طور پر اس کے موجودہ ناظم
ڈاکٹر خواجہ افضل امام ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی کو تو ان کی اس ضمن کی خدمات کا اچھا خاصہ علم ہے۔

مرحوم کی پہلی کتاب تاریخ مگدھ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے ۱۹۴۳ء میں شائع
ہو کر مقبول عام ہوئی دوسری کتاب تذکرہ بعنوان ہند ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی شاد عظیم آبادی
کی شاعری سے متعلق ان کا کتابچہ انشاد شاد بہت پہلے شائع ہو کر ان کی ناقدانہ صلاحیت کو طشت از بام کر چکا تھا۔

مرحوم کی غیر مطبوعہ کتابیں کئی ہیں (مثلاً دبستان سخن صوبہ بہار کے تاریخی مقالات کے کتبوں کا مجموعہ
آثار بلخیہ، تحریک وہابیہ اور بہار، مقالات فصیح، ہندو شعرائے بہار وغیرہ)۔

پیش نظر کتاب تذکرہ ہندو شعرائے بہار دراصل مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات و
تالیفات کے سلسلۂ طباعت کی پہلی کڑی ہے۔ میں اس کی اشاعت کے لئے ناشر کتاب کا حد درجہ
شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کسمپرسی کے دور میں بھی جرأت رندانہ سے کام لیا ہے بلکہ یہ بھی عہد کیا
ہے کہ تحریک وہابیہ اور بہار مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات کے سلسلۂ طباعت و اشاعت کی
دوسری کڑی ہو گی۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے آمین!

میں اپنے محترم بزرگ پروفیسر عسکری، اپنے بزرگ دوست جناب تجور شمسی اپنے شاگرد
کے۔ شہرما اور اپنے ہم پیشہ عزیز پروفیسر نجیب رآبی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے ازراہ خلوص
ہر ممکن صورت اس گذشتہ آلام و مصائب کے ساتھ ہمدردانہ رویہ برت کر اس نیک
کام کی تکمیل میں خلوص و محبت اور تعاون سے کام لیا۔

آخر میں اس روح مقدس کو اپنے جذبہ احترام کے پھول پیش کرتا ہوں جس کے کارنامے
کی دنیائے علم و دانش اور خصوصی طور پر اردو زبان و ادب رہین منت ہے۔

نیازکیش فصیح
خادم بلخی

محلہ ڈاکٹر ڈالٹین گنج (پلاموں)،
۱۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء

Marfat.com



Marfat.com

مقدمہ

آئینہ کیوں نہ دیں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
(غالب)

صوبہ بہار کی سرزمین جس کا قدیمی نام مگدھ ہے مذہبی، سیاسی، علمی اور ادبی حیثیتوں سے ہمارے ہندوستان کی تاریخ میں نہایت اہم اور ممتاز ہے۔ دنیا کے دو بڑے مذاہب یعنی بودھ دھرم اور جین دھرم کا ایجاد اور نشو و نما اسی زمین میں ہوا اور راجا چندر گپت اور راجا اشوک کے عہد میں پاٹلی پتر جو بعد میں پٹنہ اور عظیم آباد کے نام سے موسوم ہوا ایسی وسیع مملکت کا دارالحکومت تھا جس کے حدود ملک ایران کی مشرقی سرحد تک پھیلے ہوئے تھے۔

چندر گپت کے زمانہ میں کوتلیا (چانکیا) ایک بڑا مقنن اور مدبر گذرا ہے جس کو ہندوستان کا ارسطو کہا جاتا ہے اس کی مشہور تصنیف ارتھ شاستر موریا خاندان کے راجاؤں کا دستور العمل رہی اور آج تک مورخ اس کو بڑی اہم کتاب جانتے ہیں۔

پاٹلی پتر کا ایک باشندہ پانینی جس کو دو ہزار برس سے زیادہ گذرے زبان کے اصول و قواعد منضبط کرنے کا موجد سمجھا جاتا ہے اور اس کی کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے دنیا میں پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

اسی طرح اس ملک کے مشہور مہندس و منجم آریہ بھٹ (۴۷۶ء تا ۵۲۳ء) نے بیس برس کی عمر میں اسی پاٹلی پتر میں علم ہیئت و نجوم پر ایک کتاب تصنیف کی جو آج تک قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

پاٹلی پتر کے راجاؤں میں سمدر گپت (۳۳۰ء تا ۳۸۰ء) فن سپہ گری کے علاوہ شاعری اور موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ اس کے سکوں پر

بین بجاتے ہوئے اس کی تصویر پائی جاتی ہے اور اس نے اپنی شوکت و عظمت کا حال سنسکرت میں نظم کر کے اشوک کے سنگین پائے پر کندہ کرایا تھا جو قلعہ الہ آباد کے اندر پایا گیا ہے۔

۴۲۷ء کے قریب قصبہ بہار سے پانچ کوس دکھن نالندہ کی مشہور دانش گاہ قائم ہوئی جو ہندوستان سے چین تک علم کا مرکز تھی یہ اہل وطن کے علمی ذوق کا سب سے بڑا اور نمایاں ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ چین کے جاتریوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہاں ہزاروں اہل علم موجود تھے ان میں متعدد مصنفین بھی تھے جن کی تصنیفیں اس ملک کے علاوہ تبت، چین، اور ملایا تک مشہور تھیں۔ آج بھی پٹنہ میں کتب خانہ مشرقیہ (خدا بخش لائبریری) کا مخطوطات کا ایسا ذخیرہ ہے جو دنیا کے نادر کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اہل بہار کے علمی ذوق کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔

ارباب علم کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ہر ایک زبان کے ادبی سرمایہ سے تمتع حاصل کریں۔ البیرونی نے ہندوستان آکر برہمنوں سے سنسکرت سیکھی اور اس ملک کے حالات اور ہندوؤں کے طرزِ معاشرت کی جو کیفیت لکھی ہے نہایت اہم ہے۔ تاریخوں کے مطابق سلطان سکندر لودی کے عہد (۸۹۵ھ تا ۹۱۲ھ) میں ہندوؤں نے فارسی پڑھنا شروع کیا لیکن اس وقت ان کی فارسی دانی دیوان خانوں اور دفتروں کی نوشت و خواند تک محدود تھی اس کے بعد اکبر کے عہد (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۴ھ) میں راجا ٹوڈرمل نوشت و خواند میں بے تکلف فارسی استعمال کرتے تھے اور راجا مان سنگھ نے صوبہ بہار کی حکومت کے زمانہ میں حاجی پور میں ایک فرمان جاری کیا تھا جس کی نقل راقم

کے پاس موجود ہے اس میں ایک جانب فارسی عبارت ہے اور دوسری جانب وہی مضمون فارسی آمیز ہندی میں ہے۔ لیکن اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اکبر کے عہد میں کرشن داس بہاری ایک بڑے ذی علم برہمن تھے جنہوں نے بادشاہ کے ایما سے سنسکرت زبان میں فارسی سیکھنے کی ایک کتاب پارسک پرکاش نامی لکھی جس میں انہوں نے اپنے اشلوک میں بے تکلف عربی اور فارسی کے الفاظ استعمال کئے ہیں یہ کتاب پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں موجود ہے۔

گیارہویں صدی ہجری سے فارسی کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہندو شعرا مسلمانوں کے ہم پہلو ہو گئے تھے۔ چندر بھان برہمن کا دیوان اور اس کے مکتوبات اس بات کی کھلی دلیلیں ہیں۔ خاص صوبہ بہار میں نندلال گویا اجاگر چند الفت وغیرہ وغیرہ کئی نامور فارسی گو شعرا گزرے ہیں اور ان کے بعد راجا پیارے لال الفتی ایسے نامور شاعر تھے کہ اس دیار میں اکثر و بیشتر فارسی گو شعرا انہیں کے شاگرد تھے۔ بارہویں صدی ہجری میں جب فارسی کی جگہ اردو نے لے لی تو صوبہ بہار کے ہندوؤں نے اردو ہی میں سخن طرازی اختیار کی اور ہندو شعرا اور رؤسا اپنے دولت کدوں میں دھوم دھام سے مشاعرے منعقد کرتے تھے ان میں رائے بیجناتھ پرشاد غنیمت اور کنور اندر کھراج بہادر رتمنی خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

پیش نظر تذکرہ میں ۱۲۵ ہندو شعرائے بہار کے حالات اور نمونہ کلام پیش کئے جاتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہندو شعرائے بہار کی تعداد اتنی قدر ہے۔ افسوس ہے کہ تلاش و جستجو کے باوجود بہت سے شعرا کے حالات اس قدر نہ مل سکے کہ اس تذکرہ میں درج کئے جا سکیں بعض پر گو اور صاحب دیوان

ہندو شعرا کے کلام دستیاب نہ ہوئے۔ غرض جس قدر حالات میں جمع ہوسکے اسی پر اکتفا کی گئی ان شعرا کو تین ادوار میں تقسیم کر دینا مناسب معلوم ہوا۔ دورِ متقدمین میں وہ شعرا ہیں جو تخمیناً ۱۲۰۰ھ تک سخن طرازی کرتے تھے۔ دورِ متوسطین میں وہ شعرا ہیں جو تقریباً ۱۲۰۱ھ سے ۱۳۰۰ھ کے درمیان مشقِ سخن کرتے تھے اور دورِ متاخرین میں وہ شعرا ہیں جنہوں نے ۱۳۰۱ھ سے اس تذکرہ کی ترتیب کے وقت تک یعنی ۱۳۸۰ھ تک شعر و سخن کا بازار گرم رکھا ہے یہ ہندو شعرائے بہار کا پہلا تذکرہ ہے اور اس سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ صوبہ بہار میں فارسی اور اردو زبان و شاعری کے رواج و ترقی میں ہندوؤں نے کس کشادہ دلی سے حصہ لیا ہے اور اب تک لے رہے ہیں۔

محو کیا نقشِ محبت ہو کہ اربابِ وفا
جتنے مٹتے گئے اتنے ہی نمودار ہوئے
(راسخ عظیم آبادی)

راقم

فصیح الدین بلخی

محلہ گذری پٹنہ سیٹی ۸
۳۱ جولائی ۱۹۶۱ء

فہرست

Marfat.com

متقدمین ہندو شعرائے بہار

سنہ ۱۲۰۰ھ تک

(۱) **گویاؔ** تخلص اور نند لال نام۔ ہندو شعراء میں ان سے بہتر صوفی منش فارسی گو شاعر کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اسپرنگر کے کیٹلاگ میں بھی گویاؔ کا مختصر ذکر ہے۔ سکھوں کے دسویں گرو گرو گوبند سنگھ کے رفیق و ہمدم تھے۔ عرصہ تک عظیم آباد اور ترہت میں رہے۔ گرو گوبند سنگھ سنہ ۱۶۶۶ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے تھے اور انہی کے سبب سے پٹنہ میں ہرمندر سکھوں کی مقدس و مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔ نند لال گویا کے کچھ حالات پنجابی زبان میں کتابی صورت میں طبع ہوئے تھے۔ غالباً امرت سر میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ گویا کا دیوان نایاب تھا لیکن حسنِ اتفاق سے ایک دوست نے مجھے لا کر دیا۔ اس کے آخر میں کاتب نے گویا کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں وہ اس جگہ بجنسہٖ نقل کیے جاتے ہیں۔

"مخفی نماند کہ دیوان ہذا از نند لعل متخلص بہ گویا مذہبِ نانک شاہی یعنی نانک شاہی است و دریں مقام قصبۂ مظفر پور از یں مجبور جناب مستطاب قبلۂ عالم و عالمیاں راجہ رایان کالکا سہائے ترائندر بہادر دام اجلالکم و افضالکم کہ خاکسار یکے از ادنیٰ ترین

شاگردان خط فردسی یعنی این خط شفیعا جناب موصوف است
ذکر این دیوان آمده. آخرش روزے بمقام بگھرہ حین درستگی ذخیرہ
کتب ہاے این اوراق چند از نظر این عقیدت مند گذشت و بخاطر
پیوست کہ صاف شود و مرضی مبارک ہم جناب ممدوح برہمیں
امر مستحکم آمد چنانچہ حسب الامر جناب قبلہ معظم الیشان این ہیچمداں
در روزے چند قلمبند گردانید و بتاریخ ہفتدہم ساون سمبت ۱۹۱۸
موافق ہشتم ماہ اگست سنہ ۱۸۶۱ عیسوی مطابق ۲۹ شہر محرم الحرام
افاضت برکاتہ الی الایام بروز پنجشنبہ صورت اختتام پذیرفت
اگرچہ چنانکہ خواست آنچناں راست نہ آمد. بہر کیف از عدم صورت
وجود بست انشاء اللہ تعالی اگر زندگی باقیست تا بار دیگر بوجہ
احسن و تمم پذیر خواہد شد مضمون این دیوان آں ماند کہ ہمچناں مثل گویا
جو یا باشد. تعریف و توصیف مضامین این دیوان بچہ طرز سبحان اللہ
چہ باید گفت. انچہ از زبان مبارک جناب قبلہ ممدوح مسموع شدہ بود
ازاں بالمضاعف یافت کہ این مضمون عارفانہ است ہر کہ ومہ
بدماغ این رسیدن نمی تواند واہ گروجی سخن بادشاہ، و در تمامی
این دیوان یک رباعی طبع زاد جناب سید تراب علی صاحب قبلہ
دام فیضہ کہ بحق این چنیں مرد مسلمان کہ ایمانش بہمہ وجوہ از
اکل حلال و صدق مقال مسلم باشد دیگر ندیدم و ممدوح الیہ متوطن
بگھرہ اند و از ماہنوداں بسیار ربط دارند مندرج بود بنابر خواست
کہ رباعی مذکور ہم کہ یادگار آں بزرگوار است در ذیل ثبت باشد

چنانچہ در ورق نظم بندی شود۔ الٰہی توفیقِ حق پرستی رفیق باد۔"

افسوس ہے کہ وہ ورق جس پر سید تراب علی صاحب کی رباعی لکھی غائب ہے اور دیوان کا اول ورق بھی غائب ہے جس سے پہلی غزل ناتمام رہگئی ہے لیکن باقی دیوان مکمل اور نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔

ذیل میں دیوان سے بلا انتخاب کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ سارا دیوان عارفانہ کلام سے مملو نظر آتا ہے اور اشعار کی زبان بھی ایسی سلیس ہے کہ حافظ شیرازی کی تقلید معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو

کسے بحالِ غریبان نارسا نرسد | رسیدہ ایم بجائے کہ پا رسا نرسد
ہزار خلدِ برین را بہ نیم جو نخرند | ازاں کہ ہیچ بداں کوئے دلربا نرسد
طبیب عشق چنیں گفتہ است دمی گوید | بحالِ دردِ غریباں بجز خدا نرسد
فدائے خاک ورش می شود ازاں گویا | کہ ہر کہ خاک نگردد بمدعا نرسد

درونِ مردمکِ دیدہ دلربا دیدم | بہر طرف کہ نظر کردم آشنا دیدم
بگردِ کعبہ و بتخانہ ہر دو گردیدم | دگر نیافتم آنجا ہمیں ترا دیدم
بہ ہر سوئے کہ نظر کردم از رہِ تحقیق | بسانِ خانہ دل خانۂ خدا دیدم
گدائیِ سرِ کوئے تو بہ ز سلطانی ست | خلافتِ دو جہاں ترکِ مدعا دیدم
مرا ز روزِ ازل آمد ایں ندا گویا | کہ انتہائے جہاں را ابتدا دیدم

از دوست غیرِ دوست تمنا نمی کنیم | با دردِ ہجر خوشیم و مداوا نمی کنیم
با یار ہمدمیم و نہ بینیم غیرِ او | ما آرزوئے خضر و مسیحا نمی کنیم
بیمارِ نرگسیم کہ نرگس غلامِ دوست | ما چشم را بروئے کسے وا نمی کنیم
ہر جا کہ دیدہ ایم جمالِ تو دیدہ ایم | ما جز جمالِ دوست تماشا نمی کنیم

پروانہ وار گردِ رخِ شمع جاں دہیم ‏ ‏ چوں عندلیب بیہودہ غوغائی کنیم

گویا خموش باش کہ سودائے عشقِ یار ‏ ‏ تا ایں سراست از سرِ خود وا نمی کنیم

(۲) **الفت** تخلص اور اجاگر چند نام۔ عظیم آباد کے متقدمین ہندو شعرا میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے شاعری کے علاوہ انشاپردازی میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آغا حسین عاشق مولف تذکرہ نشترِ عشق' بندرابن خوشگو مولف سفینۂ خوشگوار، ڈاکٹر عبداللہ مصنف 'ادبیات فارسی میں ہندوں کا حصہ' اور مولوی عزیز الدین بلخی مولف تاریخ شعرائے بہار نے ان کا ذکر کیا ہے اور پروفیسر سید حسن عسکری صاحب نے رسالہ معاصر نمبر ۳ بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں الفت پر ایک مقالہ شایع کیا ہے جس کو انہوں نے "انشائے غریب" کا نادر نسخہ دستیاب کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اس مقالہ کی بدولت الفت کی ایک اردو غزل اول اول منظرِ عام پر آگئی۔ اس میں عسکری صاحب نے الفت کے ایک خط مورخہ ۲۵ شعبان ۱۱۴۲ھ بنام نواب فخر الدولہ صوبہ دار بہار کا بھی ذکر کیا ہے۔ فخر الدولہ سلطنت مغلیہ کے مقرر کئے ہوئے آخری صوبہ دار بہار تھے ان کے برطرف ہونے پر صوبہ بہار کی حکومت ناظم بنگالہ شجاع الدین محمد خاں کے سپرد ہوئی اس لئے یہ خط بھی تاریخی اہمیت سے خالی نہیں۔

عسکری صاحب نے ریختہ میں الفت کے پندرہ اشعار نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ کتابت کی خرابی کے سبب بعض الفاظ صحیح طور پر پڑھے نہ گئے۔ ڈاکٹر اختر اورینوی نے انہیں اشعار سے آٹھ شعر اپنے ڈی لٹ کے تھیسس میں نقل کئے ہیں عسکری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولف تاریخ

شعرائے بہار کا یہ بیان صحیح نہیں کہ اجاگر چند پہلے غربت تخلص کرتے تھے دام الفت میں گرفتار ہو کر الفت تخلص اختیار کیا۔ عسکری صاحب نے ان کا تخلص غریب بتایا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی ہے غالباً انہوں نے ریختہ کی غزل کا آخری شعر:-

یارب غریب ملک معانی کو رہنما　　شکل مہیب و صورت زیبا میں کام کیا

دیکھ کر ایسا قیاس کیا تھا راقم کو خیال ہوا کہ انشائے غریب در دیوان الفت کو بغور دیکھ کر تخلص کی توثیق کی جائے۔ انشائے غریب کا واحد نسخہ جس میں دیوان الفت بھی شامل ہے۔ کے پی جیسوال ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی ملک ہے راقم نے اس کو دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اس میں ریختہ کے پندرہ اشعار اور فخر الدولہ کے نام الفت کے خط کا کہیں پتا نہیں۔ میں نے عسکری صاحب سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اشعار اور خط اب اس نسخہ میں موجود نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نسخہ فروخت ہونے کے لئے آیا تھا یہ دونوں چیزیں موجود تھیں اور میں نے نقل کر لی تھیں لیکن بعد میں یا تو فروخت کرنے والے نے وہ اوراق نکال لئے یا جلد سازی کے وقت وہ اوراق خستہ حال اور بیکار سمجھ کر ضائع کر دیے گئے۔

بہرکیف اس نسخہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تخلص کی نسبت عسکری صاحب کا قیاس صحیح تھا۔ الفت نے کسی وقت میں غریب تخلص کیا تھا۔ دو مقطعوں میں لفظ غریب الفت کے ساتھ آیا ہے اسلئے غریب تخلص کرنا صریحاً ثابت نہیں ہوتا جیسے

.... کہ حال پرسیدہ دل غریب الفت　　.... نم یا بہ انبار

(ورق پھٹا ہوا ہے اور الفاظ غائب ہیں ان کی جگہ نقطے دیدے گئے)

مدار شیوہ نمودیم آہ یار بگفت

غریب الفت ما خیر خواہ ہر فن بود

لیکن ایک خط کے ساتھ غزل اصلاح کے لئے بھیجی ہے اس کے مقطع میں غریب ہی تخلص کیا ہے اور انشائے غریب الفت صـ۴۹ میں ایک نظم ہے جس کے آخری شعر میں "غریب" بطور تخلص کہا ہے۔ یہ دونوں شعر ملاحظہ ہوں۔

ہمنشینے نیست بہتر از کتاب	در میان خلوتِ دلہا غریب
اماں از کارِ این غولاں نجوی	غریب از کار زاینہا چند گوئی

راقم کا خیال ہے کہ مولف تاریخ شعرائے بہار نے جس تذکرہ کو دیکھکر تخلص بجائے غریب کے غربت قیاس کیا اس میں لفظ غریب کے آخری دو حروف کے نقطے نہ ہوں گے۔ دونوں لفظوں میں تجنیس خطی ہے نقطہ نہ ہونے کی صورت میں غریب اور غربت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

راقم نے انشائے غریب اور دیوان الفت بہ نظر تحقیق دیکھا ہے اسلئے ان کی کیفیت مختصر طور پر عرض کرنا فایدے سے خالی نہ ہوگا۔

دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں مجلد ہیں جس کی تقطیع ۸ انچ × ۵ انچ ہے کاغذ دیسی اردلی ہے۔ انشا کی کتاب کے متعدد اوراق غایب ہیں اور دیوان کا بیشتر حصہ آتش زدہ ہے بعض جلے ہوئے اوراق پر دوسرا کاغذ چسپاں کردیا گیا ہے جس سے بہت سے مصرعے ناقص رہ گئے ہیں اس کے علاوہ کاتب نے بھی بعض غزلیں ناتمام چھوڑ دی ہیں اس مجموعہ میں اول رقعات ہیں اور اسکے بعد میں دیوان ہے۔ کتاب نستعلیق میں لکھی گئی ہے لیکن بعض جگہ شکست

کی سی کیفیت ہے۔ رقعات کی ترتیب مصنف نے اس طور پر کی ہے۔

(۱) قسم نخستین مشتمل بر عرائض مرسول بخدمت امرایان و بزرگان فیاض زماں

(اول ورق سے ۲۹ ورق تک)

(۲) قسم دویم لحق ملاطفات شوق آیات مرقومہ بمخلصان یک دل و یکجان

(.... ورق ۳۰ سے ۵۲ تک)

(۳) قسم سویم بمتفرقات مثل توصیف ہولی و مبارکباد شادی عید و میمنان خیرہ

(ورق ۵۳ سے ۵۹ تک)

ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے

لے پر گہر ز نام تو درج مقالہا سرشار نطق از مئے حمدت پیالہا

دوسرے ورق پر یہ عبارت ہے۔ "این نامہ نامی موسوم بانشاے الفت غریب نمودہ شد" انسٹھویں ورق پر کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے۔

تمامی نسخہ انشاے غریب تصنیف منشی اجاگر چند صاحب کایستھ ماتھر سوکلی (؟) بیکنٹھ باشی بدست خام بندہ گمنام نقیر حقیر ہیرا لعل بکے از طلبہ جناب قبلہ وکعبہ جناب راجہ پیارے لعل صاحب مدظلہ العالی بتاریخ بست ویکم شہر ربیع الاول ۱۲۷۰ھ ہجری تمام شد۔

اس کے بعد پھر رقعات کا سلسلہ شروع ہوا ہے جو صفحہ ۸۸ پر ختم ہوا ہے۔ پہلا ورق غایب ہے اسلئے مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہوسکا جو رقعہ مندرج ہے اس شعر سے شروع ہوا ہے۔

بہ ملاحی ماجی فتنہ قامت نمک پروردۂ شور قیامت

چند سطروں کے بعد راجا رام نراین کی کشتی کی تعریف میں لکھا ہے

مضمون ہے اس کے بعد نواب شوکت جنگ پسر صولت جنگ (حاکم پورنیہ) کے گھوڑے کی تعریف ہے۔ رقعات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفت کے تعلقات بہت وسیع تھے تمام مکتوبات امرا، حکام، مشاہیر شعرا، ادبا اور ممتاز اشخاص کے نام ہیں جن کی تاریخی، سیاسی، ادبی اور سماجی اہمیت مسلم ہے۔ رقعات کی تعداد ۱۴۰ ہے جن میں مبارک باد سکہ سال ہشتم جلوس محمد شاہ بادشاہ غازی حسب الایما راجا رام نراین لکھی ہے (سال ہشتم ۱۱۶۳ھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت الفت ایک مشاق انشا پرداز تھے) رقعات جو مختلف اشخاص کے نام ہیں ان میں دس رقعے بنام راجا رام نراین، پچیس بنام بلاس راے رنگین، تین بنام لالہ بندرابن خوشگو شاگرد سراج الدین علی خان آرزو ایک بنام افصح الشعرا میر محمد علیم تحقیق، دو بنام میر محمد حسین خلف میر محمد علیم تحقیق، ایک بنام راجا کیرت سنگھ، دو بنام راے اودے چند دیوان نواب سراج الدولہ، ایک از زبان مولوی محمد حسن بنام نواب ہیبت جنگ، ایک بنام راے بالمکند و (وہ راجا کیرت سنگھ، ایک بنام شیخ علی حزیں، ایک بنام میر اشرف ایک بنام راجا دھیرج نراین، دو بنام لالہ مول راج عزت (کہ بہ تقریب گیا از شاہجہاں آباد رسید) ان کے علاوہ اور خطوط بھی معزز اور سربرآوردہ اشخاص کے نام ہیں محض طوالت کے خوف سے اس جگہ ان کا ذکر نہ کیا گیا۔

الفت نے اپنے استاد تحقیق کی وفات پر جو قطعہ تاریخ لکھا تھا اور سفینۂ خوشگو میں درج کرنے کے لئے بندرابن خوشگو کو بھیجا تھا اس کا ذکر ایک خط میں موجود ہے جو بجنسہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

"بخدمت نخل بند بوستانِ نکتہ دانی چشم و چراغ معانی میر محمد حسین صاحب خلف الصدق قبلہ ارباب تدقیق میر محمد علیم صاحب تحقیق ابلاغ یافت"۔

" میر صاحب قدر دان رسوخیت کیشان سلامت"۔

" اشعار انتخابی دیوان میر صاحب و قبلہ رحمت اللہ خدمتگار سرکار رسانید انشاء اللہ تعالیٰ لالہ خوشگو صاحب سلمہ المنان داخل تذکرۃ الشعرا نمایند و احوال ہم حسب الارقام عالی بشرح و بسط قلمی می فرمایند قطعہ تاریخ وصال میر صاحب مغفور کہ طرح کردہ احقر بود ارسال بسامی خدمت نمود از نظر معالی منظر خواہد گزشت"

آں میرِ علیم رمزِ معنی جا کرد — در خلوتِ عرش فوقِ چرخ ازرق
افتاد ستونِ کاخ فطرت افسوس — شد گلشن تحقیق خرد بے رونق
در ماتم او کرد سخن جامہ سیاہ — چوں گریہ نمود خامہ از دیدۂ شق
در خون جگر دلِ سیہ پوش زِ غم — زد غوطہ چو داغِ لالہ در رنگِ شفق
تاریخ وفات او بالفت ہاتف — فرمود کہ تحقیق شدہ واصلِ حق

۱۱۷۱ھ

قطعہ کے دوسرے شعر میں فطرت سے مرزا معز موسوی فطرت مراد ہیں جو تحقیق کے استاد اور مشہور و معروف اہل زبان شاعر و استاد فن تھے گیارہویں صدی ہجری کے اخیر میں اورنگ زیب نے ان کو عظیم آباد کا شاہی دیوان مقرر کیا تھا۔

دیوان الفت

دیوان الفت ۱۳۸ صفحوں پر خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ بہت سی غزلیں کاتب نے ناتمام چھوڑ دی ہیں اور اکثر اوراق آتش زدہ ہیں۔ اول صفحہ پہ یہ عبارت ہے۔

"دیوان منشی اجاگر چند بکنیٹھ باشی متخلص بہ الفت ابن لالہ مہابلی سرگ باشی جد مادری راجا پیارے لعل الفتی تخلص مدظلہ العالی"

قبل میں مذکور ہو چکا ہے کہ ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام ہیرا لعل بتایا ہے، الفتی کے بیٹے کنور ہیرا لعل رقمیر اُٹھے غالباً وہی اس مجموعہ کے کاتب ہیں۔

نمونہ کلام

الفت نے جو غزل شیخ علی حزیں کے پاس اصلاح کے لیے بھیجی تھی اسی کو بطور نمونہ کلام پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس میں حزیں کی شاگردی کا بھی اعتراف ہے۔

من از دردِ جدائی خاطر اندوہگیں دارم
کہ دشمن زیر بغل ہمچو دل خود در کمیں دارم

تسلسل تا ابد تار سر شکم را شود لازم
نظر از بسکہ بر زنجیر زلف عنبریں دارم

بجائے نالہ ام در سینہ سرو نازی روید
زبس در دل خیال قامت آں نازنیں دارم

بخاک افتادہ چوں من زعالم برنمی خیزد
بسان نقش پا در کوئے او سر بر زمیں دارم

دلم از بستگی ہا نقد ہمت در گرہ دارد
نہ ہیچو کاکل او عقدہ در خاطر کمیں دارم

بہ ہفت اقلیم گردد نام کفر عشق او روشن
کہ اسم آں صنم نام خدا نقش نگیں دارم

مدام آزردن کشش صیاد من آساں نمی باشد
دل دیوانہ آں چشم وحشت آفریں دارم

مبادا سیل اشک دیدہ از سر بگزرد یارب ‏ ‏ ‏ زراہِ کوچہ آں شوخ گرنے رحبیں دارم
بنوکِ غمزہ تا نگہ نگاہے گشتہ مہمانم ‏ ‏ ‏ چہ سازم نذر او بادشہ دل ایں ندیں دارم
ز سوز گریہ ہجراں رخسار رخش چہ می پرسی ‏ ‏ ‏ صد آتش پارہ لخت جگر در آستیں دارم
ترا از نکتہ ہائے آبدار ز خامہ الفت ‏ ‏ ‏ کہ بہ اعانت نظر بہ فیض استاد حزیں دارم

نمونہ کلام ریختہ

ریختہ میں الفت کی ایک غزل دستیاب ہوئی ہے جس کو عسکری صاحب نے اپنے مقالہ میں درج کیا تھا وہی اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

خلوت نشینِ غم کو تماشا سیں کام کیا ‏ ‏ ‏ مخمورِ جامِ عشق کو صہبا سیں کام کیا
دیوانۂ محبت بے اختیار کون ‏ ‏ ‏ تکلیف جالِ محبت دانا سیں کام کیا
مستِ مئے الست کہ ہے تشنۂ دگر ‏ ‏ ‏ جامِ شرابِ کہنہ و مینا سیں کام کیا
آباد باد ملکِ قناعت و مردمی ‏ ‏ ‏ ویرانۂ خرابیٔ دنیا سیں کام کیا
جس کو ہے زورِ ہمت بازوئے مردمی ‏ ‏ ‏ [illegible] و خانۂ بابا سیں کام کیا
آزاد کہ ہے قفلِ خموشی بہ [illegible] لب ‏ ‏ ‏ [illegible] گویا [illegible] کام کیا
صاحب سخن سوں صحبت باطل ... ‏ ‏ ‏ ... [illegible] سیں کام کیا
پروردہ [illegible] محبت کو روزِ حشر ‏ ‏ ‏ [illegible] وعذاب [illegible] سیں کام کیا
جس کو ہے داغ [illegible] آتش تمامِ دل ‏ ‏ ‏ [illegible] تفریحِ لالہ سیں کام کیا
لیتا متاعِ دل کو کھرا اعتبار سوں ‏ ‏ ‏ سودائے عشق [illegible] سیں کام کیا
جس کو [illegible] دل ہے ‏ ‏ ‏ نازِ طبیب [illegible] دوا سیں کام کیا
ترک جو [illegible] محبت کا ابتدا ‏ ‏ ‏ [illegible] صحبت ملا سیں کام کیا
جائے کہ بوریا نشیناں قدم نہند ‏ ‏ ‏ فرشِ سمور و بسترِ دیبا سیں کام کیا
حاکم [illegible] ... شاہِ ملکِ دل ‏ ‏ ‏ ملکِ شہِ سکندر و دارا سیں کام کیا

یا رب غریب ملک معانی کو رہ نما   شکل مہیب صورت یا سین کام کیا

انشائے غریب اور دیوان الفت میں دو ایسی چیزیں بھی پائی گئیں جن کو بظاہر الفت سے کوئی تعلق نہیں انشائے غریب کے صفحہ اول پر مرزا جلال الدین محمد کی لکھی ہوئی ایک رسید مبلغ پچاس روپیہ کی ایک انگریز حاکم کے نام سے ہے جس میں ۱۴ر جنوری ۱۸۲۰ء تاریخ بھی درج ہے اور دیوان کے ایک صفحہ پر مسمی وزت رنعتی شاگرد الفتی کا کہا ہوا ایک قطعہ تاریخ ہے اس کی کیفیت رنعتی کے حالات میں درج کی جائیگی۔

(۳) **موزوں** مہاراجا رام نرائن نائب ناظم صوبہ بہار۔ فارسی کے صاحب دیوان اور خوشگو شاعر تھے۔ شیخ علی حزیں (متوفی ۱۱۸۰ھ) کے شاگردوں میں تھے۔ موزوں کا مطبوعہ دیوان جو ۳۸۴ صفحوں کو محیط ہے راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے خطوط کا ایک مجموعہ موسوم بہ دستور الانشا بھی ان کے وارث رائے متھرا پرشاد صاحب کے پاس ہے جس میں سیکڑوں مکتوبات ہیں جو اس عہد کے سیاسی اور سماجی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں یہ بھی راقم کی نظر سے گزر چکا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر ہے۔ ان کی سیاسی زندگی اور عہد حکومت کو صوبہ بہار کے تاریخی اور انقلابی دور سے تعلق ہے اسلئے صوبہ بہار کی تمام تاریخوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ تمام حالات اور واقعات کو اس جگہ درج کرنے کی گنجائش نہیں اسلئے ضروری حالات مختصراً لکھے جاتے ہیں۔

ان کے والد دیوان رنگ لال کائستھ سری باستو ساکن موضع کشن پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار، نواب علی وردی خاں مہابت جنگ

ناظم بنگال، بہار و اڑیسہ کے معتمد دیوان تھے۔ لالہ جانکی رام نائب صوبہ بہار کے مرنے پر ۱۷۵۲ء میں مہابت جنگ نے راجا رام نرائن کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔ مہابت جنگ اور سراج الدولہ کے عہد تک انھوں نے صوبہ داری کا انتظام وفاداری کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد میر جعفر کی نظامت کے دور میں انھوں نے زمانہ سازی اور ظاہرداری سے کام لیا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ عالی گوہر جو بعد کو شاہ عالم ثانی کے لقب سے بادشاہ ہوا، بہار و بنگالہ پر قبضہ کرنے کے قصد سے صوبہ بہار چلا آیا۔ شہر میں اس کی آن بان اور شان و شوکت کا شہرہ تھا اور میر جعفر اور انگریزوں کے ارادہ کا حال معلوم نہ تھا۔ رام نراین نے مرعوب ہو کر اپنے مصاحب محمد شاکر کی معرفت ایک سو ایک اشرفی مع عرض داشت شاہزادہ کے پاس بھیجی اور حاضری کا قصد کیا اور محمد قلی خاں کو اپنا طرفدار بنا کر شاہزادہ کے پاس حاضر ہوا اس وقت غلام حسین خاں (مولف سیر المتاخرین) نے متنبہ کیا کہ رام نراین عیار ہے اس کو ساتھ لے کر فوراً شہر پر قبضہ کر لینا چاہیئے لیکن ان کے والد نواب ہدایت علی خاں نے کہا کہ شاہان مغلیہ نے کبھی کسی کے ساتھ دغا نہیں کی ہے اور محمد قلی خاں کو یہ زعم تھا کہ ان کی تلوار کے آگے کسی کی عیاری کیا چلے گی۔ شاہزادہ کھیلواری کے قریب خیمہ زن ہوا تھا اسی جگہ راجا رام نراین بھی حاضر ہوا۔ رسوم دربار کے مطابق وہ آداب و کورنشات بجا لانے پڑے جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ رنگ فق چہرہ اداس، لب خشک حیران رہ گیا۔ نذر کی اشرفیاں پیش کر کے خلعت زر بفت و جیغہ مرصع کلغی جو شاہزادوں کے لئے مخصوص تھا) حاصل کیا لیکن شاہزادہ کے ساز و سامان کو اپنے گمان سے کم دیکھ کر

دل میں پشیمان ہوا اور کھانے کا حیلہ کرکے گھر واپس آیا۔ کچھ دنوں کے بعد ہی شاہزادہ نے قلعہ عظیم آباد کے قریب آکر قیام کیا۔ اس وقت تک رام نراین ظاہرا مدارات کرتا رہا۔ میر جعفر کو خبر پہونچی تو اول شاہزادہ کو کچھ روپے دیکر جنگ سے باز رکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا سامان نہ ہو سکا تو کلایو کے مشورہ سے کرنل کیلاڈ اور میرن کو فوج لیکر روانہ کیا۔ اس کی خبر پاتے ہی رام نراین نے تیور بدل دئے۔ محمد قلی خاں کے عملوں کو جو صوبہ کا حساب دیکھنے آئے تھے یہ کہکر نکلوا دیا کہ آپ کیا سمجھ کر تحکم کرتے ہیں۔ میں ناظم بنگالہ کا ماتحت ہوں آپ کا نوکر نہیں۔ ابتک جو کچھ کرتا تھا رسم مہمانداری کرتا تھا۔ یہ سنتے ہی شاہزادہ نے تسخیر عظیم آباد کا حکم دیا قریب تھا کہ قلعہ مفتوح ہو جائے لیکن اچانک محمد قلی خاں کو اطلاع پہونچی کہ شجاع الدولہ اس کی غیبت میں قلعہ الہ آباد پر قبضہ کیا چاہتا ہے۔ وہ سنتے ہی ادھر روانہ ہو گیا اور شاہزادہ کو جنگ ملتوی کرنی پڑی۔ اس کے بعد ہی عالمگیر ثانی نے انتقال کیا اور شاہزادہ بادشاہ ہوا۔ ۱۷۶۰ء میں کامگار خاں مئین اور بعض زمینداروں کو ساتھ لیکر بادشاہ نے رام نراین اور انگریزی فوج سے خلاف جنگ کرکے شکست دی۔ اسی جنگ میں کامگار خاں نے رام نراین کو نیزے سے سخت مجروح کیا بلکہ اپنی دانست میں مار ڈالا تھا لیکن اس نے تختہ ہودج کی آڑ میں لیٹ کر کسی طرح جان بچائی۔ اسی سال دوسری جنگ میں انگریزی فوج نے شاہی فوج کو شکست دی۔ اس جنگ میں رام نراین اور شتاب رائے نے بھی حتی المقدور انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔

۱۷۶۰ء میں انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کرکے میر قاسم کو سند

Marfat.com

نظامت پر بٹھایا۔ میر قاسم نے رام نراین سے صوبہ کے محاصل کا محاسبہ
چاہا۔ رام نراین نے حیلہ حوالہ کیا اور انگریزی فوج کے افسروں سے خفیہ میر
قاسم کی شکایتیں شروع کیں اور ان کو یقین دلایا کہ میر قاسم انگریزوں پر
چھاپا مارنے کا قصد رکھتا ہے۔ جنرل کوٹ نے اس کا یقین کر کے اچانک میر
قاسم کی خیمہ گاہ پر دھاوا کیا تو میر قاسم کو خواب راحت میں پایا اور اس پر
رام نراین کی فتنہ انگیزی کا حال کھلا۔ کلکتہ کی کونسل کو معلوم ہوا تو اس نے
جنرل کو واپس بلا لیا اور میر قاسم کو لکھا کہ رام نراین کے معاملہ میں تم کو اختیار
ہے۔ میر قاسم نے حساب طلب کر کے دیکھا تو شاید بعض خیانتوں کا پتا چلا۔
رام نراین نے سررشتہ کا محاسبہ کم کرنے کی غرض سے بعض متصدیوں کو روپوش
کرا دیا لیکن میر قاسم نے رام نراین کے گھر سے سات لاکھ روپے نقد اور تخمیناً
اسی قیمت کی جنس برآمد کی۔ باقی رقم جو دوسروں کے پاس جمع اور [illegible] گئی تھی
اس کا پتا نہ ملا۔ میر قاسم نے رام نراین کی جگہ پر راجا نوبت رائے کو مقرر کیا۔

۱۷۶۳ء میں میر قاسم کی انگریزوں سے ان بن ہوئی۔ [illegible] جنگ کی نوبت
ہوئی۔ اس وقت جگت سیٹھ، مہروپ چند، راج بلبھ، فتح سنگھ، بنیاد سنگھ
جو انگریزوں سے خفیہ ملے ہوئے تھے اور ان میں سے بعضوں نے میر قاسم کے
خلاف انگریزوں کو خطوط بھی لکھے تھے اور اب تک میر قاسم کی قید میں تھے، مار
[illegible] دیے گئے اور اس کے بعد [illegible] قصبہ باڑھ کے قریب [illegible]
[illegible] کا گھڑا باندھ کر گنگا میں غرق کر دیا گیا۔ مفصل حالات [illegible] تاریخ
[illegible] مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۳۵ء میں لکھے ہیں۔

مشہور صاحب دیوان شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کا ذکر اکثر

تذکروں میں پایا جاتا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ تذکرہ عمدہ منتخبہ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن اور سخن شعرا مولفہ نساخ میں بھی ان کا ذکر راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ ان کے فارسی کلام کا نمونہ ان کے دیوان سے اور اردو اشعار جو تذکروں میں پائے گئے اس جگہ پیش کئے جاتے ہیں۔ الغرض بہت کم کہتے تھے گنتی کے صرف چند اشعار ان کی طرف منسوب ہیں۔

فارسی

روشن بود ببزم خموشی بیان ما — چون شمع سوخت نالۂ ما بر زبان ما
خون در جگر نماند و خدنگے تو می رسد — حیف است این کہ تشنہ رود میہمان ما
عمرے ست بر سگان درست وقف کردہ ایم — در قسمت ہما نبود استخوان ما
از بخت نارسا نرسد تا بگوش یار — موزون پر است گرچہ جہان زفغان ما

دی شب کہ کار بلبل دل آہ و نالہ بود — خون جگر بہ مردم چشمم حوالہ بود

گرچہ بروے تو چون آئینہ حیران گشتم — لیک از عکس رخش رشک گلستان گشتم
در چنین فصل کہ ہر خار چمن گل گردید — بخت بد بین کہ من از نالہ سرایان گشتم
تا سخن ہاے من از فیض حزین موزون شد — بغزل شہرہ و محسود ہزاران گشتم

دل خواستم کہ اشک تماشا شود نشد — امید قطرہ بود کہ دریا شود نشد
گم گشت دل بکوے تو از دست بیخودی — ہر چند خواستیم کہ پیدا شود نشد
دیگر کجاست چشم زبیگانگان مرا — یک لحظہ خواستیم دل از ما شود نشد
موزون تمام عمر درین آرزو گذشت — کارام قسمت دل شیدا شود نشد

تا کرد سوز عشق بجانم سرایتے — چون شمع نیست گریۂ ما را نہایتے

موزوں بسوئے میکدہ ہرگہ کہ میرم	از ماست التجا وز ساقی عنایتے

رباعی

ے نوش کہ عمر جاودانی ایں ست	خوشتر بہ ہزار کامرانی ایں ست
ہنگام گل است و رُخ یاراں سرمست	خوش باش دمے کہ زندگانی ایں ست

ریختہ

(۱) بھولی نہیں ہے مجکو بتوں کی ادا ہنوز	دل کے نگیں پہ نقش ہے نام خدا ہنوز
(۲) کچھ گرانی نہیں مجکو وہ ستمگار کے ساتھ	دل کھل جو ہی پڑا اشک سبکبار کے ساتھ
(۳) ابر ہوگا تو خجالت سے تئی پانی پانی	مت مقابل ہو مرے دیدۂ خونبار کے ساتھ

شعر نمبر ۲ چمنستان شعرا میں بھی موجود ہے اور شعر نمبر ۲ تذکرۂ گلزار ابراہیم میں پایا جاتا ہے اور غالباً اسی سے تاریخ شعرائے بہار میں نقل کیا گیا ہے۔ مشہور ہے کہ سراج الدولہ کے مقتول ہونے کی خبر کو سنکر موزوں نے فی البدیہہ مندرجہ ذیل شعر موزوں کیا تھا جس کو میر حسن نے بھی اپنے تذکرہ میں درج کیا ہے

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانا مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

راجا رام نراین نے اردو کے کچھ اور شعر بھی بعض موقعوں پر پڑھے تھے بعض لوگوں نے ان کو خود موزوں کے اشعار ہونے کا گمان کیا ہے لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں اور راقم کے خیال میں دوسروں کے اشعار تھے جن کو انھوں نے برمحل پڑھا تھا۔

(۴) **خاکستر** تخلص اور منشی سب سکھ نام۔ برادر راجا رام نراین موزوں

عظیم آبادی قوم کا یستھ سری باستو۔ محمد فقیہ دردمند کے شاگرد تھے جو حضرت مظہر جان جاناں کی صحبت سے بہرہ مند تھے۔ تذکروں میں خاکستر کا صرف یہی ایک فارسی شعر پایا گیا جو بطور نمونہ کلام درج کیا جاتا ہے۔

بہار کرد گلِ عارضِ عرقناکش
نگہ بچشم تماشا ز شوق بر پا است

(۵) رنگین منشی بلاس رائے خلف راجا امان رائے (دیوان مدارالمہام پسر محمد علی روہیلہ) متوطن عظیم آباد قوم کایستھ سری باستو۔ راجا رام نراین موزوں کے رفقا میں تھے۔ راجا گوپال چند الفت کے خطوط ان کے نام بھی پائے جاتے ہیں جس کا ذکر الفت کے حالات میں گزر چکا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار کے مطابق سنہ ۱۱۹۰ھ میں انتقال کیا۔ تذکرہ عشقی میں ان کا ایک شعر ریختہ میں ملتا ہے۔

اس مصیبت میں جو تو گھر سے نکالے ہے مجھے
یہ تو بتلا میں بھلا جاؤں کدھر آخر شب

فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

از دختر رز شیخ بفرسنگ گریزد
ایں مرد ببینید چہ نامرد بر آمد

عشقم از دل سینہ پر از آبلہ دارد
فریاد کہ آتش ز سپندم گلہ دارد

میر حسن کے تذکرہ میں رنگین کے اسی قدر حالات ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اور اردو کا وہی ایک شعر پایا جاتا ہے جو مذکور ہوا۔

(۶) مسکین لالہ بخت مل متوطن عظیم آباد۔ تاریخ شعرائے بہار کے مطابق سنہ ۱۱۹۰ھ تک زندہ تھے۔ مضمون آفرینی اور پرگوئی میں مشہور تھے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

روے زمیں پہ جتنے بے یاد حق ہیں پھرتے   وے آدمی نہیں ہیں ماٹی کی مورتیں ہیں

تذکرہ گلزار ابراہیم میں مذکور ہے کہ انھوں نے اشعار بہت کہے لیکن تحسین سے محروم رہے اس تذکرہ میں بھی ان کا یہی ایک شعر ہے۔

(۷) **بہادر** تخلص اور راجا بینی بہادر نام۔ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم ثانی کے عہد میں صوبہ بہار کے راجاؤں اور ناظم بہار کے معتمدوں میں تھے۔ تذکرہ عمدۂ منتخبہ مولفہ اعظم الدولہ سرور نمبر ۳۶۱ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

"بہادر تخلص راجہ بینی بہادر از راجگان صوبہ بہار است از دست

سیاہی مو کی گئی دل کی آرزو نہ گئی   ہمارے جامہ کہنہ سے مئے کی بو نہ گئی

تذکرہ سخن شعرا میں بھی ان کا یہی ایک شعر پایا جاتا ہے۔ کنور جسونت سنگھ پروانہ انہیں کے بیٹے تھے۔

(۸) **ذوق** منشی آسا رام ساکن عظیم آباد شاگرد مرزا [illegible] میر اشرف کے رفیق تھے تذکرہ شورش عظیم آبادی میں ان [illegible] قدردانی [illegible] یہ شعر ہیں۔

وہ نظر مجکو جب نہیں آتا   کچھ نظر مجکو [illegible] نہیں آتا

دل جاتا ہے تیرے ہوا خواہ کا لیے   شعلہ کی طرح [illegible] جو تجھے [illegible] تھا

ذوق کے مرنے کا افسوس نہیں کچھ ان کو   غم کہاں [illegible]

دردِ دل کہنے نہ پائے آج بھی   [illegible]

اے عندلیب سچ کہہ کس کا ہے داغ پیالہ   لالہ کے [illegible]

میر اشرف سے غالباً میر اشرف کشمیری [illegible] مراد ہیں

جن کا مزار اور انہیں کی بنوائی ہوئی مسجد محلہ چوک نندکار پور میں موجود ہے۔ مزار اور مسجد میں کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ سیر المتاخرین میں بھی ان کا ذکر ہے۔

(۹) عاشق مہاراجا کلیان سنگھ المخاطب بہ انتظام الملک ممتاز الدولہ تہور جنگ قوم کا یستھ سری باستو خلف ممتاز الملک مہاراجا شتاب رائے بہادر منصور جنگ ۱۱۶۵ھ میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸۷ھ میں شتاب رائے کے مرنے پر یہ اپنے باپ کے خطابات سے مخاطب اور پچاس ہزار روپے سالانہ تنخواہ پر ان کی جگہ پر نایب دیوان صوبہ بہار مقرر ہوئے۔

۱۸۰۶ء میں مہاراجا کلیان سنگھ اور راجا خیالی رام نے ملکر انتیس[۲۹] لاکھ اکیس ہزار ایک سو سات روپے سالانہ پر انگریزوں سے صوبہ بہار کا ٹھیکہ لکھوایا تھا۔ انگریزوں کو اس کے قبل تک اٹھائیس لاکھ سے زیادہ مالگذاری وصول نہ ہوئی تھی اسلئے یہ ٹھیکہ منظور کرلیا لیکن بعض وجوہ سے علاقوں کا خاطرخواہ بندوبست نہ ہوسکا۔ دوسرے سال انگریزوں نے مالگذاری کی رقم کسی طرح کلیان سنگھ سے وصول کی لیکن اس سے کلیان سنگھ کی مالی حالت اچھی نہ رہی۔ نیابت کا تعلق بھی نہ رہا تھا اس لئے پریشان ہوکر کلیان سنگھ نے عظیم آباد کو چھوڑ کر کلکتہ میں قیام کیا۔ مدت دراز تک وہاں رہنے کے بعد ۱۲۱۰ فصلی میں یہ پھر عظیم آباد آئے تو انہوں نے اپنے مکانات اور باغ کو ویران پایا اور اہل شہر کے التفات میں بھی کمی محسوس کی اسلئے باقی پور جاکر انگریزی حکام کی کوٹھیوں کے قریب بود و باش اختیار کی۔ بالآخر ۱۲۳۷ھ میں یا اس کے بعد انتقال کیا۔

کلیان سنگھ اپنے باپ کی طرح شعرا اور ادیبوں کے قدردان

ہونے کے علاوہ بذات خود تواریخ شاعری اور ادب میں کافی دستگاہ رکھتے تھے مثنوی زیبا، حبیب السیر مدح ائمہ اطہار اور اس کے علاوہ خلاصۃ التواریخ اور واردات قاسمی یادگار چھوڑیں یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں تاریخی کتب انہوں نے مسٹر ابراہیم والیڈ کی فرمایش سے لکھی تھیں ان کتابوں کو انہوں نے سنہ ۱۲۲۷ھ میں تمام کیا اس وقت ان کی بصارت بھی جاتی رہی تھی چنانچہ خود لکھا ہے کہ جو کچھ لکھوا تا ہوں حافظہ کے بھروسے پر لکھوا تا ہوں خود مسودات کو پڑھنے سے معذور ہوں۔ خلاصۃ التواریخ کا انگریزی ترجمہ نواب سرفراز حسین خاں مرحوم نے اب سے کوئی تیس برس قبل کیا تھا جس کو ریسرچ انسٹیٹوٹ نے چھپوایا تھا اور واردات قاسمی کا ذکر بھی بعض انگریزی تاریخ میں انگریزوں نے کیا ہے۔ یہ اپنے باپ کی طرح صاحب تدبیر نہ تھے لیکن علمی صلاحیت ولیاقت میں اپنے مماثل واقران سے کسی طرح کم نہ تھے ناز ونعم میں پرورش پانے کے سبب عیش پسند تھے۔ شعرا کے اکثر تذکروں میں ان کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

فارسی

نالاں زغم فرقت مہ پارۂ خویشم — آوارۂ دشت از دل آوارۂ خویشم

باحسن پری زاد ندارم سروکارے — در آئینہ مشغول بہ نظارۂ خویشم

ساقی نبود حاجت من بامئے ناب — بیخود زنگاہ بت میخوارۂ خویشم

ریختہ

مچایا ہے جگر نے حشر کا سا شور پہلو میں — مگر دیکھا ہے یہ حالِ دلِ رنجور پہلو میں

ان کی سیاسی زندگی کے واقعات راقم نے تاریخ مگدھ میں لکھے ہیں۔

(۱۰) **گریاں** بھوانی سنگھ بہادر عرف راجا کنور مہاراجہ شتاب رائے کے بیٹے تھے مرزا احمد علی فدوی عرف مرزا بھچو سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ تذکروں میں ان کا صرف یہی شعر ملا۔

دل ہی نہیں ملے ہے ملے کیا نشانِ داغ — مدت سے ڈھونڈھتا ہوں کروں کیا بیانِ داغ

(۱۱) **رقیم** منشی گرسہائے لال ولد منشی نورنراین لال ساکن ندرہ ضلع گیا فارسی و عربی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں شیخ ناسخ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کا اردو کلام دستیاب نہ ہوا فارسی کا ایک شعر تاریخ شعرائے بہار سے نقل کیا جاتا ہے۔

در چمن وا اگر ایں عقدۂ گیسو گردد — غنچہ غنچہ گرہِ نافۂ آہو گردد

(۱۲) **دل** منشی بینی پرشاد خلف منشی دیبی پرشاد قوم کایستھ ساکن عظیم آباد شاگرد راسخ عظیم آبادی ان کا حال اور یہ شعر ایک بیاض میں پایا گیا جو مؤلف تاریخ شعرائے بہار کو کسی نے دی تھی۔

پردہ اٹھا کے تو نے ادھر کو گزر کیا — عالم کے دل میں تیری محبت نے گھر کیا

جی چاہتا ہے ہو لیئے ہرگز نہ یار سے — پر بس نہیں چلے ہے دلِ بیقرار سے

(۱۳) **تحقیق** لالہ جیون رام ولد لالہ کرپا رام کایست سری باستو ساکن موضع شیودھا پرگنہ ترسیٹھ (صوبہ بہار) ان کے حالات کتاب آئینۂ ترہت صفحہ ۲۳۰ اور صفحہ ۲۵۶ میں مندرج ہیں وہی اس مقام پر نقل کئے جاتے ہیں۔

" شریف ونجیب عالی خاندان صاحب علم وصاحب تصنیف ورئیس وصاحب معاش تھے۔ علوم عربی وفارسی میں شہرہ آفاق تھے۔ راجا مادھو

سنگھ بہادر دربھنگا د ۱۱۸۳ فصلی تا ۱۲۱۵ فصلی موافق ۱۸۰۶ء کے
دیوان تھے۔ شروع عملداری میں سرکار انگلشیہ کی جب رقم دستورات
و نانکار وغیرہ مہاراجا مادھو سنگھ کا ضبط ہو گیا تھا اس وقت دیوان جی
موصوف نے بڑی کوشش و پیروی کر کے ان رقومات کو واگذاشت کروایا اس کے
صلہ میں موضع ہرپور پرگنہ بھوارہ مہاراجا مادھو سنگھ بہادر نے عطا
کیا۔ وارثوں سے ان کے بالفعل (یعنی ۱۲۹۷ھ) جانکی بلبھ سنگھ و جد و بلبھ
سنگھ موجود ہیں اس وقت زمانہ ان سبھوں کا ناموافق ہے۔

دیوان جی صاحب اشعار فارسی بھی کہتے تھے تحقیق تخلص کرتے
تھے منشی رادھا لال چچا حقیقی راقم تاریخ ہذا (یعنی منشی بہاری لال فطرت)
کی اول شادی اس خاندان میں لڑکی سے بابو کشن بلبھ ولد بابو رام بلبھ نبیرہ
دیوان جیون رام کے ہوئی تھی وہ لڑکی دیوان رام ناتھ موزرج پور کی نواسی
تھی۔ دیوان جی موصوف کا ایک شعر راقم کو یاد ہے لکھا جاتا ہے۔

ہر عمل پختہ نشود خام کہ در خانہ بماند — چوں بپا ذر کہ دگر سال نماید در تلخ

افسوس ہے کہ تحقیق کا اور کلام دستیاب نہ ہوا اور ان کی تصنیفوں
کا بھی پتا نہ ملا ممکن ہے کہ تلاش و جستجو سے ان کے موجودہ ورثا کا پتا مل سکے
اور کلام و تصانیف بھی دستیاب ہو سکیں۔ اجاگر چند الفت کے رقعات
میں ایک رقعہ لالہ بیت رام کے نام بھی نظر سے گذرا ہے۔

(۱۴) راجا تخلص اور راجا بہادر نام خلف مہاراجا شتاب رائے۔
اشرف علی خاں فغاں متوفی ۱۱۸۶ھ کے شاگرد تھے۔ تذکرہ عمدۂ منتخبہ مولفہ
سرور مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن۔ تذکرہ سخن شعرا اور تاریخ شعرائے بہار

میں ان کا ذکر موجود ہے نمونہ کلام یہی ایک شعر پایا گیا۔

بہ زخم دل ہمارے مرہم تلک نہ پہونچے ہم اُن تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

(۱۵) **بیدار** منشی بساون لعل تلمیذ حضرت مظہر جان جاناں عظیم آباد میں توطن اختیار کیا تھا عرصہ دراز تک یہاں رہے اور یہیں انتقال کیا۔ تذکرہ شورش عظیم آبادی اور تذکرہ عشقی عظیم آبادی دونوں میں ان کا ذکر ہے اور گارسن دتاسی نے بھی اپنے تذکرہ (بزبان فرنچ) میں ذکر کیا ہے۔ ریختہ اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ریختہ کا نمونہ یہ ہے۔

ہے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا ہاں تجکو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

ے لخت جگر یوں آنسوؤں کے ساتھ جاتے ہیں کہ جو پھولوں کی پنکھڑی لیکے پانی میں بہاتے ہیں

(۱۶) **فرحت** لالہ رام چند ساکن محلہ عالم گنج شہر عظیم آباد فارسی کے پرگو اور باکمال شاعر تھے ان کے مختصر حالات مرے پاس موجود تھے لیکن حسن اتفاق سے مرے کرم فرما مولانا عبد الرشید فوقانی ابن مرحوم علامہ شوق نیموی نے فرحت کی تصانیف کی مفصل کیفیت اپنی ذاتی واقفیت اور علامہ شوق کی تحریر کے حوالہ کے ساتھ محض ادبی ذوق کے تقاضے سے اس تذکرہ کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ لہذا راقم شکریہ کے ساتھ اس کو درج کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ " فرحت نے دیوان کے علاوہ دو دفتر میں مثنوی بھی لکھی ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ اس کا پرانا قلمی نسخہ علامہ شوق نیموی مرحوم کے کتب خانہ میں محفوظ تھا اب میں محمد عبد الرشید فوقانی ولد شوق نیموی نے خدا بخش خاں مرحوم ربانکی پور پٹنہ کے کتب خانہ میں داخل کر دیا ہے۔ جناب شوق نیموی مرحوم کتاب یادگار وطن

صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں۔ گنج شائگان یہ نایاب مثنوی لالہ رام چند متخلص بہ فرحت ساکن عالم گنج کی تصنیفات سے ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ اس کا پرانا قلمی نسخہ مصنف کے وقت کا لکھا ہوا جناب والد مرحوم کے ہاتھ آگیا تھا اس کا دوسرا دفتر موسوم بہ گنج بادآورد اسی شاعر کا لکھا ہوا حسن اتفاق سے مجھ کو مل گیا جس میں حاتم طائی کے وہ قصے ہیں جو آج تک نہ فارسی میں راقم کی نظر سے گزرے ہیں نہ اردو میں یہ دونوں دفتر میرے کتب خانہ میں موجود ہیں جن کو بوجہ نایابی و حب وطنی راقم نہایت عزیز رکھتا ہے۔ مصنف نے دونوں دفتر میں حمد و نعت کو ذوالبحرین میں لکھا ہے اور دفتر اول میں حضرت مخدوم شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی مدح ذوالبحرین اور سہ بحری اور چہار بحری اشعار میں لکھی ہے چنانچہ چہار بحری اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے۔

قطرۂ از جود تو جود کثیر ذرۂ از خوے تو مہر منیر

اس دفتر کو مصنف نے ۱۱۸۸ھ میں تمام کیا ہے۔ اس کی تاریخ کس خوبی کے ساتھ یوں لکھی ہے۔

سال اتمامش چو دل از عقل خواست کرد دو انگشت خم و دیگر دو راست

(یعنی دو انگلیوں کو دو بار خم کرنے سے دو آٹھ کی شکل یعنی ۸۸ پیدا ہوتے ہیں اور دو انگلیاں سیدھی کرنے سے دو الف کے مانند گیارہ ہوتے ہیں اس طور سے ۱۱۸۸ سنہ نکلتا ہے۔) یہ دونوں مثنویاں ایسی کمیاب اور غیر مشہور ہیں کہ کتاب تو کتاب مصنف کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں

(تمام شد کلام شوق نیموی مرحوم)

اس کے بعد فوقانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دفتر اول کے آغاز میں یہ مضمون ہے۔

حاتم نامہ من تصنیف لالہ رام چند متوطن محلہ عالم گنج بوقت دوپہر روز چہارشنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۲۰ سنہ جلوس والا عالم شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ وحشمتہ۔ اب ہم دفتر اول موسوم بہ گنج شائگان اور دوسرا دفتر دوم مسمیٰ بہ گنج بادآورد کے چند اشعار مختلف مقامات سے انتخاب کرکے ہدیہ ناظرین قارئین کرتے ہیں۔ اشعار حمد و نعت دفتر دوم مسمیٰ بہ گنج بادآورد معروف بہ حاتم نامہ بہ صنعت دو بحرین۔

اے کہ شد از فیض تو اندر سخن	طوطی طبعم ہمہ شکر شکن
شکر تو اے خالق بندہ نواز	کے شود از بندہ ناساز ساز
گر دمے از شکر تو رانم سخن	پر شکر از شکر تو گردد دہن
از کرم آوردہ از بہر ما	احمد مرسل سر سر انبیا
از سر صدق از من عاصی مدام	باد بر آں مایۂ رحمت سلام
فرحت دل خستۂ شیریں بیاں	دم بدم از لطف تو خواہد چناں
ناظر ش از شوق تو در جوش باد	گوہر ش آویزۂ ہر گوش باد

اشعار خاتمہ کتاب دفتر دوم و اشعار در مدح مسٹر فریڈل صاحب بہادر۔

شکر ایزد خامۂ گوہر فشاں	کرد در ریزی بسے در داستاں
زد رقم گرچہ فسانہ سرسری	لیک در افشاند در نظم دری
باوجود شغل چندیں کارگاہ	شد مرتب مثنوی در چار ماہ

بهر نامش داشتم غور تمام عقل کردش گنج باد آورد نام

چون صفات داورِ والا همم کانِ جود و منبع فضل و کرم

مسٹر فرنیڈل فرخنده شان کز عطاے دست وے دریا و کان

صاحب کز خوان احسانش مدام خلق را چون مهر پر زر هست جام

مجملے در دفتر اول قلم ساخت بر صفحات زر افشان رقم

خاتمه هم فرحت از زیب تمام یافت در تسطیر حسن اختتام

هست امید از خداے ذوالکرام تا شود مقبول طبع خاص و عام

شعر دویم در دفتر این علم گنج در عدد دیدم برابر چار و پنج

۵۵۵۵

درنشان بے رنج هیچو کی ز گنج پنج هزار و پانصد و پنجاه و پنج

۱۱۱۳۲

نیز شعر هر دو دفتر در شمار یکصد است و سی و دو و یازده هزار

سال انگریزی لیے فرخنده فال یک هزار و هشت صد آغاز سال

۱۸۵۶

نسبت هندی شناسی سال خوش یک هزار و هشت صد پنجاه و شش

۱۲۱۴

سال هجری گشت روشن هیچو مه یک هزار و دو صد و هم چارده

اشعار دفتر اول همی به گنج شایگان که در اتمام کتاب دیباچه اول

مصنف در دو صفحه نظم نموده درج شده

۱ انشکر کالے مجموعه رنگین کلام یافت با صد زیب حسن اختتام

۲ خوانمش گلدسته باغ جمال یا که [illegible] روضه جنت [illegible]

۳ نے نے از مستی خطا کردم سخن پر غلط شد این همه تشبیه من

۴ هست این رعنا عروسی گلعذار از نگارش کرده بند [illegible] نگار

۵ خال او بر نقطه‌ها سے انتخاب خط او نقش [illegible] دل ربے کتاب

۶ ابروے او مصرعہ برجستہ است　　معنیِ رنگیں حنائے بستہ است

۷ شد ز عطرِ گیسوے ایں مشک بو　　مغزِ مشک نافہ چیں مشک بو

۸ موے بند زلفِ ایں مشکیں برند　　بندۂ ناقص طبیعت دام چند

۹ در سخن فرصت تخلص ساختہ　　اشہبِ فکرت بمیداں تاختہ

۱۰ می کند بزمِ سخن را بوستاں　　بشنو اندر کشورِ ہندوستاں

۱۱ رو کشِ باغِ ارم شداد ہست　　نامِ آں شہرِ عظیم آباد ہست

۱۲ وہ چہ شہرِ نوشتہ از باغِ بہشت　　وصفِ او باید بہ آبِ زر نوشت

۱۳ از عمارت گر بنا سازم سخن　　بر سرِ کرسی نشیند شعرِ من

۱۴ کنگرہ ہائے عمارتہاے آں　　میزند خندہ بریشِ آسماں

۱۵ چار سویش بوستانِ دلکشاست　　از نسیمش مغز ہا نم مشکہاست

۱۶ سرو و شمشاد دشش یکتائی علم　　عاشق و معشوق استادہ بہم

۱۷ گل رخاں در دے خراماں ہر طرف　　در بغل شیشہ و جامِ مے بکف

۱۸ سینہ وا سازند گر اندر چمن　　گل ز حسرت چاک سازد پیرہن

۱۹ موج زن سوے شمالش آبِ گنگ　　چشمہ کوثر خجل زاں آب و رنگ

۲۰ ہر یکے پاشند از کف منت آب　　بر لباسِ خویشتن ہمچوں گلاب

۲۱ در جنوبش رود کے جلاّ رواں　　نخل ناردانہ گرد اگردِ آں

۲۲ ہست آنجا درگہ عرش اشتباہ　　شاہ ارزاں مظہرِ نورِ الٰہ

۲۳ تاجِ شاہی را شرف از فرقِ آں　　ہست او صاحبِ ولایت در جہاں

۲۴ از قصورش قصرِ جنت پر قصور　　گنبدش تابندہ ہمچوں مہرِ دور

۲۵ گرد گردش روضہ جنت نشاں　　درمیان از نسیمِ عنبر فشاں

۲۶ درمیانِ صحنِ او حوضِ کلاں — هست آب او مصفا همچو جاں
۲۷ سوے دولابش کند گر کس گزار — گرم رقاصی شود مستانه وار
۲۸ وصفِ آں زیبا بسی گر سازم رقم — در کفِ دستم برقص آید قلم
۲۹ نامهٔ جود و سخا شد چوں تمام — عقل گنجِ شایگانش کرد نام
۳۰ موسم آغازش که از بس سعد بود — چار شنبه آخری ذیقعده بود
۳۱ سالِ اتمامش چو دل از عقل خواست — کرد دو انگشت خم دیگر دو راست
۳۲ دمبدم میگفت دل بر طبع ایں — آفریں صد آفریں صد آفریں

انتخاب اشعار دفتر اول یعنی گنجِ شایگاں در صنعت ذوالبحرین

حمد باری

اے که شد از ذکر تو شیریں مقال — دیده شد از فکر تو رنگیں خیال
نام تو آرایش عنواں بود — مدح تو پیرایش دیواں بود
شد سخن از فیض تو آب رواں — پرگهر از مدح تو درج دہاں
حمدِ تو ز اندازهٔ فکرت بروں — وصفِ تو ز آوازهٔ شہرت فزوں
مدح تو افزوں ز حدِ گفتگو — جاے تو بیروں ز کدِ جستجو

نعت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سایهٔ از رحمت و لطفِ خدا — مایهٔ زیبایش هر دو سرا
افضل و زیبنده و قدر رفیع — اکرم و والا قدر امت شفیع
امجد و پیغمبرِ ربِّ جلیل — از مژه روبِ درِ او جبرئیل
سینهٔ او مطلعِ انوارِ حق — باطنِ او مخزنِ اسرارِ حق
جبههٔ او مظهرِ نورِ اله — اشعهٔ حق را رخِ او جلوه گاه

مقدم خود بہ سر افلاک داشت | بر سر خود افسر لولاک داشت
ہم ملک از غاشیہ داران اوست | ہم فلک از منطقہ بندان اوست
مدح وے از خامہ کیے آید تمام | ہم ز وے الطاف و ز فرحت سلام

اشعار در مدح مخدوم شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ در صنعت مجمع البحرین

ایکہ دل از مدح تو دریائے ژرف | جاں بود از فیض تو در تنگ حرف
وصف تو گلگونہ روئے سخن | مدح تو مشاطۂ موئے سخن
رونق ملکِ سخن از روئے تست | تازگی باغ من از بوئے تست
نام تو وردِ دل اربابِ ہوش | از خُمِ فیضت ہمہ کس جرعہ نوش
مُقبلِ حق حضرت سعدی توئی | راحت جاں مایۂ شادی توئی
ناطقہ از ذکر تو شیریں بود | روضہ ام از مدح تو رنگیں بود
خامۂ من مصرعہ برجستہ گشت | ریشۂ ریشۂ درکفم گلدستہ گشت
مصرعۂ فکرم پر پروانۂ ایست | نقطۂ کلکم دُر یکدانۂ ایست
خاطر من گل شد و طبعم چمن | بلبل من دال شد و مغزم سمن
مدح تو اکنوں کنم از چار بحر | تا شود از وصف تو گلزار بحر

انتخاب اشعار در صنعت چہار بحری

ایکہ شد از درّ تو زیب سخن | پر گہر از زرّ تو جیب سخن
قطرۂ از جوئے تو جود کثیر | ذرّۂ از خوئے تو مہر منیر
نفحۂ از خطّہ تو مشک تتار | رشحۂ از یّم تو ابر بہار

در صنعت سہ بحری

مدح تو از حد من آمد برون | وصف تو از کلک من آمد فزوں

کن نگہ از رافتِ خود سعدیا — بر رخم اینک درِ راحت کشا
مزرعِ امیدِ من از لطف خویش — تازہ و سرسبز کن از لطف خویش
در سخن اے فرحت خوش گو مکوش — بلبل خوش نغمہ بنوا خموش
قصہ از حاتم طی باز خواں — شہرۂ جودش مکن اندر جہاں
از سرِ گنجینۂ دل ریزہ دُر — دامن عالم بکن از گنج پُر
بس سخن از حاتم طی می کنم — صنعت بحر ایں ہمہ طی می کنم

اس کے بعد حاتم طائی کا قصہ شروع کیا ہے

(١٧) **الفت** رائے منگل سین قوم کایستھ باشندہ عظیم آباد شاگرد قلندر بخش جرات لکھنوی تذکرہ عمدہ منتخبہ نمبر ٣١٦ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ان کا ذکر یوں ہے ۔

" الفت رائے منگل سین کایستھ شخص ذہین و خوش اخلاق شاگرد قلندر بخش جرات متوطن عظیم آباد چندے بعلاقہ دارالخلافت (دہلی) گشتہ غزل طرحی در مشاعرہ خواندہ بود ایں شعر دریں مجموعہ ثبت نمودہ شد ۔

اس طرح چھپ کے گھر جاؤ گے گر دو چار — مفت ہو جائیں گے یوں برباد گھر دو چار
ہر قدم پر یاں تلک آنے میں سو سو ناز تھے — کیونکہ گھر جانے لگے شام و سحر دو چار

تذکرہ سخن شعرا اور تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ایک شعر پایا جاتا ہے ۔ خمخانۂ جاوید میں ان کا ذکر مختصر ہے ۔

(١٨) **شورش** بابو گوبند لال عظیم آبادی ساکن محلہ دیوان قوم کایستھ انھوں نے ایک ضخیم مثنوی فارسی میں اور ایک اردو میں قصہ لکھی جو نایاب ہے ۔

[illegible] سن کا تذکرہ کیا ہے ۔ انتقال [illegible]

تاریخ شعرائے بہار میں اردو مثنوی کا یہ شعر درج ہے۔

کبھی میرا پٹنہ بہشت بریں تھا ۔ جواب اس کا دنیا کے اندر نہیں تھا

(۱۹) **شوق**۔ بابو شیو گوپال عرف کا کا جی ساکن عظیم آباد تجارت اور مہاجنی کا پیشہ کرتے تھے۔ گارسن و تاسی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ایک شعر پایا گیا وہ نقل کیا جاتا ہے۔

دامن کو تیرے خوں نہ رہے بن لگے ہوئے ۔ چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوئے

(۲۰) **بیتاب**۔ سنتو کھ رائے باشندۂ عظیم آباد۔ تذکرہ عشقی میں ان کو نازک مزاج اور کتب بینی کا شائق لکھا ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے ۔ نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

میر حسن نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر اور کلام درج کیا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سنتو کھ رائے المتخلص بہ بیتاب۔ از تذکرہ قائم معلوم شد کہ کم دماغ و خلوت دوست بود، معلوم نیست کہ احوال کجا ست، در آں زمان زور طبعش بروز مانند ہلال در ترقی بود و ربط کلام را خوب می فہمید خدایش زندہ دارد، از وست ؎

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی آرام سے ہم ۔ پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

اپنے مذہب میں ہے اک شرط طریق اخلاص ۔ کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے ہم

⁂

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اے ہمنشیں راہیں ۔ کہ خوباں یوں رہیں کہ دیں ہم ان کو اس طرح چاہیں

ادھر نالہ کیا ادھر وہ مضطر ہو چلا آیا ۔ عجب دن تھے وہ جن روزوں میں کتنی تھیں اثر آہیں

سبزے پہ اس کے خط کے نہ مارا گیا میں ایک — اس گل زمیں میں کھیت ہزاروں جواں ہے
جی میں ہے اس کی بات میں اب پھر نہ بولیے — لیکن کسی طرح جو یہ کافر زباں لگے ہے

⁘

محبت اب تلک لکھتی ہے یہ تاثیر مجنوں کی — کہ بن لیلیٰ کہیں کھنچی نہیں تصویر مجنوں کی

⁘

میں کیا خلل نہ اٹھائے فلک کے کینے سے — کسی کو کام نہ ڈالے خدا کمینے سے
تو اپنا دل سا مرا دل نہ سمجھیو بیرحم — کہ سنگِ سخت کو کیا نسبت آبگینے سے

⁘

عشق میں گاہے عسل گہ نیش ہے — نت نیا یاں ماجرا درپیش ہے

⁘

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے — نصیب میں کسی کافر کے یہ بلا نہ کرے

⁘

رباعی

یاں آکے ہم اپنے مدعا کو کھو بیٹھے — مل مل کے بغیروں سے آشنا کو کھو بیٹھے
دنیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر — اس مس کی طلب میں کیمیا کو کھو بیٹھے

تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا مختصر حال اور ایک شعر درج ہے جو غالباً میر حسن کے تذکرہ سے ماخوذ ہے۔

Marfat.com

متوسطین ہندو شعرائے بہار

(۴۱) الفتی۔ راجا پیارے لال ابن رائے سکھن جی قوم کائستھ ماتھر۔ آبائی وطن سکندرہ متصل آگرہ تھا۔ عرصہ تک دہلی میں رہے اسلئے خود کو دہلوی لکھتے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے منشی تھے رزیڈنٹ سے ناچاقی ہونے کے سبب ترک ملازمت کر کے عظیم آباد چلے آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی سے پندرہ سو چھتیس روپیہ سالانہ پنشن مقرر ہو گئی تھی۔ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور انشا پردازی اور شاعری میں مشہور تھے عظیم آباد اور اطراف بہار میں ان کے متعدد ہندو اور مسلمان شاگرد تھے۔ ان کے بعد بھی ان کے پوتے کنور سکھراج بہادر رحمتی کے وقت تک ان کے سلسلہ کے شاگرد اکثر تخلص میں یائے نسبتی کا التزام رکھتے تھے چنانچہ رحمتی دعبرتی و حشمتی وغیرہ نے اپنے تخلص میں یہی رعایت ملحوظ رکھی تھی۔ الفتی کے خانگی کتب خانہ میں کئی ہزار نادر قلمی کتابیں تھیں۔ خود ان کی تصنیف سے مثنوی نیرنگ تقدیر اور مینا بازار کے علاوہ فارسی دیوان غزلیات یادگار ہے۔ فارسی دیوان کو ان کے پوتے رحمتی نے ۱۸۷۰ء میں طبع کرایا تھا وہ راقم کی نظر سے گزرا ہے اور اسی کے کچھ اشعار بطور مشتے نمونہ از خروارے اس جگہ درج کیے جاتے ہیں۔ الفتی نے ۲۶ صفر ۱۲۵۰ھ

روز پنجشنبہ کو انتقال کیا۔

چوں غنچہ جز سکوت نباشد بیان ما ‏ ‏ ‏ پیچیدہ شد زبان سخن در دہان ما
در دشت پر بلاے جنوں نیست آلفتی ‏ ‏ ‏ جز موج ریگ اشک رواں کاروان ما
تاثیر غمزہ ات ز دل ناتواں گذشت ‏ ‏ ‏ آہم ز نہ فلک شد و از لامکاں گذشت
نازم ز بخت تیرہ کہ چوں بلبل قفس ‏ ‏ ‏ بر یک و تیرہ فصل بہار و خزاں گذشت
خوش آنکہ در محبت جانانہ آلفتی ‏ ‏ ‏ از رنج دہر در راحت خلد و جہاں گذشت

ریختہ میں ان کا صرف ایک شعر تذکرہ میں پایا گیا

خاکساری سے مثال نقش پا ‏ ‏ ‏ جس جگہ بیٹھے وہیں کے ہو گئے

خم خانہ جاوید میں لالہ سری رام نے ان کا حال بہت مختصر لکھا ہے۔

(۲۲) **دماغ** ۔ منشی گنگا لال خلف منشی کنہیا لال ساکن میران پور رندرہ ضلع گیا۔ اردو اور فارسی کے علاوہ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ ایک دیوان غیر مطبوعہ موسوم بہ گلشن بہار یادگار چھوڑا ۱۲۶۰ھ میں بعمر ستر سال انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ایک ہی شکل کو دو کر کے دکھا دیتی ہے ‏ ‏ ‏ جوہر آئینہ قاتل تری تلوار میں ہے
گلشن حسن پر بہار نہیں ‏ ‏ ‏ کنگھی چوٹی نہیں سنگار نہیں
قتل کو بس ہے خنجر ابرو ‏ ‏ ‏ حاجت تیغ آبدار نہیں
باغ عالم میں گل کھلا ہے کچھ ‏ ‏ ‏ اے جنوں موسم بہار نہیں
تیری زلفوں سے اماں ہے کسے یار آج کی رات ‏ ‏ ‏ انہیں دو کالوں نے کھائیں ہیں ہزاروں کی رات
درد دل سے جو کراہا تو وہ ہنس کر بولے ‏ ‏ ‏ جاں بلب کون ہے آوارہ دیار آج کی رات
صاف ہو وصل میں عاشق سے کدورت کیسی ‏ ‏ ‏ میری جان دیکھو دل سے غبار آج کی رات

وہ شبِ ماہ میں آئے ہیں جو افشاں چن کر   چاندنی دہری دکھاتی ہے بہار آج کی رات

خمخانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر اور انھیں اشعار میں سے پانچ اشعار ہیں۔

(۲۳) **ضمیر**۔ کنور ہیرالال خلف راجا پیارے لال الفتی مولد و مسکن عظیم آباد۔ درسیات عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے اور علم ہندسہ اقلیدس، ہیئت کے علاوہ عروض میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ چند سال محکمہ بورڈ کمشنر و افیون میں سررشتہ داری کے عہدے پر ممتاز تھے۔ سنہ ۱۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔ اردو اشعار دیکھنے میں نہیں آئے فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

از سینۂ سوزاں بفلک نالہ فرستیم   وز دیدۂ گریاں بزمیں ژالہ فرستیم
تا یک نشاں نقش دہد از صورت عالم   نامہ نہ نویسیم و گل لالہ فرستیم

(۲۴) **نائب**۔ منشی بھگوان دین ابن منشی منگل سین قوم کایستھ ساکن اوریا ضلع پورنیہ تلمیذ منشی شنکر لال صبا ساکن ندوہ ضلع گیا۔ ۱۲۷۱ھ میں باون برس کی عمر میں انتقال کیا۔ تاریخ شعرائے بہار سے ان کے یہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم   پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں
ڈھونڈتا ہوں نہیں جو میں نائب   خانۂ دل سے وہ نکلتے ہیں

(۲۵) **خفی**۔ تخلص اور راجا بابو نام ساکن عظیم آباد، سخن شعرا اور تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہے خنک از بس ہوائے گرم ساقی جلد آ   گرم صحبت ہو گی زیب انجمن ہو جائیگا
دیکھ سنبل کو چمن میں یاد آئے اس کے بال   حاصل اس گلگشت سے آخر پریشانی ہوئی

Marfat.com

(۲۶) **شوقؔ**۔۔ لالہ ٹیک پرشاد کالیستھ ماتھر ساکن عظیم آباد راجا پیارے لال الفتؔ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ذی علم اور مشاق شاعر تھے افسوس کہ ان کا کلام دستیاب نہ ہوا۔ لیکن ایک رسالہ موسوم بہ دھرم پالک جو از منشی لال رائے بہادر آنریری مرتب وائسرائے ہند کے رسالہ دھرم شاستر کے جواب میں ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا تھا اس میں شوقؔ کی ایک نظم ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ جوابی رسالہ لالہ رفعت بہادر کالیستھ ماتھر عظیم آبادی کا مرتب کیا ہوا ہے اس میں ازدواج بیوگانِ نابالغ کو ہندو دھرم کے خلاف بتایا ہے۔

نظم شوقؔ

جو لکھوں تیری شان ہے کم ہے
مظہر جود و فخر عالم ہے

آسماں تیرے آستاں پہ سدا
پئے تسلیم سر کیے خم ہے

مہر بھی تیرے آستانے پر
ذرہ ساں بندگی میں ہر دم ہے

ماہ طلعت جواں کوئی تجھسا
دور میں چرخ پیر کے کم ہے

تیرے زور شباب کے آگے
صوفت پیر زال رستم ہے

تیرے در کا گدا تونگر ہے
جام نقر اس کا ساغر جم ہے

نام نامی ترا سلیماں وار
نقش ہر دل پہ مثل خاتم ہے

بحر فیض آپ کا روانی میں
تشنہ کاموں کے واسطے یم ہے

ہیں تونگر بھی تیرے دست نگر
تو کرم میں سبھوں سے اکرم ہے

تیرا الطاف بہر دوست ہے قند
قہر تیرا پئے عدو سم ہے

گل ہیں خواہاں نسیم شفقت کے
ملتجی آبرو کی شبنم ہے

شوق خستہ کی یہ دعا حق سے — سحر و شام بس یہ ہر دم ہے
یا الٰہی اسے تو شاداں کر — مہر جب تک فلک پہ قائم ہے

(۲۷) شکیب۔ منشی ہیرا لال عظیم آبادی مشاق اور صاحب تلامذہ شاعر تھے راے بہنا تھ پرشاد غنیمت کے مشاعرہ کی قلمی بیاض مورخہ ۱۲۷۱ھ میں ان کی ایک غزل ملی جو اس جگہ درج کی جاتی ہے کملا پرشاد عاجز انہیں کے شاگرد تھے۔

کس دن نہ ناک بھوں تری اے نازنیں چڑھی — ازبسکہ آستین جو تیوری نہیں چڑھی
شوخی سے اپنی کر گئی نظروں سے گل کو یہ — کیوں شاخ گل پہ بلبل اندوہگیں چڑھی
مر کر بھی ہم اُٹھیں گے نہ کوچہ سے یار کے — اپنی تو ہے نظر پہ یہی سر زمیں چڑھی
دامن چھوا جنہوں نے سر ان کے اتر چکے — اب کب تلک رہیگی تری آستیں چڑھی
گل دیکھنے کے لالے پڑیں گے اے عندلیب — صیاد کی نظر پہ اگر تو کہیں چڑھی
رہ جائیں گے دھرے یہ رقیبوں کے داؤ پیچ — اک شب گر اپنی گھات پہ وہ مہ جبیں چڑھی
کیونکر نہ اس غزل پہ ہمیں ناز ہو شکیب — فکر رسا سے چرخ پہ اس کی زمیں چڑھی

(۲۸) شوکتی۔ کنور راج بہادر پسر دوئمیں کنور ہیرا لال ضمیر عظیم آبادی و نبیرہ راجہ پیارے لال الفتی ان کا کلام دستیاب نہ ہوا لیکن ان کی تصنیف سے ایک رسالہ موسوم بہ محیط القوافی ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ان کے وارث کنور جگدیش بہادر کے پاس راقم نے دیکھا تھا اور اس کے دیباچہ اور ترقیمہ کو نقل کر لیا تھا اس میں اور ضروری باتوں کے علاوہ خود ان کی صلاحیتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس عہد کے چند مشاہیر شعرا کا بھی ذکر ہے اسلئے اس کو اس جگہ درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

" امابعد ہرزہ گوے بادیہ گردِ وحشت و پریشانی پریشان نگار صحرا
نوردِ جہل و نادانی کنور راج بہادر متخلص بتسکینؔ دویمیں پورِ جناب کنور
ہیرا لال ضمیر ارشد خلف راجہ پیارے لال قبلہ الفتیؔ دہلوی چنیں میگوید
کہ در آوانِ تحصیلِ ایں مجنونِ دلباختہ لیلاے سخن را انچہ از قواعد قوافی
در رسایل معتمد اساتذہ متقدمین و متاخرین مثل حدایق المعجم من تصنیف
محمد بن قیس و رسالہ معیار الاشعار من تصنیف محمد حسن خواجہ نصیر الدین طوسی
و رسالہ قافیہ من تصنیف مولانا جامیؔ و رسالہ قافیہ من تصنیف ملا کاہی نفایس
الفنون من تالیف محمود بن محمد الآملی و حدایق و رسالہ وافیہ من تالیف
شمس الدین فقیرؔ و رسالہ کافیۃ القافیہ من تالیف محمد تقی اوحدی البنانی
و رسالہ قافیہ عطاء اللہ من تالیف علاء الدین محمود الحسینی و رسالہ مخزن الفوائد
من تالیف محمد خالق بن غلام حسین و رسالہ کامل العروض من تالیف قدرت احمد بن حافظ
عنایت احمد و رسالہ قافیہ من تالیف محمد روشن متخلص بہ جوششؔ و دریاے
لطافت انشاؔ و قتیلؔ و رسالہ چہار شربت من تالیف خاص مرزا قتیلؔ
و مرآت القوافی من تالیف شاہ بخشش حسین وحشیؔ من تلامذہ جناب
راجہ پیارے لال الفتیؔ دہلوی و تقویت الشعرا من تالیف امام الدین طالبؔ
بنظر درآمدہ و ہم از زبانِ مبارک سر خیل کاروان نکتہ دانی و سر دفتر نکتہ
رسانِ الفاظ و معانی فرید دہر و حید عصر استاد ما حضرت عبرتیؔ یہ وزیر علی
صاحب قبلہ مدظلہ شنودہ بخاطر فاتر محفوظ داشت و از عرصہ دراز خیلے متمنی
و آرزومند بود کہ آنچہ را ت استعارا اشد و اختلاف مذاہب بطرزے کہ
موجب بصیرت مبتدیان ایں علم گردد جمع کند و از خود بصفحۂ زمانہ یادگارے

گزاردا ما از شدت پریشان خاطری نقش این تمنا صورت نمی بست اکنون که سنہ ۱۲۶۹ یکہزار دو صد و شصت و نہ از ہجرت النبوی است نظر بہ تعلیم عزیز برخوردار خود کنور سکھراج بہادر ارفعہ اللہ تعالیٰ علماً نافعاً و فہماً کاملاً و عقلاً سلیماً و ہم باظہار فرط وسع و شوق باعیان حدیقہ سخن چمن پیرائے حقایق این نادرہ فن مشفقی سید تصدق حسین صاحب زاد لطفہ کہ بارہا بسی مہر فرمائیہا دارد این ہمہ را فراہم نمودہ بجائے فصل منقسم بہ دو چشمہ و یک مقدمہ و خاتمہ ساختہ رنگ تسوید داد و مسمی بہ بحیرۃ القوافی ساخت“ ترقیمہ ” بخط خام بندہ کنور راج بہادر خلف کنور ہیرالال صاحب قبلہ ضمیر بکلینٹھ باشی نبیرہ جناب راجہ پیارے لال صاحب قبلہ الفتی دہلوی بکلینٹھ باشی بمقام عظیم آباد کوچہ فرخ خاں متصل مسجد عنبر“

یہ نادر رسالہ دیسی اردولی کاغذ پر لکھا ہوا تھا تخمیناً ڈھائی سو صفحے ہوں گے اور ہر صفحہ ۱۱ × ۸ انچ ہوگا۔

(۲۹) **رفعتی**۔ منشی سمبودت کالیستھ امسٹ ساکن موضع موساپور پرگنہ سربسا (مظفر پور) راجہ پیارے لال الفتی کے شاگرد تھے۔ تاریخ آئینہ ترہت میں ان کا صرف اس قدر ذکر ہے:۔۔

”منشی سمبودت کالیستھ امسٹ ساکن موضع موساپور پرگنہ سربسا مرد شریف و نجیب عالی خاندان تھے علوم عربیہ و فارسیہ سب کچھ جانتے تھے اپنی برادری میں طاق تھے منشی گیری میں شہرہ آفاق تھے۔ راجہ پیارے لال عظیم آبادی کے شاگرد تھے دربار میں مہاراجہ چھترسنگھ بہادر دربھنگا (سنہ ۱۲۱۴ فصلی تا سنہ ۱۲۴۶ فصلی مطابق سنہ ۱۸۳۹ء) کے نوکر تھے۔ مر گئے

Marfat.com

راقم کو معلوم نہیں کہ ان کے وارث ہیں یا نہیں ۔"

اتفاق سے احاگر چند الفت کے دیوان میں ان کا کہا ہوا ایک قطعہ ضروری عبارت کے ساتھ خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نظر سے گذرا وہ بجنسہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے اس سے ان کی قابلیت اور صلاحیت پر روشنی پڑتی ہے ۔

" قطعہ مسمیٰ بہ کارنامہ در وصف و سال بنا، چاہ در بحر ہزج بزحافات از افکار بندۂ ہیچمدان سنجھودت متخلص بہ رفعتی ۔

تا ہر گو بند گوشش چہ بختہ نمود — از سال بنا و وصف وے طبع فہیم
از فصلی و ہجری و مسیحی سمبت — ہر چار دریں دو بیت کردم ترقیم
چاہ ابعفا زمزم و سرد و خنکے — شیریں بمزہ آمد از آب تسنیم
۱۲۳۲ فصلی — ۱۲۴۰ ہجری
خوش بامزہ والذ لیسے ہمچو زلال — کوثر بہ لطافت وے آبست حمیم
۱۸۸۲ سمبت — ۱۸۲۵ عیسوی
تطبیق سنین چار گانہ باہم — تا حال ندیدہ شد ز اسلافِ قدیم
انصاف کہ رفعتی چہ در سفتہ بدیع — ایں طرز چو الفتی نمودش تعلیم
ساکا شود ۔ عیاں بطرز توشیح — با دل چو تامّلے کند طبع سلیم

ساکا بطریق توشیح ـ ۱۷۴۷

مخفی نماند کہ ایں طرز تاریخ از مخترعات الفتی است مدظلہ و تفصیل آنکہ چوں اعداد حروف اوایل و اواخر ابیات بطریق توشیح با دلِ لفظ طبع حرف باست (ب) و مصرعہ آخر مشعر براں است جمع آرند ساکا سال، من

Marfat.com

کہ در تقاویم ہندیہ مندرج است بہم می رسد و از چہار مصاریع اواسط کہ مشتمل بر وصف آب و بناءِ چاہ است از مصرع اول سال فصلی و از دوم ہجری و از سوم سمبت و از چہارم عیسوی می برآید فافہم۔

سال کا سال اس طور پر نکلتا ہے کہ ہر شعر کے اول اور آخر حرف کے عدد کو جمع کر کے لفظ طبع کے دل یعنی درمیانی حرف ب کے دو عدد کو جوڑ دینے سے ۱ ۷ ۴ ۷ ہوتے ہیں۔

(۳۰) پانڈے موہن لال ساکن بیکنٹھ پور متصل خسرو پور۔ اردو کے اچھے شاعر تھے ۱۸۰۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۸۰ء میں انتقال کیا گورنر جنرل ہیسٹنگس کے منشیوں میں تھے۔ ہیسٹنگس نے کتاب انشائے ہرکرن کا ایک قلمی نسخہ بھی ان کو بطور تحفہ دیا تھا جو ان کے ورثا کے پاس موجود تھا۔ ایک عرصہ تک پورنیہ میں قانون پیشہ کی حیثیت سے مقیم رہے اور اس پیشہ میں اس قدر فروغ پایا کہ بہت سی خاندانی ملکیت جس کو ان کے بزرگوں نے فضول خرچی سے کھو دیا تھا دوبارہ حاصل کی۔ ان کے حالات اور شاعری کا ذکر ایک مطبوعہ انگریزی رسالہ (مولفہ پانڈے رام چندر سہائے ام۔ اے۔ بی۔ ال) میں راقم کی نظر سے گزرے۔ یہ رسالہ پانڈے دیو نندن سہائے صاحب عرف ڈیوک بابو آنرری مجسٹریٹ ساکن خسرو پور نے راقم کو دکھایا جو پانڈے موہن لال کے خاندان سے ہیں۔ انہیں سے معلوم ہوا کہ زیادہ قرینہ ہے کہ اردو کلام ضایع ہو گیا لیکن ممکن ہے کہ دوسرے قرابت مندوں کے پاس کچھ محفوظ رہ گیا ہو۔

ان کا سنہ ولادت ۱۸۰۴ء جو مذکور ہوا وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا

اسلئے کہ لارڈ ہیسٹنگس سنہ ۱۸۱۳ء میں گورنر جنرل ہو کر آئے اور پانچ برس سے کچھ زیادہ یہاں رہے اس وقت پانڈے موہن لال کی عمر پندرہ سال کے قریب ہو گی اور اس عمر میں گورنر جنرل کا منشی مقرر ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۲۱) **محنتیؔ**۔ منشی ہر ہر ناتھ باشندہ عظیم آباد۔ تحفۂ انجمن رحمتی یعنی رحمتی کے مشاعرہ سنہ ۱۲۲۵ھ کے گلدستہ میں ان کو " از کہین تلامذہ جناب پیارے لال صاحب الفتیؔ " لکھا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے۔ الفتیؔ کے انتقال کے بعد یہ میر وزیر علی عبرتیؔ سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کہتے تھے۔ مشاعرہ سوم و چہارم کے گلدستوں سے ان کا کلام اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

غزل فارسی

تو با من کردگارِ من چہ کردی — چنیں بد روزگارِ من چہ کردی
چساں لا تقنطو اگر دو یقینم — نجاتم از چہ کارِ من چہ کردی
حذر کردم بہ نامشروع و ممنوع — ولے آمرزگارِ من چہ کردی
قوی می داشتم امید الفت — زبوں حالِ نزارِ من چہ کردی
چو کردم اعتراف از جرم و توبہ — عطائے خویش و کارِ من چہ کردی
دل و دیں باختم در عشق لیکن — نہ گفتی دلفگارِ من چہ کردی
ندانستم کہ چندیں بیوفائی — سخن با غیرِ یارِ من چہ کردی
رخت بینم گلِ روئے تو چینم — دگر ہیچ از تو یارِ من چہ کردی
ہدف کردی مرا از تیرِ مژگاں — چہ مشقت بر شکارِ من چہ کردی
نباشد محنتیؔ را جز تو یارے — بکن رحمے بکارِ من چہ کردی

اردو

کب تک رہوں خستہ تن ہمیشہ — مغموم بلا محن ہمیشہ
لیلیٰ کے فراق میں بصد آہ — مجنوں رہا نعرہ زن ہمیشہ
شیریں نے کیا کبھی نہ کچھ رحم — محزوں رہا کوہکن ہمیشہ
یوسف کی تلاش میں تو یعقوب — سونگھا کیا پیرہن ہمیشہ
کیا سود پڑھوں لکھوں جنوں میں — افسانۂ نل دمن ہمیشہ
اے چرخ مری مسافرت میں — کیوں ہوتا ہے راہزن ہمیشہ
ایام شباب میں روا ہے — سب رندی و بانکپن ہمیشہ
استاد کی تربیت سے مجھکو — ہے مشق و کمالِ فن ہمیشہ
یارب جلیل رحمتی کا — سرسبز رہے چمن ہمیشہ
اب عشق میں محنتی کو شیدا — سب کہتے ہیں مرد و زن ہمیشہ

در جنونم چو سر مہر بتانم دادند — طپش خاطر و صد درد نہانم دادند
تا مرا عشق بت سرو چمانم دادند — قامتش از قد شمشاد نشانم دادند
عشوہ و غمزۂ او نوک سنانم دادند — ابرو و آں مژہ تیر و کمانم دادند
در ہوایش چو مرا شور فغاں گشت فزوں — کاکل و زلفِ دوتا بند گرانم دادند
ز آتش ہجر مرا سوز و گداز است ولے — وعدۂ وصل تو ام تاب و توانم دادند
ہر چہ رفت از تو ستم نیست مرا شکوہ و رنج — حیف بر حکم قضا انچہ ندانم دادند
گفتم از ساقی کوثر کہ بدہ آب زلال — بادۂ ہوش ربا ہیچ گمانم دادند

محنتی ہرزہ مپو بادیۂ عشق بلاست
کوچۂ یار مرا جائے امانم دادند

(۳۲) دھرم منشی دھرم لال ساکن داناپور پٹنہ ۱۸۸۳ء کے قریب مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار مرتبہ عطا بہاری و عاصی بہاری میں ان کی یہ غزل شایع ہوئی تھی۔

چلا چل کوچۂ جاناں میں اے دل شادماں ہو کر — کبھی آ جائیگا وہ بھی ترے گھر میہماں ہو کر
تم اپنے کشتہ کو صاحب ذرا آ کر جلا دو تو — کہاں تم بھاگے پھرتے ہو مسیحائے زماں ہو کر
نہ تم سا خوبرو میں نے کہیں پایا زمانہ میں — بہت دیکھا زمانہ کو پھرے اصفہاں ہو کر
تمہارے حسن نور افزا نے کیں آنکھیں مری روشن — کہاں جاؤگے اے پیارے ان آنکھوں سے نہاں ہو کر
گلستاں جہاں میں بو جب الفت کی نہیں باقی — رہے یہ بلبل نالاں تباہ اب کہاں ہو کر
تپاں ہوں صورت بسمل خدا کے واسطے قاتل — لگا وہ خنجر براں کہ نکلے استخواں ہو کر
گل و بلبل کے نظارہ سے کب دلشاد ہوتے ہیں — گئے جو باغ جنت میں ہیں اس کے بوستاں ہو کر
مجھے وحشت حنائی یار کا جب یاد آتا ہے — تو اک مدت رہا کرتی ہیں آنکھیں خونفشاں ہو کر
دھرم کی آرزو یہ ہے کہ تیرے باغ سے اے گل — نہ نکلوں صورت بلبل ہوں میں باغباں ہو کر

(۳۳) فقیر۔ لالہ لوکناتھ سہائے ساکن موضع بچونا پرگنہ نرہٹ ضلع گیا۔ ۱۸۸۳ء کے لگ بھگ مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار میں ان کی غزل شائع ہوئی تھی۔

گیا ہے سیر گلشن کو جو وہ خندہ دہاں ہو کر — یہ دل کملا رہا ہے مثل غنچہ بے زباں ہو کر
مجھے درد و الم میں چھوڑ کر غیروں سے ملنے کو — چلا ہے او دل راحت فزا اب شادماں ہو کر
سنا جاتا ہے کل پھر گلبدن جائیگا گلشن میں — بھلا ہے باغ میں چلئے رہا باغباں ہو کر
ہمیشہ آپ کو ہم جان کا مونس سمجھتے ہیں — نہیں لازم ستم کرنا ندیم دشمناں ہو کر
خیال زلف میں اس کے رہا میں شام سے بے خود — نگہباں وہ رہا شب بھر مرے گھر پاسباں ہو کر

Marfat.com

نہ پرساں آپ ہے کوئی حسن کا اے یوسف ثانی — ہوا بازار ارزاں آپ کا پہلے گراں ہو کر
رسائی غیر ممکن ہو فقیر اس شاہ کے گھر میں — اگر ہے شوق ملنے کا تو جا اپنا بدل ہو کر

(۳۴) فہیمؔ - لالہ لچھمی نراین۔ محلہ دھولپورہ میں کچھ عرصہ تک مقیم تھے اور عدالت میں وکالت کرتے تھے۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کی ایک مزاحیہ غزل ایک بیاض میں جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی کی ملک ہے پائی گئی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

ہر قطرہ سرشک کو گوہر بنا دیا — آنکھوں نے اپنی ہم کو دھقتر بنا دیا
اب تم مجھے ستاتے ہو اے جان کس لئے — کیڑے تمہیں بنا دے زیور بنا دیا
ہوتا مجھے بھی قرب وہ محمل نشیں کا — اللہ نے نہ کیوں مجھے اختر بنا دیا
آتے ہیں جھوم جھوم کے اس در پہ ابر غم — آنکھوں نے میری ہتھیا نچھتر بنا دیا
فیصل ہوا نہ رنج و الم کا مقدمہ — گو دل کو میں نے ڈپٹی کلکٹر بنا دیا
کم ظلِ بوم سے نہیں پر تو وکیل کا — جس باغ پر پڑا اسے کھنڈر بنا دیا

(۳۵) پرشنؔ - منشی پرشن لال ساکن موضع پچونا پرگنہ نرہٹ ضلع گیا ۱۸۸۳ء کے قریب مشق سخن کرتے اور ان کا کلام گلدستہ بہار میں جس کو شاہ عطا حسین صاحب عطا بہاری اور شیخ محمد خیرات حسین صاحب عاصی نے قصبہ بہار سے جاری کیا تھا شایع ہوا تھا اس گلدستہ کا ایک پرچہ نمبر ۱۶۹۵ کتب خانہ مشرقی۔ پٹنہ میں اب تک محفوظ ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

چلو اب بہر استقبال اس بت کے تم اے پرشن — سنا ہے وہ چلا آتا ہے مرا مہماں ہو کر

(۳۶) اخترؔ - لالہ درشن لال صاحب۔ منشی پرشن لال کے بھائی تھے اور انہیں کے کلام کے ساتھ ان کی غزل بھی شایع ہوئی تھی ایک غزل یہ ہے۔

لکھا ہے ایک خط اس نے مجھے بھی شادماں ہوکر — کیا تحریر احوال اس میں اپنا مہرباں ہوکر
یہ ساعت بھی بہت آسن جو قاصد لے کے خط آیا — پڑھا میں نے دل و جاں سے اسے کیا شادماں ہوکر
لگاتے ہی ترے خط کو منور ہو گئیں آنکھیں — سواد خط نے بخشا نور مجھکو نور جاں ہوکر
مرے گھر میں ہوا مہمان جو وہ غیرت گلشن — کھلا میرا دل پژمردہ مثل بوستاں ہوکر
کیا اختر کو جیسا شاد اے دلبر اسی عنواں — کرو آنکھیں منور عاشقوں کی نور جاں ہوکر

(۳۴) **فطرت**۔ منشی بہاری لال ولد بابو جے کشن لال بن منشی من ہری لال بن منشی سروپ سنگھ قوم کایستھ سری باستو ساکن و زمیندار قصبہ دربھنگہ وکیل عدالت منصفی۔ صرف و نحو عربی مولوی امیر علی الہ آبادی سے اور کچھ دن مولانا امام شاہ اور مولانا بہرام شاہ سے پڑھی تھی اور فارسی میں طغرا و مینا بازار و پنج رقعہ و وقائع نعمت خان عالی و قصائد بدر چاچ و دیوان غنی و تصانیف ابو الفضل و کلیات خاقانی و دیوان انوری و نامہ علمی کا درس بھی مولوی امیر علی ہی سے لیا تھا۔ اردو شاعری میں مولوی مرشد حسن کامل مظفرپوری کے شاگرد رشید تھے۔ ۱۸۵۸ء میں وکالت کا امتحان دیکر منصب وکالت درجہ دوم حاصل کیا۔ ۱۸۷۶ء میں آنریری مجسٹریٹ درجہ سوم مقرر ہوئے۔ دوسرے سال وکیل سرکاری کے عہدہ پر کام کرنے لگے۔

۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء موافق ۱۹۳۷ سمبت میں انہوں نے کتاب آئینہ ترہت تالیف کی جس میں ترہت کے تاریخی واقعات کے علاوہ بہتیرے نامور اشخاص کے حالات بھی درج کئے ہیں۔ خود ان کے حالات اور نمونہ کلام اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ غزل ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

روئے تاباں کو جو دیکھا بولے قامت دیکھیے — آفتاب حشر تو دیکھا قیامت دیکھیے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم اور آپ چھپتے پھرتے ہیں — اپنی نفرت دیکھیے اور مری رغبت دیکھیے
جوڑتے ہیں ہاتھ ہم تم پاؤں دکھلاتے نہیں — اپنی نخوت دیکھیے اور میری منت دیکھیے
جان ہم دیتے ہیں اور تم کھینچتے ہو تیغ تیز — میری الفت دیکھیے اپنی عداوت دیکھیے
ہر گھڑی نام خدا اس بت کو رہتی ہے یہ فکر — چوٹی کنگھی کیجیے اور اپنی صورت دیکھیے
تم نے مجھی تک نہ دی اور ہم نے دل تک دیدیا — میری ہمت دیکھیے اور اپنی ہمت دیکھیے
ہاتھا پائی جب میں کرتا ہوں تو کہتا ہے وہ طفل — میری طاقت دیکھیے اور اپنی طاقت دیکھیے
ہم تو کہتے ہیں صفت اور آپ گالی دیتے ہیں — میری عادت دیکھیے اور اپنی عادت دیکھیے
بوسۂ رخسار مانگا تو یہ فرمانے لگے — جا کے منہ دھو آئیے اور اپنی نیت دیکھیے
آپ غیروں سے تو ناحق روز بحثا کرتے ہیں — اپنی عزت دیکھیے اور ان کی عزت دیکھیے
جانب آئینۂ زانو جو دیکھا بول اٹھے — مثل آئینہ کہیں ہوئے نہ حیرت دیکھیے
پیار کی نظروں سے تو کب دیکھتے ہیں آپ ادھر — چتونوں سے قہر ہی کے سوئے نفرت دیکھیے

(۳۸) **شبنم** ۔ بابو بدری ناتھ بابو بہاری لال فطرت کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے خلیق اور سلیم الطبع تھے ۔ فارسی اور اردو میں اچھی قابلیت رکھتے تھے ۔ شاعری میں مولوی مرشد حسن کامل کے شاگرد تھے ۔ اپنی ذہانت سے ایک قسم کے حروف ایجاد کیے تھے جس میں خط و کتابت بہت اچھی طرح ہو سکتی تھی ۔ آئینۂ ترہت میں ان کی کئی غزلیں مندرج ہیں بعض اشعار اس جگہ نقل کیے جاتے ہیں ۔

غیروں کو جو تم پاس بٹھاتے ہو خوشی سے — یہ رنج تو بندہ سے اٹھایا نہیں جاتا
کہتے ہیں وہ جب بوسۂ رخ مانگے شبنم — یہ وہ ہے خزانہ جو لٹایا نہیں جاتا

جو سوز دل زار لکھنے لگے　　قلم بن گیا ہے پھلجھڑی ہاتھ میں

تصور رہے شبنم جو مضمون کا　　قلم رہتا ہے ہر گھڑی ہاتھ میں

(۳۹) **فقیر** ۔ منشی کیولا پرشاد ساکن مظفر پور۔ بڑے ذی علم شاعر و ادیب اور خوش نویس تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور خوشنویسی میں خورشید رقم مشہور تھے صوفیوں سے خاص شغف اور عقیدت رکھتے تھے چنانچہ حضرت سید شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ سجادہ نشیں خانقاہ فردوسیہ فتوحہ سے مخلصانہ اور عقیدت مندانہ مراسلت رکھتے تھے۔ موجودہ سجادہ نشیں عزیزی حکیم شاہ تقی حسن بلخی سلمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں فقیر کا کچھ کلام اور دست خاص کی لکھی ہوئی وصلیوں میں فقیر کے طبع زاد اشعار اور فقیر کا ایک خط موجود ہے ان کی نقلیں آئندہ سطور میں درج کی جائیگی۔ گزشتہ سال اردو نمائش میں ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ اور اس کے ساتھ ایک مثنوی جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت لکھی ہے پیش کی گئی تھی اس کے اشعار سے معلوم ہوا کہ راجا رام نراین موزوں اور ان کے بھائی راجا دھیرج نراین ان کے بزرگوں میں تھے بعض اشعار یہ ہیں

میں احوال اپنا لکھوں مختصر　　نہیں کذب کا اس میں کچھ ہے اثر

کہ تھے از بزرگاں من رنگ لال　　دو فرزندان کو لکھوں ان کا حال

(دو فرزندوں سے رام نراین اور دھیرج نراین مراد ہیں)

دویم وارث از روے تھمینگی!　　ولے بخت سے تھا برگشتہ مندگی؟

نہیں ہے معاش و نہیں ملکیت　　مگر اک وجہ رزق زمیں کیفیت

Marfat.com

ہوے جبکہ ناظم مہاراج فرد | کہ از حاکمانِ سلف سبق برد
ہوئے تھے مہاراج معزول جب | ہوا ضبط جاگیر بھی اس سبب
مشاہرہ مقرر ہوا کچھ قلیل | کہ گزرا برس دو برس اس سبیل
ہوئے جب مہاراج بیکنٹھ باش | ہوا قبضے میں جملہ ان کا معاش
کہ تھے وارث از روے شہینگی | ریاست سے گزری بفرخندگی
کہ اسم ان کا تھا رائے نواری لال | نہ تھی کچھ کمی ان کو دولت و مال

آگے چل کر انھوں نے لکھا ہے کہ یہ نواری لال کے وارث تھے لیکن ان کی وفات کے وقت کم سن ہونے کے سبب مخالفت نے جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ فقیر کے دیوان کا کاتب اپنا نام شتاب رائے ساکن لودیکٹرہ پٹنہ بتاتا ہے کتابت ۱۲۴۷ء فصلی کی ہے اس دیوان میں ایک رباعی دیا بہادر نجفی کی بھی ہے جس کی آخر بیت یہ ہے۔

"بیہودہ نہ کر تو فکر دنیا نجفی | کر عیش جہاں میں زندگانی جب تک"

معلوم نہیں دیا بہادر نجفی کون تھے۔

کتب خانہ خانقاہ فتوحہ سے جو کلام اور وصلیاں دستیاب ہوئی ہیں ان میں فقیر کی تصنیف سے ہفت بند نعت شریف ہے جس کے صفحہ اول پر یہ عبارت ہے۔

"بعنایت الٰہی ہفت بند نعت شریف فقیر عاصی کبولا پرشاد خورشید رقمی طبع زاد خود بقصبہ مظفر پور قلمی نمود۔ ۱۲۸۶ھ ہجری

اس کا اوّل بند یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام اے فیض ذاتت باعث دنیا و دیں — السلام اے ذات پاکت رحمۃ للعالمیں
السلام اے مقصد تنزیل قرآن مبیں — السلام اے وصف شانت طٰہٰ و یٰسیں
السلام اے بارگاہت بارگاہ کبریا — السلام اے آستانت مہبط روح الامیں
السلام اے بادشاہ انبیاء و اولیا — السلام اے عقبات بالاتر از عرش بریں
السلام اے شوکت تاج و علم لوح و قلم — السلام اے جلوۂ تو نور خالق بالیقیں
نام تو تسبیح باشد ہر ملک را بر فلک — رشتۂ آں ربقۂ اسلام با حبل المتیں
سرورا ہر دو سرا از رحمتت امیدوار — رحمت للعالمینت گفت رب العالمیں
از طفیل خیر تو معدوم شد شر از جہاں — خود خدا فرمود در شانِ تو خیر المرسلیں
ورد دارد ہر نفس تنہا فقیر بے نوا — یا محمدؐ مصطفیٰ و یا علیؑ مرتضیٰ

آخری بند یعنی بند ہفتم کے بعد جلی حروف میں فقیر کی یہ رباعی ہے ان کے دستخط کے ساتھ ہے۔

ہے نقل ہفت بند وظیفہ فقیر کا — منتی ہوں پائے تخت جناب امیر کا
مولا نے وہ عروج دیا اس فقیر کو — چکرا رہا ہے ہوش فلک پر دبیر کا

(از فکر فقیر کاتب الحروف)

اس کے بعد دوسرے صفحہ پر ان کے ہاتھ کی لکھی ایک رباعی اس قدر خوبصورت نستعلیق میں لکھی ہوئی ہے کہ اگر یاقوت المستعصم زندہ ہوتا تو اس کی پوری داد دل سکتی تھی۔ دیکھنے والوں کا اس صفحہ سے نظر ہٹانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ بہر کیف اس کی نقل یہ ہے۔

بعنایتِ الٰہی

اے کنورِ عیش زیرِ فرمانِ تو باد — بر خلق و جہاں ہمیشہ احسانِ تو باد
ذاتِ تو مقدس است و مقبولِ خدا — ایں عید و ہزار عید قربانِ تو باد

(بندہ عقیدت نہاد کیولا پرشاد خورشید رقمی)

نقل خط (بنام سید شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ)

بحضور معدن النور جناب قبلہ دنیا و دین و کعبہ صداقت پیشگان واثق الیقین (زیبا) دام کہنہ و کرامتہ۔

آداب و تسلیم فدویانہ و عقیدتمندانہ بجا آوردہ عرض میرساند کہ بافضالِ الٰہی و باقبال جناب عالی مقرونِ خیریت بودہ بدعاے دولت مصروف مستدعیست پس از مدت مدید بورود مہربانے یار شفیق سراپا دانش و تمیز یعنی منشی عبدالعزیز صاحب خیر و عافیت مزاج مبارک دریافتہ شکر خداوند کریم بجا آوردہ بانفضال بندگان حضور کمترین از عوارض لاحقہ شفائے کلی یافت و آداب شکرانہ می رساند قبول خدمت بندگان عالی باد و زبانی مولوی فضل حق صاحب شنیدہ بود کہ دایرۂ دولت بندگان حضور جلوہ پیرائے ایں دیار خواہد بود حقا کہ کمال آرزو داشت مگر شومیٔ طالع محروم ساخت باز معلوم شد کہ بعد ایام برشکال قدوم فیض لزوم رونق افزائے ایں سواد خواہد بود دیدہ باید کہ آں روز کدام روز خواہد بود کہ گردِ نعلین شریف سرمۂ چشم خواہد نمود و امیدوار کہ بندۂ عقیدت نہاد حضور فیض پرنور از عنایت کریمانہ محروم نماند زیادہ حدِ ادب۔

آرزو دارم کہ خاکِ آں قدم — طوطیاے چشم سازم دمبدم

عرضی فدوی نیاز عاصی کیولا پرشاد خورشید رقمی ۴ ہم شہر ذالحجہ ۱۲۷۲ھ

از قصبہ مظفر پور۔

عرض دیگر اینکہ از ٹکٹ اکثر خطوط تلف شدہ است بنابر بلا ٹکٹ بیرنگ ارسال داشت۔

رباعی (بعنایت الٰہی)

فرض ہے مومن کو مرنا ماتم حسنین میں — اس سے بہتر مرگ کی صورت نہیں کونین میں
یا علی یہ بندہ عاجز فقیر بینوا — ہو فدا حسنین پر عشرہ کے شور و شین میں

(از فکر فقیر کاتب الحروف کیولا پرشاد خورشید رقمی)

ولہ

کہتے ہیں عزا کو کہ منع کرتے ہیں — مجبور ہیں ہم سن کے تنفع کرتے ہیں
ایماں ہے فقیر بس عزائے حسنین — کافر ہیں وہ جو اس سے منع کرتے ہیں

(از فکر فقیر کیولا پرشاد خورشید رقمی متخلص بفقیر)

فقیر کی رقعیوں کے علاوہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہفت بند کاشی کی ایک نقل بھی نظر سے گذری۔

(۴۰) **جنگ بہادر**۔ متخلص باسم خود۔ رائے کالکا سہائے رئیس اعظم موضع بھکرا ضلع مظفر پور۔ کے بیٹے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے ان کا خاندان ترہت میں بہت ممتاز تھا۔ ان کے اجداد عہد سلاطین تیموریہ میں علاقہ ترہت کے صدر قانون گو تھے خود رائے جنگ بہادر۔ انگریزوں کے عہد میں آنریری مجسٹریٹ کے عہدہ پر ممتاز تھے تاریخ ولادت تخمیناً ۱۸۳۲ء دریافت ہوئی ہے۔ ان کی تصنیفوں سے

کئی کتابیں تھیں جو اب نایاب معلوم ہوتی ہیں کلام بھی نایاب ہے۔ بڑی تلاش کے بعد ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ایک قصیدہ نظر سے گزرا جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی میں موجود ہے وہی اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

یہ قصیدہ ۱۸۶۵ء میں مظفرپور میں نمائش کے موقع پر گورنر جنرل اور حکام ضلع کی مدح میں کہا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی تصنیف سے ایک رسالہ عربی میں موسوم بہ سرور المحزونین مورخہ ۱۲۰۶ھ بھی راقم نے پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ کر دیا ہے اس سے ان کی عربی دانی اور علم تصوف سے شغف کا پتا ملتا ہے۔

قصیدہ در ذکر مدح جناب لاٹ صاحب گورنر جنرل بہادر و محامد حاکمان ضلع و ارباب کمیٹی نمائش گاہ مقام مظفرپور ضلع ترہت چکیدۂ خامۂ بندہ جنگ بہادر۔

پیدا کیا جو داور دوار نے جہاں — کتم عدم سے جلوہ خلقت کیا عیاں
علم و ہنر سخاوت و اقبال و مردمی — بخشا خدا نے عالم انساں کو بیگماں
ہر وضع ہر کسی کی نہیں یک نمط یہ ہے — بیشک کمی و بیشی ہے ہر فرد میں عیاں
جس پر کہ لطف حضرت پروردگار ہے — عنصر میں اس کے پانچوں مرکب ہیں بیگماں
شام و عراق و روم و خراساں ملک چیں — تاتار اور ختن و خطا اور سیستاں
تا وسع ڈھونڈا عقل نے عنقائے علم کو — پایا نہ غیر خطہ یورپ میں کچھ نشاں
لاریب وہ زمیں ہے گنجینۂ علوم — ہر علم و ہر ہنر میں ہے سبقت سبھوں کو واں
مینو سواد اس کو جو کہئے تو ہے بجا — یا غیرت ارم کہوں یا روکش جناں
شہر اس کے ہیں نفیس کہ رضواں بھی دیکھ کر — قطرات سلسبیل میں خجلت سے ہو نہاں

Marfat.com

شادابی اور شگفتگی نزہت فزا ہے — جس کی نسیم سے ہے معطر مشام جاں
جنت کا کیوں گماں نہ ہو انہار خلد کے — ظاہر تو ہے بدیدۂ انصاف ہمگناں
نہریں ہیں سلسبیل و مکانات قصر خلد — دوشیزگان حور ہیں غلمان کودکاں
اشجار واں کے ہمسر طوبیٰ ہیں لطف میں — سرسبزی واں کی سبزۂ رخسار دلبراں
ہے خاک ایسی مشک جسے دیکھ ہو سیاہ — ہو زرد رو مقابلہ میں جس کے زعفراں
نسرین و نسترن و چنبیلی ہیں جن کے نام — کہتے ہیں سبزہ اے مزابل اُسے وہاں
ابر بہار کا تو سدا واں قیام ہے — آیا کبھی نہیں ہے وہاں موسم خزاں
بادِ سحر میں لطف یہ ظاہر ہے برملا — ہوتا ہے خون مشک نہ نافِ آہواں
آب و ہوا وہاں کی نہایت ہی دل پذیر — ہوتے ہیں سب حسین و طرحدار مردماں
پوچھے جو کوئی دیکھا ہے تم نے کبھی ملک — جو اس طرح پہ ہانکتے ہوں لن ترانیاں
کہنے کو بس جواب یہ کافی ہے خصم سے — فردوس تم نے دیکھا ہے بلدۂ تونساں
علم و ہنر کا ذکر کروں اُن کے کیا مجال — بقراط و جالینوس ان کے ہیں جاہلاں
حکمائے ماسبق کی وہی درس گاہ ہے — علم و ہنر کا جس میں ہوا نام آور نشاں
نام ہنر سے پہلے کسی کو نہ علم تھا — اہل فرنگ سے ملا فرہنگ کا نشاں
قریوں میں اور مصروں میں اضلاع میں تمام — ذر رواج علم نے پایا بہر مکاں
کو آنکھ والے ... پشت فلک یہ درس — ہے نام سماک یہ اندھوں کا دیدباں
شاہان ماسبق کا جو کچھ اختراع ہے — اس سے انہوں کے نام ہمیشہ رہے رواں
گردوں ہے اس کے درگہ عالی کے فرش میں — ہر روز اس کے جود سے اس کی ہیں روٹیاں
نایاب مستمند ہوا اس جہان سے — دولت سے بہرہ ور ہوا ہر فرد انس و جاں
عنقا ہے اس دیار میں وہ مستمند ہے — گردن پھرا کے دیکھے جو تاروں کو یک زماں

Marfat.com

فی التمکین ممدوح

تمکیں کو اس کے عدل نے تولا جو کوہ سے — از بس کہ وہ خفیف ہوا یہ ہوا گراں
ہے رتبے میں ستاب کا اس مرتبہ علو — قطب فلک ہے جس کے مدارج کا مکتشاں
مجبور کئے خطا کو راست منجم کہا کیے — مجرائی اس کی رائے سے اکی ہوئی عیاں
لمعان نور حفص کا تاباں ہی اس قدر — تخجلت کا داغ ماہ کے چہرے پہ ہی عیاں

فی الانتظام نمایش گاہ

قانون عدل و داد کا عالم میں شور ہو — آہنگ جس کے درس کا رکھتے ہیں وداوران
پر اب تلک عوام کو اس سے خبر نہ تھی — عدل بدر کو ظلم سمجھتے ہیں کودکاں
بالفعل تو ہوا ہے نمایش کا اہتمام — آئین ... رموز کا عقدہ ہوا عیاں
اس روز عرض عام کی ہو خاصیت عجیب — ہو جنس و فصل و نوع کا جب شے نگاہباں
کیا خوب ہی وہ روز کہ جس روز میں تمام — ملحوظ شاہ ہوئیں رعایا کی خوبیاں
اشیاے نادرات و غرایب جہان کے — یکتا ہے ہر علوم و افراد سروراں
روے زمیں کو زیب ہو جس چیز سے تمام — رشک چمن ہو عکس سے جس چیز کے جہاں
باغ ارم ہو یہاں ہے نمایش کی جاے گاہ — ذات انتما جس کے بنے در پہ عزو شاں
اس روز کو جو دار جزا کہیے ہے بجا — ہر خدمتوں کا ملتا ہے انعام جیب یہاں
روے زمیں کی سیر تو کرنا محال ہے — تا نادرات صنع ہو مصنوع پر عیاں
پر جس کو شوق دید صنایع کا حق کی ہو — صدق دروں سے جاے نمایش میں ہو رواں
صنعت کی دید حق ہے کہ صانع کی دید ہو — عرفان نفس معرفت حق ہے بے گماں

در مدح ارباب کمیٹی

گو بزم میں نمود ہیں سب نیک اختراں — ہیں ماہ و خور پہ انہیں الوالعزم حاکماں

Marfat.com

کیا شان حاکمی کی جبیں سے ہے آشکار کیا نورِ عدل و داد کا صورت سے ہے عیاں

اقبال سائباں ہے دولت ہے زیرِ پا بالِ ہما کا چتر ہے اوجِ فلک مکاں

ہیں مجمعِ علوم و دنیا ہیچ جود کے دریا ممنط ہیں دستِ کرم سے گہرفشاں

رشکِ چمن ہمیشہ رہا گرچہ یہ دیار مقدم سے سروروں کے ہوا اب یہ کہکشاں

توصیف ممبروں کی اگر کچھ رقم کروں قرطاس سرفرازی سے پہونچے بہ آسماں

حکام ہیں محیط تو یہ جو سب ارہیں بستانِ عدل وہ ہیں تو یہ ہیں کیاریاں

در خاتمہ

طاقت میں تو تو جنگ بہادر بخیف ہے بس فکرِ دل پذیر تری ہو رہی جواں

میدانِ مدح کا تو اگر شہسوار ہے توریہ تیز خامہ کی اب روک لے عناں

خواہش جو ہو اسے محیط سخن کا تو بیشک جناب لاٹ یہاں ہیں ڈرکے قدرداں

ایا یہ تیرے شاہ ہو اکا دائم سلوک تھا تاج الملوک لاٹ بھی تجھ پہ ہو مہرباں

اقوامِ عالم سے یہ تعجب کہاں کروں اس چھوٹے سے زمیں کو دیا تجھے سروراں

پروردگارِ عالم و خلاقِ کائنات اس عہد و سلطنت کا ہو حرم نگہباں

تیغِ ظفر مدام ملازم ہو تخت کی سکہ رہے ہمیشہ پڑے زمیں رواں

(۱۴۱) **قدوسی** ۔ لالہ سیوک رام وکیل عدالت دیوانی شہر ٹینہ سخن شعرا میں ان کے یہ صرف دو شعر ملے ۔

جی کو نہ چین ہو سکے نہ آرام پائے دل پھر کس امید پر کوئی ترے لگائے دل

اوڑھا کے دھانی دوپٹہ بھی اپنی آؤ کبھی ایک دن تو نکلنے امیدِ غریباں سبز ہو

رائے بچہا تھہ پرشاد غنیمت کے مشاعروں کی بیاض ۱۲۷۱ھ میں ان کا کلام معہ نام و تخلص بہت کافی مقدار میں پایا گیا وہ بجنسہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

مخمس

نے خواہش انساں نہ پریزاد کریں گے
جی کو نہ غم ہجر میں برباد کریں گے
گل گشت تماشائے دل شاد کریں گے
گلزار میں نظارۂ شمشاد کریں گے
یاد اب نہ کسی کا قد آزاد کریں گے

رسوائی عالم کا اگر تجھکو نہیں ڈر
او ظالم بے رحم ذرا خوف خدا کر
اس دل کے ستانے کی سزا ہوگی مقرر
دنیا میں نہیں زور تو محشر میں ستمگر
اللہ کے آگے تری فریاد کریں گے

صحبت ہی میں گر لطف حاصل ہے مری جاں
کرنے پہ بھی جانے کے نہیں دل سے یہ ارماں
اس ذوق کے صدقے ترے اس ڈھنگ کے قرباں
حوروں میں کہاں ناز و ادا صورت انساں
جنت میں بھی دنیا کے مزے یاد کریں گے

رہتی نہیں انساں کی سدا ایک سی حالت
مہماں ہیں دو دن کے یہ سامان مسرت
یہ لطف نہ پھر ہو سکا نہ ہوگی یہ صحبت
ساقی نہ رکے دور یہ موسم ہے غنیمت
پیری میں جوانی کے مزے یاد کریں گے

غیروں کے لئے ہم سے نکر غمزۂ بیجا
غصہ دل غم دیدۂ عاشق کو نہ دلوا
دیکھ او ستم ایجاد و جفا پیشہ خدارا
ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں اچھا
ہل جائیں گے افلاک جو فریاد کریں گے

آئینہ صفت صفحۂ دل کر کے مصفا
لکھتے ہیں جو لے مد نظر صورت زیبا
قدوسی بھی لکھتے ہیں مگر دل میں تمنا
لکھیں گے سراپا شرر اس نعمت جبیں کا
کار قلم مانی و بہزاد کریں گے

غزل طرح

جان جاتی ہے نہ ہو خواہشِ جاناں پیدا ۔۔۔ سر سے پا تک [illegible] ہو نہ یہ ساماں پیدا

آج کل جانے کے ہونے لگے ساماں پیدا ۔۔۔ توشۂ راہ [illegible]

خواب میں کرتے تھے گیسوئے شکن کا خیال ۔۔۔ روز کرتے ہیں [illegible] پیدا

کچھ نہ انداز نہ لیلیٰ کے نہ شیریں کے ہیں طور ۔۔۔ کچھ نئے [illegible] پیدا

وصل کی شب ہی سحر کو بھی خداوند کریم ۔۔۔ [illegible] پیدا

آئے وہ ماہ تو ہو رونقِ مہتاب دو چند ۔۔۔ چاندنی رات میں ہو مہرِ درخشاں پیدا

راہ چلتے کبھی ہو جایا کرے یا واللہ ۔۔۔ ربط اتنا تو کرو ہم سے مری جاں پیدا

روٹھ کر ہم سے ملے جا کے جو تم غیروں سے ۔۔۔ رنج تھا اور ہوا رشکِ رقیباں پیدا

تجھ پہ بس چل نہیں سکتا ہے وگرنہ اے دوست ۔۔۔ مثل پروانے بھی کر لیتے ہیں انساں پیدا

یاد آئے جو شبِ وصل میں ایامِ فراق ۔۔۔ دل نے کیا کیا نہ کیے حسرت و ارماں پیدا

رات آغوش میں تھا یار مقابل مہتاب ۔۔۔ نسخہ مے نے کیا [illegible] پیدا

اٹھ گیا سلسلۂ مہر و وفا عالم سے ۔۔۔ دوست سے ہونے لگا دشمنیٔ جاں پیدا

تو وہ محبوب صنم ہے کہ جہاں میں تجھ سا ۔۔۔ نہ پری زاد ہوا کوئی نہ انساں پیدا

عرش سے تا بہ زمیں تجھ پہ سبھی مائل ہیں ۔۔۔ نام تو دل میں کیا تم نے مری جاں [illegible]

گرمیٔ صحبتِ اغیار ابھی دشمن ہی ہو ۔۔۔ [illegible] سے کریں ہم [illegible] پیدا

کوئی شیریں کوئی لیلیٰ کوئی کہتا ہے مجھے ۔۔۔ نام کیا کیا نہ کیے تم نے مری جاں پیدا

دل بنایا ہے [illegible] دنیا ہم کو نہیں ۔۔۔ [illegible]

بے وفا تو ہے پری زاد [illegible] ۔۔۔ اس قدر [illegible] نہیں انساں پیدا

ایک دن بھی رخِ روشن نہ دکھایا تم نے ۔۔۔ روز [illegible] پیدا

غم فرقت کی نہیں تاب ہمیں اے ندوی
یا خدا جلد ہو اب وصل کا ساماں پیدا

٭

زردیٔ رنگت سے ہر اک بھی تن مرا زر ہو گیا
تھا گدا پر عشق کی دولت تونگر ہو گیا

دیدۂ تر نے روتے آنسو کا سمندر ہو گیا
دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا

دل تصور کرتے کرتے عین دلبر ہو گیا
ذرہ ربط نور سے مہر منور ہو گیا

عشق نے آخر کو رنگ حسن دکھلایا مجھے
عرض سمجھے تھے جسے وہ عین جوہر ہو گیا

کیا تغافل ہے کبھی یہ بھی نہ پوچھا کون ہے
ہیں کئی دن آپ کے گھر بندہ پرور ہو گیا

عاشق و معشوق میں ہوتے ہیں کیا کیا اختلاط
چھو لیا دامن کو کیوں جامہ سے باہر ہو گیا

کھا لیں غم آنسو پئیں باتیں سنیں اغیار کی
یہ تری سرکار سے ہم کو مقدر ہو گیا

دشت وحشت میں ہوئی مجنوں کی جب ہم کو تلاش
ہر کہو لا نجد کی وادی میں رہبر ہو گیا

صاف میرا عکس ہے اس میں نہیں ہمسر ترا
آئینہ کو دیکھ کر کیوں تو مکدر ہو گیا

ربط دل کہتے ہیں اس کو دیکھ کر رقص آگیا
پاؤں تھرانے لگے اور سر کو چکر ہو گیا

تھا غضب کا وقت وہ پہلو سے جب دم اٹھ گیا
چلتے ہی چلتے بپا سامان محشر ہو گیا

ایک بھی ہوتا نہیں جب آپ کو دم بھر قرار
کس طرح غیروں کے دل میں آپ کا گھر ہو گیا

مل گیا دل سے ہمیں دلدار کا اپنے سراغ
طالب اپنا آپ تھا میں شوق رہبر ہو گیا

خواب میں بھی ہم تو دیکھیں گے حسینوں کا جمال
قصہ یوسف زلیخا نقش دل پر ہو گیا

جھک گئے ہم اُن سے ملے اغیار غیرت سے کٹے
قامت پر خم ہمارا ان کو خنجر ہو گیا

اس سراپا ناز کے قدموں پہ سر صدقہ کیا
قرض یہ ہم سے ادا اللہ اکبر ہو گیا

وصل کی شب گر نہیں گستاخیاں تم سے ہوئیں
کیوں خفا ندوی تمہارا تم سے دلبر ہو گیا

Marfat.com

(۴۲) **مختار** - لالہ خوب لال عظیم آبادی عدالت میں مختار کا پیشہ کرتے تھے اور اسی رعایت سے مختار تخلص کیا تھا۔ رائے بچناتھ پرشاد غنیمت کے مشاعرہ ۱۲۷۱ھ کی روئداد میں ان کا ذکر اور یہ غزل پائی گئی۔

گر کروں نظم میں صفتِ رخِ جاناں پیدا — مطلعِ نور سے ہو مطلعِ دیواں پیدا
سرو قد تو ہے دہن غنچہ ہے عارض گل ہے — تو نے اے شوخ کیا حسنِ گلستاں پیدا
قدِ موزوں سے ترے اس کو بھلا کیا نسبت — یہ نزاکت کو کرے سروِ گلستاں پیدا
جاتے ہی فصلِ بہاری کے خزاں کے باعث — تختۂ گل میں ہوئے خارِ مغیلاں پیدا
جوش پر آئے ہمارا جو یہ سیلابِ سرشک — کشتیِ نوح سے ہوئے ابھی طوفاں پیدا
ضبط ہر چند کیا سوزِ دروں کو لیکن — دیدۂ تر نے کیا یہ غمِ پنہاں پیدا
شعرِ مختار کی لازم ہے سخن دانوں کو — پھر نہ ہوگا کبھی ایسا کبھی سخنداں پیدا

(۴۳) **شاد** - بابو گنگا پرشاد عظیم آبادی۔ رائے بچناتھ پرشاد غنیمت کے مشاعروں کی روئداد ۱۲۷۱ھ میں ان کی یہ غزلیں ملیں زیادہ حالات معلوم نہیں۔

جلوہ گر جس گھر میں تو اے ماہِ انور ہو گیا — ماہ ہر روزن ہوا ہر ذرہ اختر ہو گیا
کس طرح آوے جوابِ نامہ نہ دید ہو — بلبلِ شیدا گل رخ کا کبوتر ہو گیا
فصلِ گل میں کیوں نہیں ملتا ہے بلبل کا دماغ — بیٹھنے سے گل پہ کیا سرخاب کا پر ہو گیا
تو خدائے حسن ہے ملنا ترا معراج ہے — پاس تیرے جو گیا بیشک پیمبر ہو گیا
آتے ہی فصلِ بہاری کے ملا جامِ شراب — گل کی کلیوں سے لبا مے کو بھی کیا ہو گیا
غیر سے تو ملتفت ہے ہم کو حسرت ہی رہی — جس کو تم ناچیز سمجھے تھے وہ ہمسر ہو گیا
سن کے میرے شعر کو کہنے لگے اہلِ سخن — شاد بھی اس عمر میں کیا ہی سخنور ہو گیا

(۴۴) تاجر۔ دلکا پرشاد عظیم آبادی شاگرد منشی ہیرالال شکیب
تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ایک شعر پایا گیا۔ ان کی تین غزلیں رتنی کے
گلدستہ سوم و چہارم (۱۸۹۳ء) میں موجود ہیں۔ دو اس جگہ نقل کی جاتی ہیں

لشکر ہے اپنے ساتھ غم و رنج و آہ کا
اندوہ و یاس ہے کہ رسالہ سپاہ کا

پیدا ہے رنگ عکس سے بخت سیاہ کا
یا چھا گیا فلک پہ دھواں میری آہ کا

گر ہے یہی طریق تری رسم و راہ کا
اٹھ جائیگا رواج زمانے سے چاہ کا

بے سوز دل ہے اب تو نہ شعلہ نہ آہ کا
بجھتا ہوا چراغ ہوں میں صبح گاہ کا

اس چشم سرمگیں پہ نہ کس کس کا دل لیا
کشتہ نہیں ہے کون خدنگ نگاہ کا

یوں ہی رقیب ناز اٹھائیں گے آپ کے
معلوم ہوگا حال مرے بعد چاہ کا

خستہ کیا خراب کیا مجھکو تسپہ بھی
اب تک نہ جی بھرا فلک کینہ خواہ کا

پیری ہی تو راہ عشق میں کی کچھ نہ رہبری
کیا خضر ساتھ دیویں گے گم کردہ راہ کا

سینہ میں نیمچہ لیا بسمل ہائے بلیاں
یہ دل ہدف ہوا کسی تیر نگاہ کا

ابرو کے بوسہ پر میں سزاوار قتل ہوں
خود اعتراف مجکو ہے اپنے گناہ کا

پہروں در نگار رقیبوں کے جایا نہ کیجئے
کچھ بھی تو کہنا مانئے اس خیر خواہ کا

اک عمر تک یوسف کنعاں کی تلاش
کتنے دنوں جھکا رہے برا ہے چاہ کا

نالے سے مرے چھید کے دل کو نکل گیا
اللہ رے تور آپ کے تیر نگاہ کا

رنج شب فراق میں اندھیرا رہے
آتا یہ گھیر گھیر کے ابر سیاہ کا

رسوائی کریگا یہ دل ہم سے ایک دن
کرتا ہے بے سبب نہیں کیا آہ آہ کا

ملک عدم میں اپنا ہو جینا محال ہے
منزل ہو دور سر پہ ہو بوجھا گناہ کا

منہ دیکھنے کی ان کے تو صورت نہیں ہے
پردا سا پڑ گیا ہے تجھ میں نگاہ کا

اس آسماں نے خاک میں سب کو ملا دیا — باقی نشاں گدا کا رہے نے بادشاہ کا

کہتے ہیں ابر تر جسے وہ میرا اشک ہے — بجلی ہے جس کا نام وہ شعلہ ہے آہ کا

احساں ہے موت کے مجھے تو نے بچا لیا — قاتل بچا ہے اس تری تیغ نگاہ کا

گر کر کنویں میں جان میں دوں گا ایک دن — یوں ہی رہا جو شوق زنخداں کی چاہ کا

آئے عدم سے ہستی میں تھے خالی ہاتھ ہم — اور یاں سے لے چلے ہیں ذخیرہ گناہ کا

دونوں ہیں سامنے ترے منصفا کا تو ہے — کیا منہ ہے اس کے سامنے خورشید و ماہ کا

واعظ چھڑا یا چاہتا ہے شغل عشق تو — یہ شغلہ جو ہے تجھے شام و پگاہ کا

یہ کشتگی بخت کا دیکھ یہ ہے اثر — پھرنا مری نظر سے تمہاری نگاہ کا

ہرگز کفن سوا تو نہ کچھ ساتھ لے گیا — اک شور تھا جہان میں جس کی سپاہ کا

خاک لحد سے نرگس شہلا ہوئی نمود — کشتہ جو تھا کسی کی نگہ سرمہ سا کا

ہے دل کے آئینہ میں تری شکل جلوہ گر — کس واسطے تھا دل میں احساں [illegible] کا

غالب یہ وہ غزل ہے کہ فیض شکیب سے — بزم سخن میں شور ہے واہ واہ کا

دیگر

ممکن نہیں ہم سے کہ کبھی ترک وفا ہو — ہر چند دل اپنا ہدف تیر جفا ہو

اے جذب محبت تری تاثیر سے کیا ہو — خود آپ کے ملنے وہ بت [illegible]

انساں ہو پری ہو کہ سب سے جدا ہو — [illegible]

اے زلف معنبر تری کیا ہم سے خطا ہو — [illegible] مشک [illegible]

اچھا نہیں ہوتا مرض عشق کا بیمار — [illegible]

کیا جرم و گنہ کیا میری تقصیر خطا ہے — [illegible]

کیا حسن [illegible] ادب [illegible] — [illegible]

بے وجہ نہیں اس فلک پیر کو گردش — عاشق یہ جوانی پہ کسی کی نہ ہوا ہو

منظور نظر ہووے تو لے جاؤ اڑا کر — حاضر ہے یہ دل دیکھتے کیا سوچتے کیا ہو

تنگ ہے دل گم گشتہ یہ اپنے تو یہی ہے — اس زلف مسلسل میں الجھا نہ رہا ہو

چلتے تو ہو اٹکھیلیوں کی چال مری جاں — خلخال کی آواز سے محشر نہ بپا ہو

سینے سے لپٹ جاؤ جو لے کان ملاحت — پھر کیوں نہ یہ زخم دل صد چاک ہرا ہو

ہر بات پہ تم شر کرتے ہو ہر دم ہو الجھتے — کہہ بیٹھیں جو کچھ ہم بھی تو کیا جانیے کیا ہو

کیا جانتے تھے کہ مکر جائیں گے یہ دل — کس طرح نکلے جی میں کسی کے جو دغا ہو

کر بیٹھے یوں ہی عشق بتاں سمجھے نہ بوجھے — اب تڑپو پڑے حضرت دل اور گرا ہو

ہم عشق بتاں چھوڑ تو دیں حضرت ناصح — پر عمر بسر ہونے کی صورت کہو کیا ہو

لائی نہ کبھی نکہت گیسوئے معنبر — چل دور ہو اے باد صبا یاں سے ہوا ہو

تم وہ ہو کہ تم پر ہیں فدا ہم سے ہزاروں — غیرت کی جگہ ہے کہ تم غیر کو چاہو

کیونکر کف افسوس نہ حسرت سے ملے وہ — دل جس کا تری اٹھتی جوانی پہ لیا ہو

عاجز نہ رکھو چشم وفا ماہ رخوں سے — جب تک کہ بنے تم سے محبت کو نباہو

بغیر دیدار روئے جاناں تڑپتے یونہی رہا کریں گے — اجل تو جھگڑا چکا دے اپنا فراق میں جی کے کیا کرینگے

یہ حسن والے کسی پہ اے دل کبھی نہ مہر و وفا کرینگے — دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے

کیے جو اس بت نے مردے زندہ لگے سب آپس میں ملکے کہنے — دکھی ہیں یہ حسن معجزہ ہے ہمیشہ مردے جیا کرینگے

ہے درد پہلو کی اب تو شدت بہت یونہی ہے ہماری حالت — اجل تو آجا کہ ہوئے صحت کہاں تلک دکھ سہا کرینگے

بتوں کو سمجھے تھے ہم تو دلبر یہ نکلے یارا تو سخت پتھر — نہ جانتے تھے کہ دل کو لیکر یہ ہم سے ایسی دغا کرینگے

بھرا ہے دل میں بخار کلفت تپ جدائی کی ہے حرارت — اگر ہے سوز دروں سلامت دھوئیں سے اٹھا کرینگے

نہ بک تو بیہودہ ناصح اتنا دماغ میرا عبث نہ تو کھا — نچوڑیں گے ہم نہ جیتے ما غم والم سب ہوا کرینگے

کرو جو جور و جفا سو کم ہے نہیں کچھ اس کا مجھے الم ہے — قسم ہے جب تک کہ دم میں دم ہے تو ہم کبھی نہ ترک وفا کرینگے
کیا دل و دیں کو تم پہ صدقے عزیز کچھ بھی رکھا نہ تم سے — یہی ہے تو اک جان حزیں ہے اسے بھی اک دن فدا کرینگے
اٹھیں گے عشاق خاک میں سے پھر یاد دانے کو مکواب — جو یوں ہی ایجان و زار و شب یہ تیرے گیسو بنا کرینگے
جلیں گے لڑکیں بہت ادائی سے چلتے ہیں بانکپن سے — جوان نام خدا جو ہونگے تو اک قیامت بپا کرینگے
یہ جوش پر اشک کا ہے جیحوں ہو گئے غرق کوہ و ہامون — بہے گا شکل حباب گردوں یونہی تو طوفاں اٹھا کرینگے
یہی ہیں گر ولولے جنوں کے تو بھر کے دامن میں سنگ ریزے — پھریں گے ہر اک طرف سے لڑکے ہمارے در پے ہوا کرینگے
جنوں کے ہاتھوں سے تنگ آئے بہار تیری ٹانکے ٹوٹے — رفو ہو کیونکر طرح زخم دل کے یہ چاک کب تک سیا کرینگے
نہ کر تو عاجز نہ ہوں گے الفت یہ دیکھ انکی بھولی صورت — کریں گے کب تجھ سے یہ محبت ہمیشہ جور و جفا کرینگے

(۴۵) نسیم۔ بابو ہر ہر چرن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہیں۔ راجہ بیجناتھ پرشاد سنگھ کے مشاعرہ سنہ ۱۲۷۱ھ کی بیاض میں ان کی یہ غزلیں پائی گئیں۔

دست رنگیں کا ترے مجکو جو سودا ہو جائے — ید بیضا مجھے ہر آبلہ پا ہو جائے
نرگسی چشم کو کل اس کے جو دیکھوں میں کہیں — خار آنکھوں کے تلے نرگس شہلا ہو جائے
آہ کی ذلت میں ان آنکھوں کو روا رکھتا ہوں — کوئی جاناں کہیں سیل سے دریا ہو جائے
بیٹھے معلوم ہوں یہ سرو بھی باغ میں سب — گر تصور میں کہیں وہ قد بالا ہو جائے
چشم جادو کے اشارے سے جیتے ہیں مردے — منفعل دیکھ کے کیونکر نہ مسیحا ہو جائے
یوں نظروں سے جو پھر کر کبھی دیکھے قاتل — طرفۃ العین میں عالم تہ و بالا ہو جائے
دل بیمار تب ہجر کو کہتے ہیں طبیب — شربت وصل پلا دو ابھی اچھا ہو جائے
گردش چشم سیہ مست کو دیکھے ساقی — جام صہبا کا نظر اسے دھوکا ہو جائے
شوخی غنچہ بہت دیکھ رہا ہوں میں نسیم — باغ میں ہنس کے وہ بولے تو یہ سودا ہو جائے

ایضاً

دل میں ہے عکس خم زلف پریشاں پیدا — بال آئینہ میں ہوتے ہیں نادان پیدا
کیوں شہادت کے لئے لوگ تمنا نہ کریں — زخم بھی ہوتے ہیں اس تیغ کے خنداں پیدا

گل داغ اس نے ہزاروں ہی دئے ہیں مجھکو
شکر ہے دل میں ہوا ایک گلستاں پیدا

کیا ہیں تشبیہ دوں لعل لب جاناں سے اسے
ایسی رنگت تو کرے لعل بدخشاں پیدا

کیوں ستاتے ہو بس آجاؤ گلے لگ جاؤ
کر چکے تم تو بہت فتنے مری جاں پیدا

شوق مژگان ستمگر کے جو موت آئی تھی
مرے مدفن سے ہوئے خار مغیلاں پیدا

سے پریزادوں سے اب تم کو تعلق [illegible]
تم بھی دنیا میں ہوئے رشک سلیماں پیدا

ٹیڑھی ٹوپی جو ہے سر پہ تو کہیں [illegible]
خوب اک طرز نئی کی تم نے مری جاں پیدا

ان کی رفتار سے تشبیہ دیا ہے غافل
یہ بھلا ہے تو کرے کبک خراماں پیدا

آنکھ دکھلائی ہے کیا اس نے چمن میں جا کر
نرگسیں ہوتی ہیں کیوں باغ میں حیراں پیدا

اے تصور تری اتنی تو عنایت رہے
جب خیال آئے تو ہو جلوہ جاناں پیدا

مر رہا ہوں غم فرقت میں تجھے ہے یہ گریز
اوری کچھ بھی تو کر الفت انساں پیدا

خواب دیکھا ہو زلیخا کی طرح میں نے نسیم
میری نظروں میں ہوا جلوہ جاناں پیدا

(مندرجہ ذیل غزل اول ورق غائب ہونے سے نا تمام ہے)

خال و خط کی اس کتابی رخ کے مجھکو ہے حیا
پارہ پارہ کیا مجھے قرآن ازبر ہو گیا

کیا کہوں سوز تپ ہجراں کی گرمی الاماں
آبلہ دل کا مرے ہر ایک اخگر ہو گیا

جب کہا ہم نے کہ [illegible]
ہنس کے بولے [illegible] یہ کیونکر ہو گیا

اے جنوں سودا ہو کس محبوب سیم اندام کا
[illegible] زیور ہو گیا

نامہ بر کی کچھ نہیں حاجت ہے مجھکو اے پری
شوق سے نامہ [illegible] کبوتر ہو گیا

مر کے مصرعہ کو [illegible] باغباں
گر تمہارے قد موزوں کے برابر ہو گیا

بن ترے [illegible] گل گشت کو
خار آنکھوں میں ہمارے ہر گل تر ہو گیا

سوز غم مکتوب کو نامہ میں مرے [illegible]
مرغ نامہ بر [illegible] سمندر ہو گیا

Marfat.com

یاد میں میں اس کتابی رخ کے ایسا کھل گیا ۔۔۔ استخواں پر ایک مہرا تار بستہ ہو گیا
کیا کہوں وجہ غبارِ خاطرِ نالاں نسیم ۔۔۔ آجکل وہ تند خو ہم سے کدر ہو گیا

(۴۶) غنیمت ۔ رائے بیجا ناتھ پرشاد خلف رائے کوسل سنگھ عظیم آباد اردو شعر و شاعری سے خاص شغف رکھتے تھے۔

انھوں نے اپنے مکان پر سنہ ۱۲ ھ میں بڑے دھوم دھام سے مشاعرے کئے تھے۔ دو شاعروں کی غزلیں تاریخ مشاعرہ اور شعراء کے نام و تخلص کے ساتھ ایک بیاض میں راقم کی نظر سے گذری ہیں ان شاعروں میں عظیم آباد کے اکثر شعراء شریک ہوئے تھے۔ غنیمت کی غزلیں اسی بیاض سے نقل کی جاتی ہیں۔

تو نے کل لاکھوں پہ صورت جو ذرا دکھلا دی ۔۔۔ چاک داماں کئے غنچہ جو تب دکھلا دی
گرمی آتش لب دو حنا دکھلا دو ۔۔۔ جا کے گلشن میں گلوں کو تماشا دکھلا دو
رات بھر نیند نہیں آتی ہے بیتابی سے ۔۔۔ اب تو منہ جاناں سا لئے [illegible] دکھلا دو
سینہ کر چاک دکھاؤں نہیں دل ہی نہیں گیا ۔۔۔ ہنس کے بولا کہ بہت خوب ذرا دکھلا دو
منہ کی خوبان پر یہ رکو [illegible] ۔۔۔ آج چلا کوئی [illegible] دکھلا دو
بند ناقوس کی آواز ہوئی نالوں سے ۔۔۔ اب صنم جا کے [illegible] ذرا دکھلا دو
گر نہیں دام میں لاتا جو کسی وحشی کو ۔۔۔ زلف پر پیچ [illegible]
چال میں کہ دے تیری چال سے جی اٹھتے ہیں ۔۔۔ ہو بیا [illegible]
زلف بکھراؤ ذرا چہرہ نورانی پر ۔۔۔ اس [illegible]
صاف ہر ذرہ میں جو صورت جاناں پیدا ۔۔۔ تو [illegible]
تیرے دانتوں کے تصور میں دہن والا ۔۔۔ [illegible]
کیا نہیں گریہ شبنم [illegible] ۔۔۔ [illegible]

گل بھی دیوانے ہوئے کیا ترے اے رشک چمن
پھاڑنے کے لئے کرتے ہیں گریباں پیدا

دیدۂ دل سے اسے دیکھوں تمنا ہے یہی
خانۂ چشم میں ہو جلوۂ جاناں پیدا

کیا میں تشبیہ دوں سلکِ دُرِ دنداں سے ترے
آبداری تو کرے گو ہر غلطاں پیدا

فرقتِ یار میں روتا ہوں غنیمتؔ دن رات
ہوئے ہیں رونے کو بس دیدہ گریاں پیدا ✤

جب مرے دل کو خیال ماہ پیکر ہو گیا
آہ آتش بار کا ہر شعلہ اختر ہو گیا

واہ رے تاثیر جذب نالۂ شبگیر کی
آج میرے گھر میں سو سو بار دلبر ہو گیا

کیا ہی طوفاں خیز ہو لے حشر موج آستیں
دامن دریا بھی اب تو اشک سے تر ہو گیا

اس قدر صدمے اٹھائے تیری فرقت کے صنم
دل ہمارا چوٹ کھاتے کھاتے پتھر ہو گیا

بے کلی مجکو شب ہجراں رہی اے رشک گل
خار جائے فرش گل ہر تار بستر ہو گیا

کس پری پیکر کا سودائی ہوں اے جوشِ جنوں
خانۂ زنداں مرے رہنے کو کیا گھر ہو گیا

اے غنیمتؔ اب بقول آتش رنگیں بیاں
دل ہمارا صبر کرتے کرتے پتھر ہو گیا ✤

(۴۷) **شادؔ**۔ بابو سیتا پت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔ ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ ۱۲۷۰ھ میں پائی گئیں وہ اس جگہ بجنسہٖ نقل کی جاتی ہیں۔

بعد مدت یہ ہوئی صحبت یاراں پیدا
تازہ مضمون کرے شادؔ سخنداں پیدا

عرض ہے جوہر عارض کا ترے چہرۂ نور
تیرے کوچہ سے ہوا روضۂ رضواں پیدا

گر کھلیں لعل گہربار ترے دریا میں
رنگ یاقوت کرے گوہر غلطاں پیدا

سبزۂ خط کی رخ یار پہ ہے تازہ بہار
فصل گل آئی ہوا باغ میں ریحاں پیدا

باغ میں دست حنائی جو تو دکھلائے
سرو کی شاخ سے ہو پنجۂ مرجاں پیدا

پرتو رخ سے ہر اک ذرہ ہوا مہر منیر
ہر ستارے سے قمر کرتی ہے افشاں پیدا

شاد دل شاد ہو آتی ہے چلی فصلِ بہار ✽ گریہ ابر سے ہوگا گل خنداں پیدا
ہمیں کیا کام گل کے لیے کس جائیں گلستاں میں ✽ خدا کے گل رخاں ہیں بستے ہیں کوچے حسیناں میں
یہ ممکن تھا کہ ہوتا ایک عالم تابع فرماں ✽ کھدا ہوتا نام تیرا اے پری مہر سلیماں میں
کوئی ساقی سے کہہ دے آئے گلشن میں ہوا آئی ✽ مئے گلگوں کا پینا لطف دیتا ہے گلستاں میں
خدائی میں ہوئے بدنام کافر لوگ کہتے ہیں ✽ ترے عاشق ہوئے جب تو آیا فرق ایماں میں
غزالوں سے تری آنکھوں کی نسبت نامناسب ہے ✽ کہ ناطق اور مطلق کا ہے فرق انسان و حیواں میں
بیک ہمہ پھر گئے آنکھوں میں ایامِ شب وصلت ✽ گل و بلبل کو دیکھا ہم نے جب باہم گلستاں میں
سخن سنجی کا ہے صلہ دعائے شاد کہتے ہیں ✽ ملا دیتے ہیں اپنی نظم کو ہم نظم سحباں میں

(۴۸) فرد۔ بابو کالی بت عظیم آبادی۔ غالباً یہ وسیتا بت شاد کے قرابت مند تھے ان کی غزلیں مع نام و تخلص راجہ تیجا نند پرشاد سنگھ کے مشاعرہ (سنہ ۱۲ھ) کی بیاضوں میں پائی گئیں جو اس جگہ بجنسہ درج کی جاتی ہیں۔

طاق ابرو سے ہوا کعبۂ ایماں پیدا ✽ بدلے زمزم کے ہوا چاہِ زنخداں پیدا
ٹھوکریں کھا کے ہوں پامال اگر وحشی دشت ✽ چال تیری جو کرے کبک خراماں پیدا
مہندی ملوا کے رنگینیوں سے جلایا ہم کو ✽ یہ نیا رنگ کیا تم نے مری جاں پیدا
حسن کا یوسف کنعاں کے فقط شہرہ تھا ✽ تیرا ثانی نہ ہوا پر کوئی جاناں پیدا
ملی اس شوخ سمن بو نے جو مہندی تو کھلا ✽ شاخ نسریں سے ہوا غنچۂ مرجاں پیدا
عکس اس مہ جبیں کا جو پڑا پانی میں ✽ برج آبی سے ہوا مہر درخشاں پیدا
نظم پیرائی جو منظور رہے تم کو اے فرد ✽ ابتدا ہی سے کرو طرزِ سخنداں پیدا
کوئی وحشت زدہ مجھ سا نہ ہوگا دور دوراں میں ✽ نہ آرام چین ہے گھر میں نہ آسائش بیاباں میں
سمجھ کر آشیاں بلبل لگا تا شاخ پر گل کی ✽ لگے ہیں دیکھ جا پھندے رگِ گل کے گلستاں میں

کلی بیلے کی پتوں میں چھپا لے شرم سے منہ کو
تمہارے دانت کھل جائیں اگر گلگشت بستاں میں

دل آرا ہیں بتی پہ خدا کے حسن کی صورت
تصور یوں ہی اک بت کا ہے میرے دیدۂ جاں میں

نہ دیکھا دیدۂ انصاف نے تجھسا کوئی دلبر
برنگ شمع گو جلتا رہا بزم حسیناں میں

تمہارے دست رنگیں کی نزاکت دیکھ کر جانی
نہ کیوں مرجاں چھپا لے منہ کف دریائے عماں میں

ہنسے گا فرد کو کچھ غم جو تو نظروں سے غائب ہے
تری شکل آئینہ و حیرت ہی ہے چشم حیراں میں

(۴۹) حشمتی۔ لالہ ماتا دین کایستھ سری باستو عظیم آباد کے مشاہیر شعرا میں تھے عرصہ تک مظفر پور میں منصفی کے عہدہ پر فائز رہے اور ۱۸۸۹ء میں گیا میں صدر اعلیٰ تھے۔ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔ میر وزیر علی عبرتی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ خان بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب محب بی اے۔ بی ایل ساکن بالی وزیر گنج سے بہت ربط رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنی تصنیف خمسۂ کاملہ میں لکھا ہے کہ لالہ ماتا دین محرم کی مجلسوں میں شریک ہوا کرتے ہیں اور انہیں کی سعی سے میر ہادی وحید صاحب ۱۸۸۱ء میں گیا تشریف لائے اور سال بسال آیا کئے لالہ صاحب ائمۂ اطہار سے خاص عقیدت رکھتے تھے چنانچہ خمسۂ کاملہ میں ان کی یہ رباعی بھی درج کی ہے۔

خوشا وہ لوگ جو آئے ہیں بزم ماتم میں
خوشا وہ ہاتھ جو پیٹے حسین کے غم میں
وہ دل ہو خاک نہ جس میں ہو اہل بیت کا غم
وہ آنکھ پھوٹے جو رویا نہ ہو محرم میں

تذکرۂ سخن شعرا میں ان کا ذکر اور یہ شعر پایا جاتا ہے۔

دیکھیں گے حسن حور تو پھسلے گا دل ضرور
جنت میں بھی یقیں ہے نہ آرام پائے دل

لالہ بجناتھ پرشاد غنیمت کے مشاعروں کی بیاض (۱۲۷۱ھ) میں انکی یہ غزلیں ملیں۔

ہم بغل اگر تو وہ خورشید پیکر ہو گیا
داغ تھا جو اپنے سینے میں وہ اختر ہو گیا

کیا قیامت ہے دوپٹا زعفرانی آپ کا
جس نے دیکھا آپ کو جامہ سے باہر ہو گیا

جتنا روتا ہوں ہری ہوتی ہے اس سے کشتِ غم
دامنِ ابرِ بہاری دیدۂ تر ہو گیا

اس نے وہ آنکھیں لڑائیں چوٹ یاں دل پر لگی
تیر کی آنکھوں کا ڈھیلا مجھکو پتھر ہو گیا

ایک گل جب یار دوشِ باد صرصر ہو گیا
بلبلوں کے ہوش اڑنے کے لئے پر ہو گیا

تیرے تلوے میں نازک گل سے بھی اے نازنیں
موج نے گل کا جھونکا مجھکو پتھر ہو گیا

تو نہیں آتا کسی صورت سے یہ ٹلتا نہیں
کیا غم ہجراں مجھے چھاتی کا پتھر ہو گیا

اڑتی پڑتی یہ خبر اک صبا نے دی مجھے
خط کے آثار اڑ گئے پڑنے لگو تر ہو گیا

زندگی کا لطف مجھکو جان دینے میں ملا
آب حیواں مجھکو قاتل آب خنجر ہو گیا

بے ترے اے بحر خوبی جب نہانے میں گیا
حلقۂ گرداب دریا مجھکو خنجر ہو گیا

یاد میں اک بادہ کش کی دل فنا ہونے لگا
دور جام مے مری نظروں میں خنجر ہو گیا

سخت جانی نے مری اس کو پشیماں کر دیا
ہاتھ میں قاتل کے پانی پانی خنجر ہو گیا

بزم میں دیکھا جو مجھکو اس نے آنکھیں پھیر لیں
ہائے کیا برگشتہ آج اپنا مقدر ہو گیا

آگ پانی میں لگاتا ہے ہمارا سوزِ دل
اشک کا قطرہ جو نکلا وہ اخگر ہو گیا

حسرتیں جو دل کی تھیں سب گھٹ کے دل میں رہ گئیں
وہ نہ آئے اور مرا وعدہ برابر ہو گیا

تیغ قاتل کی بدولت اپنا پردہ رہ گیا
زخم دامن وار چھپتے چھپتے پیادہ ہو گیا

خلق کے طعنے سنتے سنتے آ گئے در در پھرے
جو نہ ہونا تھا وہ سب اے بندہ پرور ہو گیا

دشت میں مجھ ناتواں کو خوب سرگرداں کیا
دورِ جامِ مست ایاغ عمر کو ساغر کر دیا

سینہ تو ٹوٹے ہوئے ماتم سے مرا اے تشنہ بی
ایک دل باقی تھا وہ بھی درد کا گھر ہو گیا

گرے گل پیرہن کی جب بو آئی گلستاں میں ‌ ‌ ‌ اڑا رنگ چمن غنچوں نے منہ ڈالا گریباں میں

مرے مٹی میں رکھا کر یادِ رنگ سبز جاناں ہیں ‌ ‌ ‌ بنایا چاہیئے مدفن ہمارا کشت دہقاں ہیں

یہ کس وحشت زدہ کی خاک ہے مرنے پہ گرد اُڑی ‌ ‌ ‌ بگولا بن کے اڑتی پھرتی ہے دشت بیاباں میں

جہاں جو رنگ ہو ویسا ...... لطف دیتا ہے ‌ ‌ ‌ بگولا دشت میں ہو جائے نکہت ہو گلستاں میں

مہک سیر کو جانے کی منا ہی کون کرتا ہے ‌ ‌ ‌ نسیم صبح کا مانع نہیں کوئی گلستاں میں

شکر خوروں کو دیتا ہے شکر اللہ اے زاہد ‌ ‌ ‌ شراب پاک ہے رندوں کا حصہ باغ رضواں میں

سنگھا کر جیسے زلف عنبریں ان کو ہار دے ‌ ‌ ‌ ترے دیوانوں کو اکثر غش پہ غش آتے ہیں زنداں میں

نظر بازی کا لپکا قید میں بھی مجھکو رہتا ہے ‌ ‌ ‌ جڑی ہیں اپنی آنکھیں روزن دیوار زنداں میں

نہ دیکھا جیتے جی صیاد گلشن کی اگر رخصت ‌ ‌ ‌ موئے پر خاک بلبل اڑ کے پہونچے گی گلستاں میں

صبا کیوں تنگ مجھکو میری طرح آوارہ پھرتی ہے ‌ ‌ ‌ مگر اس کا بھی دل الجھا کسی کی زلف پیچاں میں

تری زلفوں سے کیا تشبیہ دوں یہ کب مقابل ہیں ‌ ‌ ‌ نہ ایسے خم ہیں ریحاں میں نہ یوں عشق پیچاں میں

تصور رات دن رہتا ہے خوش چشموں کا آنکھوں کو ‌ ‌ ‌ ہوا ہے آشیاں مرغ نظر کا نرگستاں میں

تجھے کہتے نہ تھے ہم زمزمہ سنجی نہ کر بلبل ‌ ‌ ‌ تری آواز پر صیاد دوڑ پہونچا گلستاں میں

مریضان محبت ہوں دوا کے کس لئے طالب ‌ ‌ ‌ مسیحا جو مزا ہے درد میں وہ کب ہے درماں میں

کیا ہے حسن نے زخمی مجھے تیغ تبسم سے ‌ ‌ ‌ گل خنداں کا عالم ہے ہمارے زخم خنداں میں

❖

تشمنی رٹتے ہو کیوں ہیں ماہ پیکر سیکڑوں ‌ ‌ ‌ دل سلامت ہے تو مل جائیں گے دلبر سیکڑوں

گندمی رنگ ان کا کیا ہے اک بلائے جان ہے ‌ ‌ ‌ آسیائے عشق میں مرتے ہیں پس کر سیکڑوں

شکل میری دیکھ کے کہنے لگے وہ ناز سے ‌ ‌ ‌ ایسے دیوانے پڑے پھرتے ہیں در در سیکڑوں

کر دیا ضبط فغاں نے جا بجا سینہ کو چاک ‌ ‌ ‌ ہو گئے دل کی نظر بازی کو اب در سیکڑوں

آپ کی ڈیوڑھی تھی کیا کوئی زیارت گاہ ہے ‌ ‌ ‌ جب نہ تب دیکھو کھڑے رہتے ہیں زائر سیکڑوں

دست رس پائے نگاریں تک نہیں تو نا نصیب — مر گئے مثل حنا عشاق بس کر سیکڑوں
حشمتی باز آؤ اُس سے جی لگاؤ اور سے — حور وش لاکھوں پڑے ہیں ماہ پیکر سیکڑوں

❖

خندۂ گل سے ہی رمز دل نالاں پیدا — چاک بلبل سے ہوا ہے یہ گلستاں پیدا
دہنِ غنچۂ گل سے یہی آتی ہے صدا — چاک کرنے کو ہوا ہے یہ گریباں پیدا
مردم دیدہ نہ اُس پردہ نشیں کو گھوریں — چادر اشک کرا اور دیدۂ گریاں پیدا
جان آئے تن بے جاں میں جو آجائے بہار — ہو رگ ابر بہاری سے رگِ جاں پیدا
کشتۂ ناوکِ مژگان ستمگر ہوں میں — کیا عجب خاک سے میری ہو نیستاں پیدا
مرے دم تک ہے تیرے کاکل پیچاں کا یہ بل — پھر نہ ہوگا کوئی سلسلہ جنباں پیدا
رفتہ رفتہ غم فرقت میں ہوا اپنا وصال — بڑھ کے کی درد نے خاصیت درماں پیدا
مار رکھا ہے حسینوں کی اداؤں نے مجھے — روز ہوتے ہیں نئے جان کے خواہاں پیدا
صدمے کچھ کم تو نہ تھے گور کی اندھیاری کے — کیوں ہوئی پھر یہ بلائے شب ہجراں پیدا
آدمی ہو تو سماجت یہ مری رحم کرو — گر پری ہو تو کریں ہم بھی پری خواں پیدا
پرتو حسنِ رخ یار کا یہ سب ہے طلسم — وہ نہ ہوتا تو نہ ہوتے یہ گلستاں پیدا
تھا ازل سے تو میں اُس حسن خداداد کا محو — صورت آئینہ آنکھیں ہوئیں حیراں پیدا
دیکھ کر شعلۂ رخسار کو دل خاک ہوا — گرمیٔ حسن نے کی آتش پنہاں پیدا
کیسی ساعت میں لگایا تھا یہ نخل امید — نہ ہوا پھل کوئی جز حسرت و حرماں پیدا
لیکے بازار حسیناں میں اسے خوب پھرے — جنس دل کا نہ ہوا ایک بھی خواہاں پیدا
قسمیں کھائی تھیں وہ کہتے تھے ملکے کیسے — پھر کیا ربط رقیبوں سے مری جاں پیدا
اے پری چہرہ سراپا جو ترا نظم کروں — مصرعۂ قامت موزوں سے ہو دیواں پیدا
جب ہوئی فکر سخن تیری ہم آغوشی میں — سارے مضمون ہوئے دست و گریباں پیدا

حشمتی بڑھتی ہی جاتی ہے یہ بیماریٔ دل کوئی اس درد کا ہوتا نہیں درماں پیدا

(۵۰) بدر۔ راجا گنگا پرشاد شاگرد گل محمد خاں ناطق مکرانی زیادہ حال معلوم نہ ہوا بیشتر فارسی کہتے تھے ان کی دو غزلیں فارسی میں جو حشمتی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں نظر سے گزریں وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا صرف ایک ہی شعر مندرج ہے۔

غزل

اول از بارگہ عشق نشانم دادند — بعد ازیں منصب فریاد و فغانم دادند
ناخدا ترس بتانند کہ از سنگدلی — شیشۂ دل بشکستند و ہمانم دادند
آتشینے نفشانند بچشم نمناک — بدم مرگ کفن ز آبِ روانم دادند
وائے بیرحمی و فریاد ازیں بیدادی — دل ربودند لبشادیٔ غم جانم دادند
دل بدادند مگر صاعقہ کردار طپاں — چشم دادند وے اشک فشانم دادند
دوشم از بار فراقش نہ سبک شد تا زیست — بعد مردن بہ کراں خرقہ ندانم دادند
گردش چرخ بیک چشم زدن پس افگند — پیش ازیں آنکہ ہمہ شوکت شانم دادند
اے دل فاختہ خو بند لب آہ کش — مژدۂ زاہداں سرو روانم دادند
شکوۂ نیست بجز شکر و صبوری اے بدر — گرچہ صد داغ بدل ماہ رخانم دادند
تا کہ سودائے سر زلف بتانم دادند — پائے دل در خم زنجیر گرانم دادند
طاقتم طاق مرضہائے فراقش کردند — قوت ضعف سراپا بہ توانم دادند
چشم بد دور کہ از ساغر چشم بدمست — بادۂ ہوش ربا مغبچگانم دادند
چہ زنم گام بہ میدانِ فراغ عشرت — در کف طالع یا لنگ عنانم دادند
از مئے صاف محبت چو حقم بشمردند — جرعۂ چند دمادم بدہانم دادند

للّٰہ الحمد کہ بالاف زنی کائے نیست   صفتِ عاجزی و ضبط چنانم دادند
خدمت دشت نوردی چو بپایاں آمد   از پے آہ زنی حکم روانم دادند
رہزناں صفِ مژگاں بسرِ منزلِ وصل   ہمہ تاراج متاعِ دل و جانم دادند
جہل با جاہل اجہل نتواں کرد خموش   تو بداں بدر کہ گویا نہ زبانم دادند

(۵۱) **شاد**۔ رائے درگا پرشاد عظیم آبادی راجا رام نراین موزوں کے ورثا میں تھے مرداں علی خاں رعنا کے شاگرد رشید اور خود صاحب دیوان تھے ان کا دیوان اور ان کی تصنیف سے ایک مثنوی موسوم شگوفۂ محبت کے قلمی نسخے گزشتہ سال پٹنہ کی اردو نمائش میں پیش کیے گئے تھے مثنوی غالباً طبع بھی ہوئی تھی لیکن اب مطبوعہ نسخہ نایاب ہے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا مختصر ذکر اور ایک شعر پایا جاتا ہے۔

دن کو جو شغل گریہ ہے تو شب کو آہ کا   پوچھو نہ حال کچھ مرے حالِ تباہ کا

کنور سکھراج بہادر رحمی کے مشاعروں میں سنہ ۱۲۹۵ھ میں انھوں نے غزلیں پڑھی تھیں۔ تین گلدستوں میں ان کا کلام نظر سے گزرا جو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

سرسبز ہو یہ چمن ہمیشہ   قائم رہے انجمن ہمیشہ
ہیں ہجر میں خستہ تن ہمیشہ   پابند غم و محن ہمیشہ
افسردہ چمن میں دیکھ تجھ کو   گل رہتے ہیں خندہ زن ہمیشہ
اے جانِ جہاں تمھیں ہے زیبا   یہ ناز یہ بانکپن ہمیشہ
آخر کو یہی لباس ہوگا   پہنے ہی رہو کفن ہمیشہ
مرقد میں یادِ رفتگاں سے   خلوت میں ہے انجمن ہمیشہ

بس دیکھ کے تیری شوخ چشمی | وحشت میں پھرے ہرن ہمیشہ
ثابت نہ ہوا دہن تمہارا | باتوں میں رہا سخن ہمیشہ
تیغ ابرو کی یاد میں آہ | رہتا ہوں میں خستہ تن ہمیشہ
یہ مشک ہوا نہ دور چیں سے | زلفوں میں رہی شکن ہمیشہ
اے دل تو اگر ہے مائل عشق | پڑھ قصۂ نل دمن ہمیشہ
زنار گلے میں عشق کا ہے | اوس بت کا ہوں برہمن ہمیشہ
پھر خط نہ ہو نکل کے غایب | سورج میں رہا گہن ہمیشہ
عاشق پائے وصال معشوق | بلبل کو ملے چمن ہمیشہ
زلف مشکیں کی نکہتوں سے | مہکے چین و ختن ہمیشہ
اللہ رے جوش قلزم فکر | مضمون ہے موج زن ہمیشہ
مجھ سے دم بھر کی گرم جوشی | غیروں سے ہے یہ چلن ہمیشہ
شیریں نے کبھی نہ بات پوچھی | مرتا رہا کوہ کن ہمیشہ
گردن میں مری بندھی ہے تا زلیت | ان گیسوؤں کی رسن ہمیشہ
مجنوں ایک لیلی کا بنا ہوں | اس سے بھاتا ہے بن ہمیشہ
سویا جو لپٹ کے رات وہ گل | سونگھا کیا پیرہن ہمیشہ
بس دیکھ کے میرے زخم سینہ | ہوتے ہیں وہ خندہ زن ہمیشہ
ہے طبع رواں میں جوش مضموں | یہ بحر ہے موج زن ہمیشہ
دل کے دینے کا یہ مزا ہے | جھیلے رنج و محن ہمیشہ
بوسہ کی طلب پہ وائے قسمت | پھیرے ہے وہ دہن ہمیشہ
اک رات کے وصل کی حسد پر | دشمن کو رہی جلن ہمیشہ

Marfat.com

ہے باعثِ فرحتِ دل و جاں　　شغلِ شعر و سخن ہمیشہ
سو عذر کیئے کبھی نہ آئے　　اچھا نہیں مکر و فن ہمیشہ
پھولوں میں نہ جامہ میں سمائیں　　بر میں جو ہو گلبدن ہمیشہ
سن سن کے مرا کلام ای شاد　　دل شاد ہیں اہلِ فن ہمیشہ

دن کو جو شغلِ گریہ ہے تو شب کو آہ کا　　پوچھو نہ حال کچھ مرے حالِ تباہ کا
رکھا نہ دیر کا نہ مجھے خانقاہ کا　　یارب برا ہو اخترِ بختِ سیاہ کا
دشمن بنا دیا مجھے اک رشکِ ماہ کا　　یارب برا ہو اخترِ بختِ سیاہ کا
اچھا نتیجہ مجھکو دکھایا ہے چاہ کا　　یارب برا ہو اخترِ بختِ سیاہ کا
دکھلائے پیچ کاکلِ شبرنگ کے مجھے　　کیونکر نہ شکوہ میں کروں بختِ سیاہ کا
راتوں کو جاگتے ہیں ان کو خبر نہیں　　شاید اثر بھی جاتا رہا اپنی چاہ کا
رہتا ہے کچھ بھی باقی نہ مرقد میں امتیاز　　ہے ایک حال اس میں گدا اور شاہ کا
ہم سے ہے احتیاط رقیبوں سے اختلاط　　ظالم نے خوب ڈھنگ نکالا ہے چاہ کا
آئے اگر جفا پہ وہ سفاک کینہ جو　　دنیا میں پھر محل نہیں کوئی پناہ کا
قاتل لہو رلائیگا یہ ظلم حشر میں　　ناحق تو خون کرتا ہے مجھ بے گناہ کا
بے وجہ ہے ابھی سے قیامت کی بے رخی　　کیونکر بھلا خیال ہو تم سے نباہ کا
مژگاں کی صف کھڑی ہے برابر جمی ہوئی　　مشکل ہوا ہے بچنا بھی تیرِ نگاہ کا
مانو نہ مانو تم کو ہے ہر طرح اختیار　　احوال سن تو لو مرے حالِ تباہ کا
موسیٰ نگاہ میں شعلۂ طور اپنی آنکھ میں　　مجھکو ہے نورِ عین غبار [illegible] راہ کا
اے شاد مجھکو کچھ نہیں روزِ جزا کا غم　　رکھتا ہوں میں وسیلہ [illegible] الٰہ کا

دیگر

ہمارا یار گر ہم سے جدا ہو　　خدا جانے ہمارا حال کیا ہو
یہی ہے آرزو اپنی خدا سے　　کہ اس بت سے [illegible] ہو

ہوا ٹھنڈی ہے بجلی کو نارتی ہے — ستم ہے وہ اگر ہم سے جدا ہو
ہوا دل ناوک مژگاں سے گھایل — اب اس سے اور کیا جور و جفا ہو
ہمارے ان کے ہوگا فیصلہ جب — ادھر وہ ہو ادھر میری قضا ہو
طبیبوں نے کیا ہر چند دارو — مریض عشق ہوں کیونکر شفا ہو
رہے اب شاد کب تک زار و نالاں — تری خاطر میں کیونکر یہ روا ہو

دیگر

یہ الفت نے مجھے وحشت عطا کی — جنوں نے آکے میرے دل میں جا کی
چھوئی جب زلف مشکیں دلربا کی — کہا دل نے سراسر یہ خطا کی
کیا ایفا نہ تم نے وعدہ وصل — وفا کی شرط گو میں نے ادا کی
فقط تقریر جھوٹی تھی زبانی — نہ دولت وصل کی اک آن عطا کی
خیال قد موزوں سے پس از مرگ — قیامت قبر میں دل نے بپا کی
جو مانگا بوسہ زلف معنبر — یہ فرمایا کہ باتیں ہیں خطا کی
کئی دن سے ہے بدلا رنگ گلشن — مگر آمد ہے اس گلگوں قبا کی
یہ آتی ہے صدا تربت سے ہر دم — جفا کی تو نے اے ظالم جفا کی
مجھے سودا ہے زلف مشکبو کا — خطا کی آپ نے میری رہا کی
یقیں ہے منزل مقصود ہے ایک — مقام عشق میں شاہ و گدا کی
نہ پایا بت کو گو پٹکا بہت سر — خدائی دیکھ لی ہم نے خدا کی
بہت دریائے الفت میں رہے غرق — نہ دیکھی ہم نے صورت آشنا کی
کبھی چلّا کے میں رویا نہیں ہوں — محبت ہے یہ چشم سرمہ سا کی
چٹخنا صبحدم غنچوں کا گلچیں — سلامی ہے مگر باد صبا کی
فرا دنیا کا جنت میں کہاں ہے — نہیں خو حوروں میں ناز و ادا کی

وہ جس دم مسکرائے قتل پر شادؔ ہوئی امید مجھکو خوں بہا کی

(۵۲) **طاہرؔ**۔ بابو پنجاب رائے خلف منشی جھمکن لال صاحب زمیندار ضلع ترہت متوطن موضع کھنڈون پرگنہ سرلیسا طاہرؔ راجا درگا پرشاد شادؔ (جن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے) کی سرکار میں دیوان تھے۔ بیشتر عظیم آباد ہی میں قیام رکھتے تھے منشی بہاری لال فطرتؔ نے اپنی کتاب آئینہ ترہت صفحہ ۲۰۱ میں ان کو اپنا برادر عموی لکھا ہے۔

۱۸۷۵ء میں لکھنؤ میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس کا گلدستہ مطبع منشی نول کشور کے اہتمام سے شایع ہوا تھا۔ طاہرؔ نے مندرجہ ذیل غزل اس گلدستہ کے لیئے بھیجی تھی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

ماشاءاللہ ہے کیا تیرا معطر گیسو نافۂ مشک ختن سے بھی ہے بہتر گیسو
کیا کروں صف کہ کیا ہے ترا دلبر گیسو سنبلستان ارم یا کہ معنبر گیسو
لب سے، آنکھوں سے، زنخداں سے، رخساروں سے سب سے خوبی میں بڑھا ہے ترا ہمسر گیسو
سورج گرہن کا گماں ہے مجھکو ابھی رخ خورناب سے مل جائیں جو دم بھر گیسو
عکس سے تاج مرصع کے یہ ہوتا ہے گماں دشت ظلمات میں ہیں معدن گوہر گیسو
آج کیا ہے کہ پریشانی ہے چہرہ سے عیاں کیوں سراسر یہ نظر آتے ہیں ابتر گیسو
کیوں اداسی ہے یہ چہرہ پہ کہو حال ہے کیا رخ سے [illegible] کیوں رہے آزردہ گیسو
دست رس کیسے ہو اب ارض و سما کی دوری آپ یاور ہوں تو ہیں آج فلک پر گیسو
یہ خطا اپنی ہے خود کردہ را نیست علاج خود پشیماں ہوں چڑھا کر تجھے سر پر گیسو
بال کھولے نہ لب بام تم آؤ ہرگز کہیں بن جائیں نہ اژدہا [illegible] گیسو

کیا الٹ پھیر ہی کیا شانِ خدا ہی ظاہر — شانہ گیسو پہ کبھی شانے کے اوپر گیسو

(۵۳) **شایق** منشی للتا پرشاد ابائی وطن فرخ آباد تھا عظیم آباد میں مستقل سکونت اختیار کی اور یہیں کے ہو گئے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں ان کی یہ غزل ہے۔

نیرنگ دیکھ دیکھ کے اس کارگاہ کا — سالک ہوا نہ کوئی محبت کی راہ کا
واقف نہیں کہ ضد تھی فرشتوں کو مجھ سے کیا — نام عاصیوں میں لکھدیا مجھ بے گناہ کا
کان ان کے بھر گئے ہیں رقیبوں کی بات سے — سنتے نہیں وہ قصہ کسی دادخواہ کا
کیا کیا نحوستیں وہ دکھاتا ہی رات دن — شاید زحل ستارا ہے بخت سیاہ کا
خنجر عبث دکھاتا ہے قاتل تو دم بدم — مقتول میں تو ہوں تری تیغ نگاہ کا
کیوں مرغ دل کے واسطے پھندے کی ہی تلاش — تم کم نہیں ہی جال سے زلف سیاہ کا
خوبانِ سبز خط کی جدائی سے بعد مو — کاہیدہ جسم پر مرے دھوکا ہے کاہ کا
بے شرمی سے اگر رخ روشن کے ہو حضور — کافور نور ہووے رخ مہروماہ کا
تریاق وصل ہے مری عیسی نفس دوا — کاٹا ہوا ہوں ہجر کے مار سیاہ کا
وعدے کئے تھے آپ نے جو شب وصال — ایفا جو کیجیے تو مزا اٹھے چاہ کا
ڈوبے گا ایک دن تو بحر وصال میں — شایق اگر ہے شوق تہ دل سے چاہ کا

(۵۴) **شمس**۔ منشی پرمیشر سہائے ساکن عظیم آباد۔ تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے انجمن رحمتی کے مشاعرہ ۱۲۹۵ھ کے ایک گلدستہ میں ان کی یہ غزل مندرج ہے۔

ہاں یہ مانا کہ جو نکلے بھی تو مر کر نکلے — پر یہ حسرت ہے کہ اس کوچہ سے کیونکر نکلے
دیکھ کے حسن بتاں منہ سے نکلتا ہی درود — پھول بنکر مری نظروں میں وہ پتھر نکلے

کیوں نہ مٹ جاؤں میں ای دل کہ وہ فرماتے ہیں	آؤں گھر میں ترے میں غیر جو باہر نکلے
شمع کی طرح ہجوم آج ہے پروانوں کا	کیا وہ رکھتے ہوئے سر پہ کلہ زر نکلے
شمس مے نوش نے لکھی یہ غزل فرقت میں	شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح تر نکلے

(۵۵) قاصر۔ لالہ جگت بہاری لال باشندہ عظیم آباد کوچہ جو الال متصل گذرہ ہی صفیر بلگرامی کے شاگردوں میں تھے اور میر رضا حسین صاحب رئیس محلہ مذکور کے مدار المہام تھے۔ تاریخ شعرا بہار میں ان کے یہ دو شعر پائے جاتے ہیں۔

ہوتے ہیں وصل یار کے ساماں نئے نئے	پھر دل میں جمع ہوتے ہیں ارماں نئے نئے
آتا ہے آج سیر کو وہ غیرت بہار	بدلے گا اب تو رنگ گلستاں نئے نئے

(۵۶) گیسو۔ بابو نند کشور سنگھ عظیم آبادی۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ایک مقطع پایا جاتا ہے پوری غزل گلدستہ انجمن رحمتی دمشاعرہ جہاںم میں موجود ہے وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

کیا کیا ستم ہوا فلک کینہ خواہ کا	لیکن نہ نکلا منہ سے کبھی نام آہ کا
دکھلادوں گر اثر دل نالاں کی آہ کا	پرزہ اڑا پھرے فلک کینہ خواہ کا
مانگے جو مجھ سے جان بھی بدو دل ابھی لیے	حالانکہ میں فقیر ہوں پر دل ہی شاہ کا
مہتاب میں جو داغ نمایاں ہے کیا سبب	سایہ پڑا ہے کیا مرے بخت سیاہ کا
قاتل نہ کر تو عاشقوں کو قتل بے خطا	گردن پہ اپنی خون نہ لے بے گناہ کا
ہر روز آپ غیر دل سے رہتے ہیں علش میں	خوش کیجئے ایک دن تو دل اس خیر خواہ کا
کب یہ حسین تجھ سے نباہیں گے دوستی	اے دل خیال رکھتا ہے کس سے نباہ کا
ہمراہی مجھکو چھوڑ کے تنہا چلے گئے	مشفق نہ حال پوچھئے گم کردہ راہ کا

لخت دل اپنا کھایا ہے خون جگر پیا — فرقت ہیں اک حسین کے برا ہوئے چاہ کا
بدر منیر گھٹتا ہے ہر روز کس لئے — شاید کہ حسن دیکھا ہے اوس شک ماہ کا
اس ہستی دو روزہ پہ دو دن کے واسطے — اے منعمو کرو نہ غرور اپنی جاہ کا
نہ دروں پہ وحشت آئے تو جڑ سے اکھاڑ دوں — سمجھیں گے کوہ قاف کو ہم برگ کاہ کا
الزام تجکو کیا دوں تری کچھ خطا نہیں — اے بت ترا بھلا ہو برا ہوئے چاہ کا
یوں زار ہو کے تیری گلی میں پڑا ہوں میں — جس طرح راہ پر ہو کوئی برگ کاہ کا
گیسو نہ فکر کیجیے عقبیٰ کی دل میں آپ — دھوئیں گے رو کے اشک سے دفتر گناہ کا

(۵۷) **جمیل**۔ لالہ امر چند ساکن آرہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔ ان کا کلام ان کے ورثا کے پاس تھا راقم کو پتا نہ ملا۔ صفیر کے دیوان اول موسوم بہ صفیر بلبل میں جمیل کا کہا ہوا قطعہ تاریخ طبع ہے وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

میر فرزند احمد عالی ہمم یعنی صفیر — ہیں وہی راس الرئیس و مرجع ہر زاد پیر
سال تاریخ ان کے دیواں کا جمیل خوشنوا — از سر زور طبیعت لکھ کلام بے نظیر ۱۲۸۵ھ

(۵۸) **خبیر**۔ بابو بلدیو پرشاد اگروال باشندہ آرہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔ ان کا کلام بہت تھا لیکن دستیاب نہ ہوا۔ شاہ قمرالدین حیدر قمر آروی کی مثنوی سراج دولت میں ان کا یہ قطعہ تاریخی فارسی میں طبع ہوا تھا۔

قطعہ

قمر صاحب طبع روشن بدہر — عیاں کردہ چوں حسن طبع نکو
سن عیسوی وقت اتمام طبع — شدہ نظم تر شد زکلکم شنو
۱۸۹۴

صفیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں ان کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

(۵۹) **نظر** - بابو باسدیو داس رئیس آرہ تلمیذ حکیم سید شاہ قمرالدین حیدر قمر آروی عرف شاہ قمر۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام موجود تھا لیکن اب نایاب ہے اپنے استاد قمر کی مثنوی سراج دولت کی انہوں نے بھی تاریخ طبع کہی تھی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نظم رنگیں قمر در عالم ہست عزت دہ گلزار بہشت
سن طبعش نظر از فکر رسا سحنت شافہ نظم نوشت

(۶۰) **افسر** - راجا پدمانند سنگھ بہادر۔ راجہ بنیلی و کھرگپور ضلع پورنیہ و بھاگلپور کے مالک تھے۔ ۱۸۵۳ء میں انتیس سال کی عمر میں اپنے والد مہاراجہ لیلانند سنگھ کی جگہ پر مسند نشین ہوئے اردو فارسی انگریزی اور بنگلہ ہر چہار زبان میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ گاہ گاہ اشعار بھی کہتے تھے۔ خم خانۂ جاوید میں بھی ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

وان میں حسرت نہ رہے آج اگر تم چاہو لب بلب سینہ بسینہ ہو آج کی رات
بل بے شوخی کہ مجھے آپ تو بھیجا نہ جواب خط نہ لکھنے کا گلا اس پہ ہوا الٹا اے شوخ
چاہنے والے کی ہوتی نہیں چاہت برباد شمع جلکر ہوئی پروانہ کی صورت برباد
قدرداں ہم ہیں ہمیں آکے سنگھاؤ صاحب مفت کیوں کرتے ہو تم زلف کی نکہت برباد
جو آرزوئیں دل میں تھیں سب خاک ہوگئیں تیغ اجل نے کاٹ دئے دست و پائے حرص

(۶۱) **عاجز** - منشی میوا لال متوطن ضلع گیا۔ محکمہ پولس میں سب انسپکٹر تھے ۱۸۸۱ء میں دربھنگا میں اپنے عہدہ پر کام کرتے تھے اس زمانہ

میں ان کے یہ اشعار گلدستہ پیام یار (بابت ماہ نومبر ۱۸۸۴ء) میں شایع ہوئے تھے۔

شبِ ہجراں ہمارے نالہ و آہ عجب کیا ہے ہلا دیں آسماں تک
دلِ ناداں سمجھتا ہی نہیں کچھ بھلا اس کو میں سمجھاؤں کہاں تک

پنشن یافتہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے کلام کا ایک مختصر مجموعہ موسوم کلید گنجینۂ توحید، سنہ ۱۹۲۷ء میں شایع کیا تھا یہ مختصر مجموعہ سولہ صفحوں کا ہے ان کا کلام صوفیانہ رنگ کا ہے۔ پھر سنہ ۱۹۳۰ء میں دوسرا مجموعہ موسوم بہ سر توحید شایع کیا تھا۔

عالم غیب سے عاجز یہی آتی ہے صدا کچھ نہیں ہے کہیں مجھ واحد مطلق کے سوا
جلوۂ ذاتِ خداوند تعالیٰ میں ہوں علم توحید و تصوف کا تجلا میں ہوں
خود ہی طالب ہوں میں خود ہی ہوں مطلوب اپنا خود ہی معشوق ہوں خود عاشق شیدا میں ہوں

خدائی کہتا ہے جس کو عالم سو ہے اک خیال میرا بدلتا صورت ہزار ڈھب سے ہر ایک دم میں ہے حال میرا
کہیں ہوں سورج کہیں ہوں ذرہ کہیں ہوں دریا کہیں ہوں قطرہ دو نور کثرت سے اپنی مجھکو ہوا ہے ملنا محال میرا

اس کے بعد ایک مستزاد، اٹھارہ رباعیاں اور چند غزلیں ہیں اوّل رباعی یہ ہے۔

دنیا ہے حقیقت میں خمار ہستی ہیں خاک یہ سب نقش و نگار ہستی
جانا نہ صفائی یہ جہاں کی عاجز مٹی میں ملائے گا غبار ہستی

(۶۲) **صادق**۔ بابو پرتھو نرائن۔ گیا کے اطراف میں کسی دیہات کے رہنے والے تھے اور رانچی میں عدالت کے مختار تھے۔ رسالہ پیام یار لکھنو بابت ستمبر ۱۸۸۷ء میں ان کی غزل شایع ہوئی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

تعجب کچھ نہیں جل جائے گر عرش پہونچتے ہیں یہ نالے لامکاں تک

(۶۳) **ستم**۔ منشی درگا پرشاد خلف منشی ہیرالال قوم کایستھ ساکن گیا۔ ۱۸۴۰ء کے قریب پیدا ہوئے۔ شاعری میں کیفی گیاوی سے اصلاح لیتے تھے پھر سلیمان خاں جادو ساکن کو انتھ ضلع آرہ کو بھی اپنا کلام دکھاتے تھے ۱۹۰۶ء میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

صورت نما نہ ہو تو وہ صورت نما نہ ہو ۔۔۔ عادت آئینہ نہ ہو تو وہ صفا آئینہ نہ ہو
مٹا دیا ہو تجکو تو میرا نام نہیں ۔۔۔ رگڑ رگڑ کے جبیں سنگ آستانۂ یار
ہوا رہیگی خلاف جبتک تو الٹے دریا بہا کرینگے ۔۔۔ ہمیشہ چلکے پھر پھر آنا یہی تماشے ہوا کریں گے

(۶۴) **بیتاب**۔ لالہ کشن نرائن متوطن بھاگلپور ۱۸۹۷ء میں فوت ہوئے ان کا ایک دیوان شایع ہوا تھا مگر راقم کو دستیاب نہوا۔ ان کے دو شعر ایک صاحب کو یاد تھے وہ اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

پھرے گا ساتھ ہمارے کہاں کہاں صیاد ۔۔۔ ہوائے سیر گلستاں ہیں ہوں میں سرگرداں
بھلا کیونکر نہ دھوکا کھائے عاشق ۔۔۔ ترے کوچہ کے لاکھوں راستے ہیں

(۶۵) **الفت**۔ لالہ اننت رام عظیم آبادی فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کہتے تھے ان کا ذکر تاریخ شعرائے بہار میں بھی پایا جاتا ہے خم خانہ جاوید کے مطابق ۱۸۸۰ء میں حیات تھے۔

رحمتی کے مشاعروں کے تین گلدستوں میں ان کا کلام راقم کی نظر سے گذرا جو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ ۱۲۹۵ھ تک یقیناً زندہ تھے۔

رباعی مندرجہ گلدستہ سوم

وہ رنگ شباب رعنائی افسوس ۔۔۔ گذرے ایام نوجوانی افسوس
لایا ہے جواب زندگانی افسوس ۔۔۔ پیری آئی کہ کوئی قاصد آیا

Marfat.com

دیگر

وہ عیش وہ ساز اے جوانی افسوس ۔ وہ وصل کی شب وہ شادمانی افسوس
کیا حال کہوں جو تیری صحبت چھوٹی ۔ تنہائی گو و دے بے زبانی افسوس

غزل

دیکھی تری انجمن ہمیشہ ۔ تھا پیش نظر چمن ہمیشہ
زخموں سے ہے زیب تن ہمیشہ ۔ گلنار ہے پیرہن ہمیشہ
ممکن نہیں وصل ہو میسر ۔ اغیار ہیں رخنہ زن ہمیشہ
تھا دل کو لگاؤ ابروؤں سے ۔ دیکھا کیے بانکپن ہمیشہ
کرتا رہا ہم سے آسماں چال ۔ کج اس کا رہا چلن ہمیشہ
ناقوس عبث بتوں کے آگے ۔ پھونکا کیے برہمن ہمیشہ
اثبات دہن میں گفتگو کیا ۔ غیروں سے جو ہو سخن ہمیشہ
جاتا نہیں مے کشی کا لپکا ۔ مستانہ رہا چلن ہمیشہ
کیا تیغ ہے باڑھ پر تمہاری ۔ جوہر سے ہے موج زن ہمیشہ
نرگس کی نظر کہیں نہ لگ جائے ۔ جایا نہ کرو چمن ہمیشہ
اللہ رے اشک کی روانی ۔ چشمے ہیں یہ موج زن ہمیشہ
چوٹی کا بندھا نہ ہم سے مضمون ۔ الجھا ہی رہا سخن ہمیشہ
ساقی سے ہے دار بست ہم کو ۔ میخانہ رہا وطن ہمیشہ
مژگاں کی خلش گئی نہ دل سے ۔ پہلو میں ہے نیش زن ہمیشہ
کوچہ ہے بتوں کا دل سے ہشیار ۔ ہیں گھات میں راہزن ہمیشہ
کس بت نے سنی صدائے تکبیر ۔ زاہد رہے نعرہ زن ہمیشہ
غربت میں بھی ہم تھے فارغ البال ۔ تھا پیش نظر وطن ہمیشہ

کیونکر نہ ہو عشق دشمنِ جاں — ہے باعث صد محن ہمیشہ
ہم مست ہیں پھول لے رہے ہیں — ہے مدِّ نظر چمن ہمیشہ
بھی دل کو جو کمر کی الفت — بڑھتا رہا ضعفِ تن ہمیشہ
داغوں سے ہوا یہ لطف حاصل — پہلو میں رہا چمن ہمیشہ
مرتے رہے جیتے جی بھی تم پر — تھا جامہ تن کفن ہمیشہ
گیسو کا ہے تیرے گرم بازار — سودا کا رہا چلن ہمیشہ
عقدہ یہ کھلا ترے دہن کا — سربستہ رہا سخن ہمیشہ
کیا زور ہے اضطراب دل کا — اک برق ہے شعلہ زن ہمیشہ
ہے دل میں ہجوم درد وغم کا — دن رات ہے انجمن ہمیشہ
ساقی وہ مئے دو آتشہ دے — جو دل میں ہو شعلہ زن ہمیشہ
وصف رخ گل رخاں سے الفت — رنگیں ہے مرا سخن ہمیشہ

دیگر گلدستہ چہارم

تھا دل کو عشق سرمۂ چشم سیاہ کا — نعرہ بلند ہو نہ سکا اپنی آہ کا
حامی خدا ہے آج بتو دادخواہ کا — جھنڈا گڑا ہے عرش معلی پہ آہ کا
تو وہ بنا چکے جو مجھے گرد راہ کا — تو پھر ہدف بھی کیجئے تیر نگاہ کا
دنبالہ ہے یہ سرمۂ چشم سیاہ کا — یا ہے نشان میل پرستاں کی راہ کا
دیوانہ ہوں میں آپکی ترچھی نگاہ کا — ڈھیلا مجھے لگائیے چشم سیاہ کا
سودا ہوا ہے یار کی زلفِ سیاہ کا — پھر سلسلہ بڑھا ہے مرے دل کی آہ کا
کاوا دکھا دو آج سمندِ نگاہ کا — باندھا ہے کمر جو حلقہ زلف سیاہ کا
کچھ غم نہیں فراق کے روز سیاہ کا — ہے دل میں عشق ایک بت رشک ماہ کا
ہاتھوں میں ان کے شوخیٔ رنگ حنا نہیں — سمجھے چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا
ہوتے ہیں قتل جنبش ابرو سے سیکڑوں — پھر ذکر کیا ہے آپکی تیغ نگاہ کا

پھاڑا ملائکہ نے مرا نامۂ عمل — جب ہو سکا حساب نہ جرم و گناہ کا
عشاق مر رہے ہیں لگاوٹ پہ آجکل — انداز کچھ نیا ہے تمہاری نگاہ کا
افشاں کولن کی ہم نے کہا نجم فرقداں — قائل ہوا ہے ہم سے منجم نگاہ کا
کرلیں گے بحث داور محشر کے سامنے — دیکھیں تو کیا بیان وہاں ہو گواہ کا
دل پیشکش ہے نذر ہے یہ جان زار بھی — لکھدیں مگر حضور مچلکا نباہ کا
جب ہو گیا ہے دیدۂ گریاں سے سامنا — پانی ہوا ہے گھل کے دم ابر سیاہ کا
کیا شب کو کٹ گیا مہ کامل بھی دیکھکر — چمکا جو سر پہ ان کے ستارہ کلاہ کا
کیا چل رہی ہے تیغ لگاوٹ کی چال واہ — انداز اڑا لیا ہے تمہاری نگاہ کا
دل ہاتھ سے سمجھ کے حسینوں کو دیجئے — قصہ نہیں سنا ہے فرشتوں کی چاہ کا
بیعت مجھے بھی مشرب پیر مغاں میں ہے — ساقی ادھر بھی دور کرم کی نگاہ کا
کعبہ کنشت شیخ برہمن سے کام کیا — حافظ خدا ہے بندۂ بے دستگاہ کا
آخر پکار اٹھیں گے فرشتے بھی الاماں — قصہ کا گھر ہے شور مرے دل کی آہ کا
کچھ بھی حفیظ گور کا اے منعمو خیال — دو دن فقط بلند ہے گوشہ کلاہ کا
الفت سفر ہے دور کا منزل بھی ہے کڑی — تم کو خیال کچھ بھی نہیں زاد راہ کا

دیگر (گلدستۂ نجم)

اعجاز نما عشق بت مہر لقا ہو — داغ دل عاشق ید بیضا سے سوا ہو
شوریدہ سری میں سر گیسو کے رسا ہو — دیوانے کو لازم ہے کہ زنجیر بپا ہو
کب خندۂ گل گریۂ بلبل کی صدا ہو — کب دیکھئے گلشن میں یہ تاثیر ہوا ہو
نالہ جو کروں شور قیامت سے سوا ہو — عالم تہ و بالا ہو خدا جانے کہ کیا ہو
آباد یہ میکش رہیں ساقی کا بھلا ہو — پھر قلقل مینا کی بلند آج صدا ہو

پھر زخم مرے دل کا کہیں آج ہرا ہو — قاتل دمِ شمشیر دمِ بادِ صبا ہو

اے جان جو ہے وعدۂ وصل آج وفا ہو — کس کو ہے خبر گل کی خدا جانے کہ کیا ہو

مدّت سے جواب خط جاناں نہیں آیا — کیا جانئے کچھ غیر کا نقشہ نہ جما ہو

کس کس کو مری طرح کیا عشق میں برباد — اس الفت کافر کا بھی البتہ بھلا ہو

کیوں صبح سے پھر آج بھی آشفتہ سری ہے — لائی نہ صبا کوچۂ گیسو کی ہوا ہو

اتنا نہ ستم ڈھائیے انجام برا ہے — یوں جان کسی کی جو نکل جائے تو کیا ہو

جب ہم نہ سزاوار ہوئے لطف و کرم کے — پھر کس کو بھلا آپ سے امید وفا ہو

لازم نہیں یوں غیر سے تصریح کی باتیں — بڑھ جائے ہنسی میں جو کوئی بات تو کیا ہو

ہم وصل سے باز آئے جو ہے آپ کو انکار — بوسے کے جو اقرار سے فرمائیے کیا ہو

بستر پہ مری جان بچھایا نہ کرو پھول — نازک ہو رگ گل کہیں چبھ جائے تو کیا ہو

کہتی تھی صدی خواں سے یہی نجد میں لیلیٰ — دیکھو پسِ ناقہ نہ کوئی [illegible] ہو

صیاد یہ کیا طرفہ ہے انصاف چمن میں — گل چیں کا ستم گل پہ ہو بلبل کی [illegible] ہو

انداز سے باہر ہیں قدم دیکھ کے چلئے — ٹھوکر سے مری جان قیامت نہ بپا ہو

اے شوق مجھکو رہ الفت میں اٹھے پاؤں — یہ راہ وہ ہے خضر کو بھی لغزش پا ہو

لا ڈھونڈ کے مضمون نئے غیب سے کوئی — پیدا تو نئی بات کوئی [illegible]

تھا خط کے سوا اور بھی پیغام زبانی — ڈرتے ہے کہ نہ کچھ حال زبوں [illegible]

قاصد جو وہ کچھ زار کو پوچھے تو یہ کہنا — کہاں تھا دم [illegible]

الفت جو وہ بت ہو گیا ہے غیر کا تو — جانے دو [illegible] اور کوئی [illegible]

مشتاق گلگشت چمن ہو بلبل ناشاد پر — قفس گل نے کھولدے پھر صیاد پر

حسن آرائش نے آمادہ کیا بیداد پر — . . . .

ہچکیاں آتی ہیں پیہم آج کس کی یاد پر
گوش کس گل پیرہن کا ہے مری فریاد پر

بابِ حسن پر پری رویاں ہوا تھا جب سے دل
تھا پریشانی کا شک مجموعۂ اضداد پر

ضعف میں اندیشۂ صیاد ہم رکھتے نہیں
آستاں اپنا ہے موجِ نکہتِ برباد پر

کیوں رہا کرتے ہیں قاتل زخمِ دل خنداں مدام
زعفرانی تاب ہے کیا خنجرِ فولاد پر

مو بمو حسنِ صفا سے شکل جوہر ہو گیا
آئینہ کا ہے گماں اب قدِ آدم زاد پر

حشر کے دن کیا ہمارے خون کا محضر بن گیا
پڑ گئے دھبے جو خوں کے دامنِ جلاد پر

آج موجِ جنبشِ رفتارِ نازِ یار سے
کیا لبِ جو چل گیا آرہ سرِ شمشاد پر

دردِ سر عشقِ لبِ شیریں میں کم ہوتا نہیں
اب چڑھائیں چل کے تیشہ تربتِ فرہاد پر

بیکسی میں وہ ہوئے غمخوار ای طفلِ سرشک
آنکھ کے رستے سے دوڑ آئے مری فریاد پر

بعد مدت کس تمنا سے بر آئی ہے مراد
ہے جنازہ اپنا دوشِ بانیِ بیداد پر

وحشت افزا آمدِ فصلِ بہاری پھر ہوئی
نالۂ دل کچھ اثر دکھلا دلِ صیاد پر

یہ تری خاطر ہے رنجش ہے طبیعت کے خلاف
تیرے پیتے ہیں مئے ساقی کسی کی یاد پر

اپنی یکتائی کے قائل آج خود ہی وہ ہوئے
ہو گیا سکتے کا عالم حیرتِ بہزاد پر

یہ خدا کی شان ہے پایا بتوں نے بھی فروغ
ہو گئے عاشق فرشتے حسنِ آدم زاد پر

ہے دعا یہ اور محشر سے الفت کی مدام
حشر میں سایہ ہو رحمت کا مرے استاد پر

فارسی

امشب مئے گلرنگ مغاں بر سرِ جوش است
با نالۂ قلقل بطِ مئے کوس بگوش است

در کوچۂ الفت گذر افتاد صبا را
امروز نسیمِ سحری عطر فروش است

از آتشِ تر ساقیِ گلفام برافروز
ایں شعلۂ فریاد کہ بے کیف خموش است

افشانِ جبیں جلوہ زیرِ تو دگر افروز
مہر است کہ در شیشۂ پری بادہ نوش است

نہ نمود گراں جانیٔ من تا اثر آخر — خاکم بدم باد صبا بار بدوش است
از موسم گل مژدہ سر خار مغیلاں — خون رگ دیوانہ بشوریدہ بجوش است
بے کیفی مغاں شیشہ خالی ست و ما غم — زاں نالۂ من از نفسِ خود بخروش است
چوں بلبل شیراز غزل خوانیٔ الفت — اندر چمن ہند زمر نغمہ بگوش است

دیگر

ترک من شست از پئے صید کبوتر بستہ — کافری نیست بہ آزار ہمیں بر بستہ
چو رز زلف مشکبو اے شوخ بر سر بستہ — از خطا آہو ست گفتن نافہ بر سر بستہ
تاج شبنم بر سر افشاں چیدہ لطفے میدہد — در تہ آب رواں اے شوخ اخگر بستہ
کیست ایں طفل پریزاد حسیں بالائے دوش — طرفہ ایں پیوند با نخل صنوبر بستہ
تا کشیدی در قفس صیاد رحمے بایدت — حیف باشد چشم مرغان چمن بر بستہ
شیرم صیاد از پرواز رنگ رخ بس است — ہمچو بوئے گل ہوا خواہم اگر پر بستہ
الفت از موج سرشک خویش طوفاں خواستی — دامن از ابر تر بر دیدۂ تر بستہ

(۶۶) **بسمل** ۔ منشی منو لال متوطن عظیم آباد قوم کایستھ ماثر انجمن رحمی کے تین گلدستوں سنہ ۱۲۹۵ھ میں ان کی غزلیں طبع ہوئی تھیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں سنہ ۱۲۹۰ھ کے بعد انتقال کیا۔

سنتے تو رہے سخن ہمیشہ — آیا نہ نظر دہن ہمیشہ
یوسف نہ ملا تو پیرِ کنعاں — سونگھا کئے پیرہن ہمیشہ
وہ چشم سیہ جو تھی نظر میں — دیکھے کالے ہرن ہمیشہ
بلبل کی دعا ہے دل یہی ہے — شاداب رہے چمن ہمیشہ
پروانہ صفت کسی کی لو میں — جلتا ہی رہا بدن ہمیشہ
بلبل جو کرے تمنا کسی کی — گلزار رہے دہن ہمیشہ

پروانوں کے داغ دل سے ہر شب — روشن رہے انجمن ہمیشہ
مہتاب سے مہر سے زیادہ — چمکا کیا وہ بدن ہمیشہ
ہاتھوں سے جنوں کے قبر میں بھی — صد چاک رہا کفن ہمیشہ
بر آئے امید وصل کیونکر — افلاک ہیں رخنہ زن ہمیشہ
اے چرخ یہ کیسی کج روی ہے — اک جا نہ رہیں دو تن ہمیشہ
اس تیغ دو دم کی آرزو میں — پھٹتے ہی رہے کفن ہمیشہ
حالت پہ ہماری بے خودی کی — رہتے ہیں وہ خندہ زن ہمیشہ
سینہ میں حرارت تپ دل — یارب رہے شعلہ زن ہمیشہ
دلچسپ ہے گو مقام غربت — پر یاد رہا وطن ہمیشہ
کس ترچھی نگاہ کا ہوں بسمل — بھایا کیا بانکپن ہمیشہ

دیگر

فرش سے تا بہ لامکاں دیکھا — وہی آیا نظر جہاں دیکھا
بوئے گل کی طرح ہر اک شے میں — کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا
قصۂ شیخ و برہمن کچھ ہو — اپنے دل کو ترا مکاں دیکھا
اس کی قدرت کا اور صنعت کا — سرو قد کو ترے نشاں دیکھا
ہر صنم کے جمال صورت میں — اپنے معشوق کو نہاں دیکھا
اب تو بوڑھے ہوئے لڑکپن سے — ان کو جب دیکھا نوجواں دیکھا
رہنے والو ریاض عالم کے — تم میں سے کس نے باغباں دیکھا
ایک ہے نور جلوہ گر ہے تمام — خاک سے تا بہ آسماں دیکھا
چرخ کا دور تفرقہ پرداز — اپنے اور ان کے درمیاں دیکھا
عرش ٹھہرایا ایک نالے میں — آسماں آہ کا دھواں دیکھا

فرش سے عرش تک گیا بسمل — آہ کو تیری بے گماں دیکھا

کچھ بھی اثر دکھاؤں اگر اپنی آہ کا — دل پانی ہو کے بہ چلے ابر سیاہ کا
پہونچا ہے شعلہ تا بفلک میری آہ کا — پر جلتے ہیں فرشتوں کے غل ہے پناہ کا
اے دل نہ پڑ تو کاکل مشکیں کے پیچ میں — کاٹا کوئی بچا نہیں مار سیاہ کا
کہہ دیجیو پیام زبانی یہ نامہ بر — ہر سانس میں شرارہ نکلتا ہے آہ کا
دیکھا کبھی نہ بھر نظر اس خوف سے انہیں — دھبا لگے نہ گورے بدن پر نگاہ کا
دنیا فریب دیتی ہے ہر ہر قدم پہ کیوں — بھولا ہے چلنے والا کوئی سیدھی راہ کا
مقتل میں تیغ یار کی اس ناز سے چلی — تھا ہر دہان زخم سے غل واہ واہ کا
لیل و نہار ساتھ حسیناں ہے کیا لطف ہے — گیسو ہے گورے گال پہ لٹکا جو شاہ کا
آجائیے کہ جان کے جانے کا وقت ہے — دم منتظر ہے آنکھوں میں بس اک نگاہ کا
دل آئینہ سے صاف زیادہ دکھاؤں گا — سرکے تو آئینہ ترے پیش نگاہ کا
جلسہ مشاعرہ کا عجب جائے لطف ہے — غل ہے رہا ہے ہر طرف اک واہ واہ کا
دھوکا اندھیری رات کا ہے روزگار کو — پھیلا دھواں جہاں میں جو بسمل کی آہ کا

دیگر

وہ چال چال جس سے بھلا ہو کہ برا ہو — کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بپا ہو
جو عشق میں ثابت قدمی سے نہ ہٹا ہو — کیا معنی نہیں مرگ خدا سے نہ ملا ہو
دل آپ کا ہم پر کبھی آ جائے تو کیا ہو — ہم ہوویں فنا آپ کی عزت کا بقا ہو
اس قالب عنصر سے نکل جاؤں تو کیا ہو — مٹی تو بنے آگ ہوا آب و ہوا ہو
اس گردش دوراں سے نکل جاؤں تو کیا ہو — نے ہم ہوں نہ تم ہو نہ زمیں ہو نہ سما ہو
بنیاد ابھی قطع کروں خواہش دل کی — ناراض ہوں اپنے سے اگر اس کی رضا ہو
وصلت کا مزا ہجر کے صدموں سے ملا ہو — معشوق کا عاشق کی زباں پر جو گلا ہو

افلاک کی آشفتہ سری سے ہو یہ پیدا — زلف ستم ایجاد کا سایہ نہ پڑا ہو
کھنچ جائے اگر زوروں پہ اپنی کشش عشق — معشوق کا عشاق پہ اصرار سوا ہو
مہتاب حیا سے وہیں گڑ جائے زمیں میں — وہ مہر لقا آکے جو کوٹھے پہ کھڑا ہو
بے فائدہ اس فکر تردد کا بکھیڑا — ہوتا ہے وہی جو کہ مقدر میں لکھا ہو
الجھاؤ میں پلکوں کے پھنسا تھا دل بسمل — کیونکر کہوں اللہ سے واں وصل وہ ہوا ہو

(۶۷) مشہور۔ حکیم لچھمی پرشاد عظیم آبادی۔ طبابت کے پیشہ کے ساتھ شاعری کا مشغلہ بھی جاری رکھتے تھے اکثر مزاحیہ اشعار کہتے تھے۔ تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعروں کے دو گلدستوں میں ان کا کلام پایا جاتا ہے۔ اشعار ذیل بطور نمونہ کلام درج کئے جاتے ہیں۔

مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشہ میں نہ ساغر میں — مگر ہے ہاں... کے مینا میں بوتل میں کنٹر میں
نہ پایا مادہ اس کا حکیموں نے بہت دیکھا — کفایہ میں قرابادین میں بحر الجواہر میں
کہو مشہور تم نے سیکڑوں پھیرے کئے کیوں ہیں — گلی میں راستے میں راہ میں بازار میں گھر میں

مشتاق ہو اگر تو ہو عاشق پناہ کا — امیدوار ہو تو اسی بارگاہ کا
اب عابدوں سے کوچۂ جاناں تو بس گیا — احوال ہے خراب ہر اک خانقاہ کا
میرے کلام عشق مجرب ہیں نسخہ جات — لیوے لڈا اگر ہو جسے ضعف باہ کا
کہنا گئے ہیں بھول سب اس جنگ گاہ میں — شبو شبو کا، گاڈ گاڈ کا اور لا الہ کا
اب دل میں بغض بیٹھ گیا ذکر اٹھ گیا — الفت کا دوستی کا محبت کا چاہ کا
دربار حسن میں ہے برابر مقدمہ — مفلس کا بینوا کا تونگر کا شاہ کا
مشہور ہو کہاں کہو اب کس کا ساتھ ہو — ہر وقت کا ہمیشہ کا شام و پگاہ کا

(۶۸) رونق۔ لاشو ناتھ سہائے ولد منشی کشن دیال صاحب ساکن پکڑی براوان ضلع گیا حضرت اکبر داناپوری کے شاگرد تھے۔ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ لکھنؤ اور بریلی کے رسالوں میں آپ کا کلام اکثر شایع ہوتا تھا۔ خم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

خوش خرامی میں بھی صبا کی توجہ چاہیئے — دیکھئے دل خاکساروں کے ہیں غلطان زیر پا

وہ دل سے ایسا ہی سمجھیں لطف ہو ورنہ — لکھا جو عاشق شیدا خطاب کیا ہوگا

یادوں میں چھپالے جگر شق دل میں درد — میں فراق غم کا بتلا ہوگیا

کس قدر پردرد ہے رونق زبان عندلیب — ہوش اڑ جاتے ہیں سن سن کر بیان عندلیب

بود و نابود انساں کے لئے مثل حباب — ہستی و نیستی ہے اپنی خبر کے مانند

(۶۹) رحمتی۔ کنور سکھراج بہادر خلف کنور رہیرا لال ضمیر عظیم آبادی عظیم آباد کے مشاہیر شعرا میں تھے۔ ۱۲۹۵ہجری میں انہوں نے بڑے دھوم دھام سے پانچ مشاعرے کئے تھے جس میں صوبہ بہار کے اکثر نامی شعرا شریک ہوئے تھے۔ چار مشاعروں کے گلدستے (مطبوعہ) راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔

اپنے جد بزرگوار راجا پیارے لال الفتی کا دیوان انہیں نے ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں طبع کرایا تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام بہت کافی مقدار میں پایا جاتا ہے بعض منتخب اشعار یہ ہیں۔

قطعہ بند

پھولا رہے یہ چمن ہمیشہ لب پر رہے یہی سخن ہمیشہ
اللہ کرے رہے یہ سرسبز حافظ رہے پنجتن ہمیشہ

مطلع

قایم رہے ضعف تن ہمیشہ کوچہ ہو ترا وطن ہمیشہ

فارسی

دلا صبر و قرار من چہ کردی ز دستم اختیار من چہ کردی
بہ ہجر ش گشتہ رشک چمن ہا دل صد داغدار من چہ کردی
چہ کم بود است کوہ فرقت او تو اے سنگ مزار من چہ کردی
پریشانی جو تھی لکھی ہوئی اپنے مقدر میں نہ ہوتی کس طرح سودائے گیسو کی جگہ سر میں
یہیں تک دشمنی اہل زمانہ کی ہے جو کچھ ہے کوئی صورت بھی پھر اپنی نہ پہچانیگا محشر میں
دکھا کر وہ گئے ہیں جب سے اپنی زلف شبگوں کو اندھیرا سا نظر آتا ہے مجکو ہر طرف گھر میں
یہ گلدستہ ہمارا چھپ گیا ہے رحمتی اب تو رہے گا یادگار اپنا پس مردن بھی ہر گھر میں
کیوں منہ تکوں نہ دیدۂ حیرت سے چاہ کا آئینہ روئے یار بنا ہے نگاہ کا
جب آپ ہی کو پاس نہیں سمدراہ کا کیا فایدہ جو ہو بھی ارادہ نباہ کا
سوز دروں سے جل گئے ہے سر جو مری خاک آنکھ ان بتوں کی مجکو ہے گوشہ پناہ کا
یوں بے حجاب بام پہ آیا نہ کیجئے قابو میں دل رہے گا نہ اک اہل راہ کا
تکلیف دست و تیغ اٹھانے سے فایدہ کافی ہے میرے قتل کو خنجر نگاہ کا
یوں جستجوئے یار میں ہے بیقرار دل بھولا ہوا پھرے کوئی جس طرح راہ کا
بیگانہ بنکے پوچھتے ہیں حال رحمتی تا جس میں ہو ارادہ نہ ظاہر نباہ کا

فارسی

دلم از دست ربودند و فغانم دادند — لذت جور و جفا ہا کہ ندانم دادند
چوں منِ رحمتیؔ آبلہ پا را پرسید — کوہ و صحرا کہ وطن بود نشانم دادند

اردو

جب سلسلہ جنباں یہ تری زلف رسا ہو — عاشق ترا کس طرح نہ زنجیر بپا ہو
اوروں سے تو آپ آنکھ لڑاتے ہیں ہمیشہ — میری بھی طرف اب نظر لطف ذرا ہو
وہ دختر رز کی نہ رہے تاک میں کیونکر — اس مست سے اے رحمتیؔ دل جس کا لگا ہو

دیگر

شعلہ در آتش حسنش چو شراب است امروز — مرغ نظارہ بر آتش چو کباب است امروز
رحمتیؔ نالہ زار تو قیامت بنمود — کز صدایش جگر سنگ چو آب است امروز
نگہ از چشم مخمور تو پیمانہ سان مستانہ می گردد — فرنگی زادۂ مست از میخانہ می گردد
زشوق شعلہ رویاں رحمتیؔ سوزد جگر امشب — جگر در سینہ و سینہ چو آتش خانہ می گردد

اردو

ترے اُن مست آنکھوں کا کوئی دیوانہ بنتا ہے — تو بعد از مرگ اُس کی خاک کا پیمانہ بنتا ہے
ہوئے دسترس غیروں کو زلف لقا محبوباں — ہماری ہڈیوں سے اسلئے اب شانہ بنتا ہے
خموشی لب پہ کھینچا رحمتیؔ سیکھو آج بہتر ہے — خموشی کی بدولت دل خدا کا خانہ بنتا ہے
دکھا کر وہ گئے ہیں جب سے اپنی زلف پیچوں کو — بلائیں آ رہی ہیں مجھ سے سر پر دیکھئے کیا ہو
کسی کی مست آنکھوں پر مرا ہے رحمتیؔ شاید — کہ بنتا خاک سے اس کی ہے ساغر دیکھنا ہو

(۷۰) حسرتیؔ۔ لالہ سیدا پرشاد ابن لالہ مہاراج سنگھ ساکن عظیم آباد وکیل عدالت دیوانی۔ حسرتی محکمہ صدر اعلائی میں ڈگری نویس تھے۔

Marfat.com

بیشتر فارسی کہتے تھے اور ناظر وزیر علی عبرتی سے اصلاح لیتے تھے۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یارب عرق آلودہ رخ یار من است ایں ۔۔۔ یا قطرۂ شبنم بگل یاسمن است ایں

اے حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دلہ سوخت ۔۔۔ برکالۂ آتش کہ زبان و دہن است ایں

(۷۱) حامد۔ منشی گھمنڈی لال باشندہ مونگیر شاگرد حافظ ضیغم۔ تاریخ شعرائے بہار میں ان کا یہ شعر ملا۔

نامۂ شوق رقم کرتا ہوں اسکو حامد ۔۔۔ کیوں نہ دو دو دل مشتاق کبوتر بنجائے

(۷۲) فرد۔ منشی پیارے لال عظیم آبادی۔ زیادہ حال معلوم نہو سکا۔ ان کی ایک غزل گلدستہ عشرتی نمبر ۶۷۱۳ مملوکہ کتب خانہ مشرقی پٹنہ میں نظر سے گزری یہ غزل انہوں نے "مشاعرہ ۲۳ ماہ شوال مطابق ۱۶ ماہ جولائی شب یکشنبہ مقام کمرہ باؤلی مکان نواب لطف علی خاں بہادر سی آئی ای میں پڑھی تھی۔ گلدستہ میں سنہ مذکور نہیں ہے صرف دن اور تاریخیں درج ہیں۔

دام میں اس کے نہ آئیگا جو دانا ہوگا ۔۔۔ دل ہمارا نہ کبھی مائل دنیا ہوگا

لائق سیر نہیں ہے یہ طلسم ہستی ۔۔۔ اسکو سمجھے گا وہی جو کوئی بینا ہوگا

حق شناسی نہیں حصہ میں ہر اک کے یارو ۔۔۔ سو میں دو ایک کا آئینہ سا سینا ہوگا

لاکھ تکلیف پہ تکلیف ہو خالق کے سوا ۔۔۔ کبھی بندہ تو نہیں طالب دنیا ہوگا

نحز کی ان سے نہو گی جو خدا والے ہیں ۔۔۔ وہ برا سمجھے گا اپنے کو جو اچھا ہوگا

جو خدا اسکو سمجھو کہ خدا اس کا ہے ۔۔۔ خلق میں پھر نہ وہ محتاج کسی کا ہوگا

زاہدا گلشن فردوس وہی ہے مجکو ۔۔۔ کوچہ یار میں مرکر جو ٹھکانا ہوگا

پھر تسکین ترا مثل کہاں سے لاؤں — نہ کوئی تھا نہ کوئی ہو نہ اب ایسا ہوگا
شعر گوئی کا رہا شوق تجھے گر ای فرد — ہے یقیں خلق میں تو شاعر یکتا ہوگا

(۷۳) **حیرت** ۔ بابو جگیشر لال رئیس گیا۔ گیا لٹرری کلب کے خاص ممبروں میں تھے اور کلب کے مشاعروں میں اکثر شریک رہتے تھے۔ شمس العلماء سید امداد امام اثر سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۰ء کے قریب انتقال کیا ان کی غزل جو مشاعرہ واقع سنہ ۱۸۹۸ء کے گلدستہ میں شایع ہوئی بطور نمونہ کلام درج کی جاتی ہے۔ یہ گلدستہ نمبر ۶۶۶۴ مملوکہ کتب خانہ مشرقی پٹنہ میں موجود ہے۔

یارب کہیں وہ تن سے مرا سر جدا کرے — کب تک یہ بار دوش پہ میرے رہا کرے
چاہے جفا کرے وہ حسیں یا وفا کرے — اب تو دیا دل اسکو جو چاہے خدا کرے
کب تک کوئی فراق کے صدمے سہا کرے — گھبرا کے مر نہ جائے جو انساں تو کیا کرے
موجود ہیں ہدف کو دل و دیدہ و جگر — تیر نگاہِ یار جہاں چاہے جا کرے
وہ شمع رو بھی بزم میں ہے اور شمع بھی — پروانہ دیکھیں جان کو کس پر فدا کرے
ہر سبزہ کی زبان سے ہے حمد کبریا — غافل چمن میں گوش نصیحت جو وا کرے
آب بقا ہوا نہ سکندر کو دستیاب — تقدیر ہی رسا نہیں تدبیر کیا کرے
رخصت گلوں سے ہوتے کہ جاتی ہے فصل گل — صیادِ بے وفا جو قفس سے رہا کرے
اُس وقت اپنے چاہنے والے کی قدر ہو — تم کو بھی جب کسی کا خدا مبتلا کرے
بندہ کو عذر کیا ہے جو مالک کی ہو رضا — راضی ہیں ہم اسی میں جو چاہے خدا کرے
برگشتگی بخت کے شکوے کہاں تلک — تقدیر ہے بگاڑ پہ تدبیر کیا کرے
حیرت خدا گواہ ہے اف بھی جو لب تک آئے — جو ظلم چاہے وہ بت نا آشنا کرے

(۴۷) ہندو۔ منشی بھولا ناتھ ساکن گیا تلمیذ سلیمان خاں جادو ساکن کوانتھ ضلع آرہ۔ سن ولادت معلوم نہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا ان کی غزل گیا لٹریری کلب کے گلدستہ ۱۲ ۱۸۹۸ء میں شایع ہوئی تھی وہ نقل کی جاتی ہے یہ گلدستہ نمبر ۱۶۶۲ خدابخش لائبریری پٹنہ کی ملک ہے۔

باہر نقاب سے کہیں وہ رخ ذرا کرے
خورشید زرد رو ہو اگر سامنا کرے

سو بار آب گنگ سے منہ دھو لیا کرے
تب بحر حسن کا ترے وہ بت شنا کرے

تعریف تیرے دنداں کی اے گل کیا کرے
سوسن صفت جو پیدا زباں مو تیا کرے

گر حال پر کرے تو کرم سا قیا کرے
خم بھی لگا دے منہ سے نہ اُف بھی ذرا کرے

بیٹھے ہیں اس کے کوچہ میں اب جو خدا کرے
جور و ستم کرے وہ صنم یا وفا کرے

کھینچا تھا جو کبھی ترا نقشہ اے سیم تن
پیدا تو ایسا دوسرا دست خدا کرے

پیغام وصل سن کے یہ کہنے لگا وہ شوخ
لے فصد وہ ابھی ذرا اپنی دوا کرے

ہر گام پر جو گھنگرو بجا دو گے اے صنم
کیونکر مراک نہ قبر سے مردہ جیا کرے

اس بت کا دیکھنے کہیں پائے جمال تو
زاہد خدا کو چھوڑ دے مان جیا کرے

اے شمع رو تو آ مری حالت زبون ہے
بتی کی طرح دل مرا کب تک جلا کرے

صورت ہے بدلی ابر کی گھنگور ہے گھٹا
ساقی تمام شب ترا ساغر چلا کرے

بے عشق وہ صنم نہیں ملنے کا زاہدا
سو بار سجدوں میں اگر جھکا کرے

تارے گریں یہ وہیں ٹوٹ ٹوٹ کر
ہنسنے میں منہ کو تو کہیں دنداں نما کرے

ہر طرح کا کمال ترے بانکپن میں ہے
چاہے تو ایک پل میں قیامت بپا کرے

ہندو جناب حضرت جادو کے فیض سے
یہ رنگ شاعری ترا یوں ہی جما کرے

(۷۵) **مست** ۔ بابو نند کشور لال بی اے ال ال بی رئیس گیا ۔ خلف منشی جواہر لال لیجسلیٹو کانسل کے ممبر بھی تھے فارسی اور انگریزی میں فارغ التحصیل تھے اردو شاعری میں حضرت [illegible] علیہ الرحمۃ دانا پوری سے تلمذ تھا اشعار اچھے کہتے تھے پچپن سال کی عمر میں ۱۹۰۵ء کے بعد انتقال کیا۔ خواجہ عشرت لکھنوی نے تذکرہ ہندو شعراء میں ان کا ذکر کیا ہے۔ لٹریری کلب گیا کے اراکین میں تھے اور سیاسی اور ادبی تحریکوں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ کلب کے مشاعرہ [illegible] کے گلدستہ (نمبر ۶۶۶۲ کتب خانہ مشرقی، پٹنہ) میں ان کی یہ غزل طبع ہوئی تھی۔

پھر حوصلۂ دعا کو ہوا [illegible] کرے ‏ ‏ ‏ ‏ ظالم [illegible] باز [illegible] ادا کرے
مضمون صد نگاہ تمنا ہے دل مرا ‏ ‏ ‏ ‏ اس کو کہاں [illegible] کوئی [illegible] ادا کرے
صد گونہ [illegible] حسرت [illegible] شوق [illegible] ‏ ‏ ‏ ‏ کیا [illegible] کو کوئی [illegible] کرے
پھر دیدہ و جگر میں ہیں باہم [illegible] ‏ ‏ ‏ ‏ [illegible] کہاں [illegible] کیا کرے
پھر تیغ ناز ڈھونڈتی ہے سینہ و جگر ‏ ‏ ‏ ‏ [illegible] تو کر [illegible] کرے
پھر جیب کے ہوس ہے کہ ہر [illegible] تار تار ‏ ‏ ‏ ‏ مجنوں [illegible] کرے
پھر گرم آہ شعلہ نشاں ہے دل حزیں ‏ ‏ ‏ ‏ پھر گریہ چاہتا ہے کہ طوفاں بپا کرے
ان روزوں جوش پر ہے پھر اشک [illegible] ‏ ‏ ‏ ‏ پھر ہے جنوں کا [illegible] بپا کرے
پھر عشق چاہتا ہے ترے آستانہ پر ‏ ‏ ‏ ‏ با صد [illegible] جبہ سا کرے
میرے غبار کو ہے خیال عروج پھر ‏ ‏ ‏ ‏ تا زیب [illegible] دوش صبا کرے
پھر امتحان جذبۂ دل کو چلی ہے یاس ‏ ‏ ‏ ‏ تا مہرباں ہو وہ بت کافر ادا کرے

پھر میرے سر پہ کھیل رہی ہو اجل مری　　شمشیر ناز تن سے مرا سر جدا کرے

کیا پھر ہے مے کشی کا تہیا جناب مست
زاہد سے کہہ دو ابر کی اسدم دعا کرے

مست کا ایک "قطعہ تاریخ مراجعت از ملک انگلستان سید ہادی حسن بیرسٹر ایٹ لا کہ بتاریخ دہم جنوری ۱۸۹۹ء در ایونگ پارٹی بطور ایڈرس خواندہ شد" بہت مقبول ہوا تھا اور اس کو خاں بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب رئیس گیا نے اپنی تصنیف خمسہ کاملہ میں شایع کیا تھا اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

ساقی گلفام دے جام شراب ارغواں　　ہے سرور افزا ے دلہا وصل بزم سخن
رقص میں طاؤس گلشن نغمہ زن مرغان باغ　　ابر رحمت شامیانہ ناچ گھر صحن چمن
قطرہ شبنم ہیں یوں اوراق گل پر جا بجا　　خاتم لعلیں میں ہو جیسے جڑے دُرِ عدن
لوٹتی پھرتی ہے بادہ صبح فرش سبزہ پر　　جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں نسرین و سمن
چرخ پر کتنا مسرت خیز ہے رنگ شفق　　ہر گردوں نے بھی بدلا آج اپنا پیرہن
کیوں نہو یہ روز ہے کیسا سعادت انتما　　لو لگا جس میں تھے مدت سے یاران وطن
سید ہادی حسن از فضل رب لم یزل　　کونسلی ہو کر ہوئے اب رونق افروز وطن
مولوی خیرات احمد ہو مبارک آپ کو　　یہ پسر با جاہ و حشمت اے محب بوالحسن
واہ خالق نے دیا کیا آپ کو نور نظر　　خوش کلام و خوش بیاں شیریں زباں شیریں سخن
زیرک و دانش پناہ و خوش سیر ہر دل عزیز　　نوجواں ہمت میں و در اندیشی میں پیر کہن
نیک اندیشہ محبت پیشہ پاکیزہ خیال　　نام بردار پدر نام آور ہر انجمن
باپ پیارا قوم کا بیٹا ہے پیار ملک کا　　پاک دونوں کی طبیعت نیک دونوں کا چلن

یاد تھی سب کے دلوں میں آپ کی مسکن پذیر — دور تھے ظاہر میں ہم سے آپ آہادی حسن
ہو زیادہ عمر و دولت جاہ و اقبال و حشم — سب مرادیں آپ کی برلائے رب ذوالمنن
آپ کی تقریر میں ہو برک و شریڈن کا زور — آپکی تحریر میں ہو لطف مثل ایڈیسن
بار سے کر کے ترقی آپ جائیں جج پر — چیف جسٹس کی عبا ہو آپ کے زیب بدن
ہو مطیع حکم یہ گردون گردان آپ کا — آپ کے حامی علی ہوں آپ کے ہادی حسن
آپ کے آنے کا کیا اچھا مناسب سال ہے — اب رفتہ باز اندر جوئے آمد در چمن
جام الفت آپ کا پی کر دعا کرتا ہے مست — بزم میں ہر اک کہے آمین رب ذوالمنن

اشعار متفرقات

نفرت میں اک تجھی سے بہلتا ہے جی مرا — دل سے تو اے تصور جاناں جدا نہ ہو
اٹھا بخار دل سے تو آنسو ٹپک پڑے — سچ ہے کہ مینہ برسے گا جبتک گھٹا نہ ہو

(۷۶) **جابر**۔ بابو خیمل کشور بی اے بی۔ ال وکیل عدالت خاص نہٹی بادھو چرن قوم کایستھ ساکن محلہ رمنہ تھر گیا شاعری میں حشر بیکھو ناسے اصلاح لیتے تھے ١٩١١ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔

لڑا دیا آپس میں ہے کار دنیا — جو سر ہے کسی کا تو پنجہ کسی کا

(۷۷) **صید**۔ لالہ برہمدیو سہائے ساکن نجابت پور سب ڈویژن جہاناباد ضلع گیا میں ولادت ۱۸۷۳ء گیا میں عدالت کے مختار تھے۔ شاعری کے علاوہ موسیقی، مصوری اور باغبانی کا شوق تھا۔ خواجہ عشرت لکھنوی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ رسالہ تاج، گیا میں ان کا کلام شایع ہوا کرتا تھا اور انکی تصویر بھی شایع ہوئی تھی کچھ دن شمیم گیاوی اور گلشن گیاوی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔ کلام کا نمونہ یہ ہے۔

لیلیٰ یہ دل ہے صدقہ محمل ڈھونڈتے ہیں — گم گشتہ کارواں ہیں منزل کو ڈھونڈتے ہیں

ان کی نگاہ دلکش پہلو سے لے گئی ہے — کیوں حاضرین جلسہ اب دل کو ڈھونڈتے ہیں
دونوں طرف ہے یکساں یوں جذبۂ محبت — قاتل ہمیں تو ہم بھی قاتل کو ڈھونڈتے ہیں
صنعت بزیر کب ہیں شیوہ کرم ہے جن کا — گھر سے سخی نکل کر سائل کو ڈھونڈتے ہیں
شوق شہادت ایسا دل میں سما گیا ہے — مقتل کو ڈھونڈتے ہیں قاتل کو ڈھونڈتے ہیں
کیا کوئی ظلم تازہ آیا ہے یاد ان کو — مقتل میں آکے اپنے بسمل کو ڈھونڈتے ہیں
نفرت مجاز سے ہے صادق ہے عشق ہم کو — خارج کو چھوڑتے ہیں داخل کو ڈھونڈتے ہیں
آنظر ہے جلنا ہم شکل شمع ہم کو — جو آن کرے نہ منہ سے اس دل کو ڈھونڈتے ہیں
لے صید گم ہوا تو اچھا ہوا اگر ہم — جس نے لیا ہے وہ دل اس دل کو ڈھونڈتے ہیں
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اسی انتظار میں — آئیں گے حور بن کے فرشتے مزار میں
جلوہ افگن ہے وہی دونوں جگہ اے ناصح — مرتبہ کم نہیں کعبہ سے ہے بت خانے کا
ہنر ا کس کو ملی تھا جرم کس کا — لڑی ان سے نظر دل پر لگی چوٹ
مل جل کے رہیں جوہر و شمشیر کی صورت — سیماب ہے دل میرا آئینہ اگر آپ

(۷۸) **عارف**۔ شیو نرائن چودھری خلف بابو لالہ جی چودھری ساکن محلہ حاجی گنج عظیم آباد پٹنہ ولادت سنہ ۸۰ء اردو سے خاص شغف رکھتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ چند سال ہوئے انتقال کیا۔ شاد عظیم آبادی کے شاگرد تھے ان کا کلام بہت پاکیزہ ہوتا تھا نمونہ یہ ہے۔

ازل سے لائے جو مستی تھے اسکی خو نہ گئی — جو تھی خمیر کے اندر وہ رنگ و بو نہ گئی
یہ طنز کہتی ہے پھولوں سے کھل کھلا کے کلی — تمہارا رنگ نہ بدلا ہماری خو نہ گئی
تو خال و خط کے محاسن کو چھوڑ اصل کو دیکھ — مکیں کی زینت رونق مکاں کو چھو نہ گئی

Marfat.com

ہیں رو کے اشکوں سے خود اپنے ہو لیا طاہر   حریم دل میں تری یاد بے وضو نہ گئی
وہ نخلِ تازہ و تر تھا خیال اے عارف   کہ سوکھ جانے پہ بھی طاقتِ نمو نہ گئی

(۷۹) **عاشق**۔ بابو جگرناتھ پرشاد عرف بتو خلف منشی رادھاکشن قوم کھتری سہرن ساکن محلہ چھوٹی پٹن دیوی۔ پٹنہ۔ ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے تھے اردو کے علاوہ تھوڑی فارسی بھی جانتے تھے۔ خلیق اور منکسر مزاج تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں شاد عظیم آبادی کے شاگرد ہوئے ۱۸۹۴ء میں بعارضہ سل انتقال کیا۔ ایک دیوان موسوم بہ کارنامۂ عاشق ۱۸۹۵ء میں طبع ہوا تھا۔ ان کا کلام بہت پسندیدہ ہوتا تھا۔ نمونہ یہ ہے۔

رہا نہ ہوش ترے عشق میں بجا اپنا   بتوں کو سجدہ کیا جانکر خدا اپنا
کوئی کہتا ہے مسلماں کوئی آزاد تجھے   قدرداں خوب ملے ہیں یہ خداداد تجھے
ہے فرق صرف نام کا پر ذات ایک ہے   تم رام یا رحیم کہو بات ایک ہے

(۸۰) **آزاد**۔ بابو بھوانی پرشاد ساکن محلہ کالی استھان پٹنہ رائے اسری پرشاد عطا کے حقیقی بھتیجے تھے ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ شاد عظیم آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا ۱۹۳۰ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔

نہ اس سرا کا کبھی بند کارخانہ ہوا   کوئی سحر تو کوئی شام کو روانہ ہوا
ترا جہاں دکھانا ہمارا مر جانا   کچھ ایسی بات نہ تھی جس کا اک فسانہ ہوا
تعلقات نے پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں   گھر اپنا آپ کے حق میں قید خانہ ہوا
ہزار شکر نہ حسرت کا ہم نے منہ دیکھا   امید وصل سے پہلے ہی دم روانہ ہوا
ہنسا رہی ہے یہی دم گھٹ کے اے آزاد   وطن سے آئے ہوئے ہم کو اک زمانہ ہوا

ولہ

جو تیرے ظلم و ستم کا وفور ہو جاتا   قصور وار ترا بے قصور ہو جاتا
نہ کرتی موج حوادث اگر دراندازی   تو بحر غم سے ہمارا عبور ہو جاتا

ناراض مجھ سے کیوں بت مغرور ہو گیا   تجھ سے گناہ کیا دلِ رنجور ہو گیا
آزادؔ شکر ہے کہ بھلے دن اب آ گئے   بد قسمتی کا داغ جو تھا دور ہو گیا

(۸۱) شادؔ - بابو بدری ناتھ خلف منشی ہربنس رائے ساکن چنڈی پور ضلع گیا۔ حضرت بسمل گیاوی کے شاگرد تھے پھر حشر بیتھوی اور خلش گیاوی کو اپنا کلام دکھایا۔ ان کا ایک شعر سنا گیا تھا وہ یہ ہے۔

جوشِ وحشت میں سراپا چاک گریباں دیکھکر   نوک کی لیتا ہے سر خار مغیلاں دیکھکر

متاخرین ہند و شعرا

(۸۴) **عطا**۔ رائے ایسری پرشاد رئیس عظیم آباد محلہ کالی استھان۔ تخلص رائے بھی پرشاد۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے تھے۔ اولوالعزم اور علم دوست تھے۔ ایک رسالہ علم عروض میں ان کی تصنیف سے یادگار ہے آخر عمر میں درویشانہ وضع اختیار کی تھی۔ ۲۱ جنوری ۱۹۲۵ء کو تقریباً ستر سال کی عمر پاکر انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ذکر میری وفا کا سن کے کہا	کیسی بے مثل یہ کہانی ہے

۱۹۲۲ء کے مشاعرہ واقع محلہ لودی کٹرہ بمکان شاہ اقبال صاحب مرحوم انہوں نے مندرجہ ذیل غزلیں پڑھی تھیں جو رسالہ تاج ماہ دسمبر میں بھی شائع ہوئی تھیں۔

آنکھ کے پردے کے باعث ہے یہ غفلت میری	دیکھنے دیتی نہیں مجھکو حقیقت میری
آنکھ کے پردوں نے مخلوق بنا رکھا ہے	دیکھنے دیتی نہیں مجھکو یہ صورت میری
جز ستم اور دکھائی نہ مجھے دیتا ہے	پر تمکین سے ہوئی جب سے کدورت میری
جینے سے سو بار پڑا ہوں نہ اٹھاؤ مجھکو	دیکھو دیکھو کہیں ٹھکراؤ نہ تربت میری
اب کو ترسے تو آنکھ تو دھولے زاہد	تب نظر آئے گی جو کچھ کہ ہے حرمت میری
زر کی خواہش نہیں الفت نہ خلائق کی ہے	رند ہوں صبر و قناعت ہی ہے دولت میری

Marfat.com

میں کسی شے کو بھی اپنے سے علحدہ سمجھوں — یہ روا رکھتی ہی ہرگز نہیں نیت میری
کوئی گر نیچی نگاہوں سے جو مجھے دیکھے — یار کی آنکھوں میں لازیبا دقعت میری
کس مپرسی کے زمانہ میں خدا یاد آیا — آخر ش کام مرے آئی یہ غربت میری
سجدہ کرنے ہی نے گمراہ کیا تھا مجکو — آگئی اب تو سمجھ میں مری غفلت میری
میں عطار ندہوں اور طرز سخن ہو یکتا — مل نہیں سکتی کسی سے کبھی رنگت میری

لگاکے سرمہ کہ جادو جگاکے بیٹھے ہیں — عجیب رنگ دلوں پر جماکے بیٹھے ہیں
سنے گا کون کہانی مری یہاں صاحب — غضب ہے عرش پر آپ جاکے بیٹھے ہیں
انہوں نے سیکھا ہے آنکھوں کی اوٹ ہو رہنا — تو ہم بھی آنکھوں پہ پردے اٹھاکے بیٹھے ہیں
نہ سمجھے نا کوئی میری وفا نے کھینچی ہے — چراغ قبر کا میری بجھاکے بیٹھے ہیں
انہوں نے مجکو کہیں کا بھی اب نہیں رکھا — کہ مجھ سے حشر میں دامن چھڑاکے بیٹھے ہیں
کوئی زمانہ تھا صحرا نوردی کرتے تھے — مزے وصال کے اب چکھ چکھا کے بیٹھے ہیں
کہیں نہ آپ کے دیدار سے تڑپ جائے — اسی سے پہلو میں دل کو دباکے بیٹھے ہیں
یہ خوب حیلہ ملا ہے انہیں نہ آنے کا — جو آج پاؤں میں منہدی لگاکے بیٹھے ہیں
نہ اب خدا ہی سے مطلب نہ کچھ بتوں سے ہے — کہ خاک اپنے صنم پر رماکے بیٹھے ہیں
نہ پائے کوئی کسی ڈھب سے تا نشاں ان کا — جو نقش پا بھی کہیں تھا مٹاکے بیٹھے ہیں
کیا جو کرنا تھا ہونا جو تھا ہوا سب کچھ — اب انتظار میں ہم تو قضا کے بیٹھے ہیں
صبا تو لائیگی نکہت کہیں سے اس گل کی — عطا اسی سے تو رخ پر ہوا کے بیٹھے ہیں

ان کا ضخیم دیوان ان کے لڑکوں (رائے میلکوم جیمس سنہا اور رائے ایڈون ہورلیس سنہا) کے پاس موجود تھا غالباً اب تک محفوظ ہے۔

(۸۳) مائل — بابو بھولا ناتھ منصف مدہ پور ضلع کیا تلمیذ رارد و شاعر

کے دلدادہ تھے ہجوم کار سرکاری کے باوجود مشق سخن بھی جاری رکھتے تھے اور اکثر مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان کی غزلیں بعض گلدستوں میں بھی شایع ہوا کرتی تھیں ۱۹۲۰ء میں انتقال کیا ان کا کچھ کلام رسالہ تاج گیا ۱۹۲۰ء میں شایع ہوا تھا وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے　　یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے

فغاں کے ساتھ لب تک دمبدم آنے سے کیا حاصل
دل مضطر کو سمجھا دو کہ گھبرانے سے کیا حاصل

جو پیشانی کا لکھا ہے وہ پیش آنا ضروری ہے
تو پھر تقدیر کی باتوں پہ غم کھانے سے کیا حاصل

نصیحت ہم سے دیوانے کہیں سنکر سنبھلتے ہیں
کوئی ناصح کو سمجھادے کہ سمجھانے سے کیا حاصل

جو مرنا ہے تو ہم بھی مرمٹیں گے کوئے جاناں میں
کسی جنگل میں جاکے سر کو ٹکرانے سے کیا حاصل

ہماری جاں نثاری بھی کسی دن آزما دیکھو
یہ قصے لیلی و مجنوں کے پڑھوانے سے کیا حاصل

نگاہ مست ساقی سے ہے بزم مئے کی کیفیت
ہمیں پھر ساغر و مینا و میخانے سے کیا حاصل

تاج ماہ مارچ ۱۹۲۰ء

غم سے مرا کب حال پریشاں نہیں دیکھا　　کب اس دل صد چاک کو گریاں نہیں دیکھا
شکوہ مرے رونے کا عبث کرتے ہو یارو　　کب زخم جگر کو مرے خنداں نہیں دیکھا

اترا کے نہ چل کبک دری باغ میں تنہا　　تو نے کبھی اس گل کو خراماں نہیں دیکھا
دیکھا تو حرم میں بھی پرستش ہے اسی کی　　اس بت سا کوئی دشمن ایماں نہیں دیکھا
اے شمع شب افروز ترے حسن کا جلوہ　　کس رنگ میں کس ڈھب میں نہاں نہیں دیکھا
کھو بیٹھا ہے دل جو کہ تھا گنجینۂ اسرار　　مائل سا کبھی ہشیار نگہباں نہیں دیکھا

اپریل سنہ ۱۹۲۰ء مشاعرہ مدھ پورہ ضلع بھاگلپور

داغ تپ فراق سے دل لالہ زار ہے　　جو آہ منہ سے نکلی وہی شعلہ بار ہے
کیا پوچھتے ہو حسرتیں میری کہاں گئیں　　سب زیر مٹی ہیں دل ہی میں سب کا مزار ہے
دست جنوں سے چاک گریباں ہوا تو کیا　　تار نفس بھی اب تو مرا تار تار ہے
باتیں نری سمجھتے ہیں ناصح یہ کیا کریں　　قابو میں اپنے کب دل بے اختیار ہے
کس بات پر ہے پیکر خاکی تجھے گھمنڈ　　دو دن کی زندگی بھی تو ناپائدار ہے
پھر گل نیا کھلائیگا موسم بہار کا　　پہلو میں بے سبب نہیں دل بے قرار ہے
تلووں کو کیوں نہ خار مغیلاں کی ہو ہوس　　سودائی وہ جنوں کے سر پر سوار ہے
دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے　　یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے
مائل ترے کلام کا سابق ہے ہر کوئی　　کچھ اور گل کھلا یہ زمیں پر بہار ہے

غزل مطبوعہ تاج جون سنہ ۱۹۲۰ء

یا شرح سوز دل ہے یا درد کا بیاں ہے　　جو شعر ہے ہمارا اک غم کی داستاں ہے
پھنکتا ہوں سوز غم سے سینہ میں دل تپاں ہے　　پھر عشق زخم دل پر میرے نمک فشاں ہے
ہے سانس لینی مشکل دل اس قدر تپاں ہے　　اس نیم قطرہ خوں میں کیا زور الاماں ہے
بے شبہ بت کے دل میں تیری جگہ ہے کافر　　تو کیا پھرا کہ ہم سے برگشتہ اک جہاں ہے
سوز دروں سے دل میں اک آگ سی لگی ہے　　آہوں کے بدلے لب پر ہر وقت اک دھواں ہے

منہ میں مرے بھی آخر اے جانجاں زباں ہے   لو۔ کہہ چکے بہت کچھ بس اب زباں سنبھالو

وعدوں پہ تیرے اے بت امید مغفرت ہے   پیماں شکن نہ ہونا اللہ درمیاں ہے

مائل نے ۱۹۲۲ء میں مدھےپورہ ضلع بھاگلپور میں چیچک کے عارضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ ان کے کلام کا کافی ذخیرہ موجود تھا معلوم نہیں اب تک محفوظ ہے یا نہیں۔

(۸۴) **صہبا**۔ رائے کنور بھائی رئیس گیا شاگرد حضرت اکبر داناپوری نمونہ کلام یہ ہے۔

جب تو دعوائے خدائی یہ بتاں رکھتے ہیں   سجدے ہم کرتے ہیں وہ پاؤں جہاں رکھتے ہیں

(۸۵) **فرہاد**۔ منشی بدری نرائن ولد منشی درگا پرشاد قوم کایستھ ساکن ندرہ ضلع گیا۔ کلکٹری میں نقل نویس تھے اور موضع ندرہ کی انجمن چشمۂ سخن کے سکریٹری تھے۔ مشاق شاعر تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ناز سے دیکھا تو آخر اک نظر میری طرف   دل جو تم نے لیا اس کا گلا جاتا رہا

(۸۶) **کشش**۔ بابو گوبند پرشاد خلف بابو گنگا پرشاد ساکن موضع ندرہ ضلع گیا، تلمیذ حافظ عبدالاحد ساکن شیرگھاٹی۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا ان کا ایک شعر یہ ہے۔

اپنی تو سجدہ گہہ ہے درِ مئے فروش پر   دیر و حرم سے کام نہ کچھ تم کو تعلقات

(۸۷) **امیر**۔ بابو گوبردھن پرشاد۔ اضلاع بہار کے کسی دیہات کے رہنے والے تھے محکمہ پولس میں انسپکٹر تھے ۱۹۰۳ء میں انہوں نے سپول ضلع بھاگلپور سے اپنی غزلیں گلدستہ بہار بے خزاں کے لئے بریلی بھیجی تھیں جو مختلف گلدستوں میں شائع ہوئی تھیں وہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

بہارِ بے خزاں بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

مجھ سے ہر آدمی کو نفرت ہے — یہ ترے عشق کی بدولت ہے
غیر بھی کرتے ہیں گلا تیرا — کچھ مجھی کو نہیں شکایت ہے
مردے اٹھنے لگے مزاروں سے — ان کا آنا بھی اک قیامت ہے
واعظو جاؤ اپنا کام کرو — کوئے جاناں ہماری جنت ہے
کیا تردد ہو اپنے مدفن کا — کوچۂ یار تو سلامت ہے
بوسہ مانگا تو منہ بنا کے کہا — ایسی باتوں سے مجکو نفرت ہے
توبہ مے سے بہار میں واعظ — یہ بھی اک آپ کی حماقت ہے
اپنے دل کا مجھے گلا ہے امیر — کچھ نہیں غیر کی شکایت ہے

بہارِ بے خزاں مئی سنہ ۱۹۰۳ء

جانستاں ابروئے قاتل کی ادا ہوتی ہے — اسی تلوار کے قبضہ میں قضا ہوتی ہے
ہم کو دنیا میں نہ آرام ملا سنتے تھے — جائے آرام مسافر کو سرا ہوتی ہے
الفت غیر کا الزام میں دیتا ہوں انہیں — بس اسی بات پہ جھگڑے کی بنا ہوتی ہے
دیکھا عاشق کا جنازہ تو ستمگر نے کہا — وہی ہوتا ہے جو مرضیٔ خدا ہوتی ہے
اس کو شمشیر بکف دیکھ کے مقتل میں امیر — روح دہشت سے رقیبوں کی فنا ہوتی ہے

بہارِ بے خزاں اگست سنہ ۱۹۰۳ء

عشق مجکو جانب چاہ زنخداں لے چلا — خضر اسکندر کو سوے آب حیواں لے چلا
جو چلا محفل سے تیری سینہ سوزاں لے چلا — دل تپاں خاطر پریشاں چشم گریاں لے چلا
دل بغل سے جلوۂ رخسار جاناں لے چلا — ذرۂ ناچیز کو مہر درخشاں لے چلا
حسن کے مکتب میں ملتا ہوں کہ ہوگا درس عشق — میں سبق کو پانچواں باب گلستاں لے چلا

رونا آتا ہے ترے عاشق کی قسمت پر مجھے — جوشِ حسرت لیکر آیا داغِ ہجراں لے چلا
منزلِ ملکِ عدم کی راہ تھی تاریک ہیں — شمعِ عشقِ عارضِ پر نورِ جاناں لے چلا
مستیٔ وحشت میں دوڑا پیچھے پیچھے قیس بھی — ساربان جب ناقۂ لیلیٰ حدی خواں لے چلا
پیچھے پیچھے ہولئے قاصد کو سمجھاتے امیر — نامۂ پرشوق جب وہ سوئے جاناں لے چلا

ستمبر ۱۹۰۳ء

شوق دل ان کو سنایا جب تو جھنجھلا کر کہا — ہم کہے دیتے ہیں ایسی دل لگی اچھی نہیں
اے خدا کب تک ملے گی راحتِ روزِ وصال — یہ شبِ فرقت مصیبت کی گھڑی اچھی نہیں
آنکھ کھولو کچھ کہو اپنی ، ہماری کچھ سنو — حضرتِ دل یہ تمہاری بیخودی اچھی نہیں
پھر نہ عالم میں نمایاں ہو کہیں طوفانِ نوح — دیدۂ گریاں یہ ساون کی جھڑی اچھی نہیں
وقتِ گریہ گدگدائے کوئی کیوں مجکو امیر — رونے والوں سے کسی کی یہ ہنسی اچھی نہیں

تذکرہ ہندو شعرا مولفہ خواجہ عشرت لکھنوی (مطبوعہ سنہ ۱۹۳۱ء) میں ان کا ذکر اور ایک شعر پایا گیا وہ یہ ہے۔

جذبہ دل کی ہیں تاثیر دکھاتا تم کو — مرے قابو میں مری جان اگر دل ہوتا

(۸۸) جودت۔ منشی جدو بیر سہائے خلف منشی بنواری لال صوفی ساکن ڈان پور متصل گیا شاگرد حشر بیتھوی وکوثر خیر آبادی سنہ ۱۹۰ء میں سرکاری وکیل عدالت گیا کے محرر تھے ۱۹۱۲ء میں تخمیناً پچاس برس کی عمر میں انتقال کیا ان کی غزلیں گلدستہ چمنستان سخن اکتوبر ۱۹۰۱ء زیر ادارت احمد حسین جوش عظیم آبادی ٹالی گنج کلکتہ اور گلدستہ نسیم سحر زیر ادارت شفق عماد پوری مطبوعہ گیا میں نظر سے گذری تفصیل نسیم سحر میں ان کو شاگرد حشر مرحوم و شفق عماد پوری لکھا ہے۔ جون سنہ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے نسیم سحر کی اشاعت کا قطعہ تاریخی بھی لکھا تھا۔ غزل مطبوعہ چمنستان سخن بابت اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء

قبا ہو نہ پیراہنِ تن کسی کا — کھلے بند پھرتا ہے دشمن کسی کا
مرے دل نے مجکو خرابی میں ڈالا — الٰہی نہ ہو دوست دشمن کسی کا
نہ کہتے تھے وہ بے مروت ہے اے دل — ہوا ہے نہ ہوگا وہ پرفن کسی کا
مصیبت مری سن کے اتنا وہ بولے — نہ ہو مبتلا غم میں دشمن کسی کا
کفن قطع ہونے لگا جب ہمارا — ہوا غم سے کیوں چاک دامن کسی کا
یہ پازیب کا گھونگرو بولتا ہے — کہ ہے زمزمہ ساز ارگن کسی کا
جب آتے ہیں گورِ غریباں کی جانب — تو وہ پوچھ لیتے ہیں مدفن کسی کا
اسے ضبط کہتے ہیں اف کی نہ منہ سے — وہ سنتا رہا روز شیون کسی کا
ہجوم قیامت میں کیا حال ہوگا — نہ ہوگا جو ہاتھوں میں دامن کسی کا
پس قتل بولے وہ یہ گورکن سے — نہ ہو میرے کوچہ میں مدفن کسی کا
جو وہ غیرت گل یہاں آیا جو وقت — مکاں بن گیا رشک گلشن کسی کا

غزل مطبوعہ نسیم سحر جون ۱۹۰۱ء

مقابل نہ ہوگا مری چشم تر سے — اگر سو برس ابر دن رات برسے
نہیں ہوتی پوری ہوس مال و زر سے — بجھی ہے کہیں پیاس آب گہر سے
کوئی صبح تک خواب راحت میں غافل — کوئی اٹھ کے روتا ہے پچھلے پہر سے
بڑھے ایک سے ایک ہیں دونوں عارض — ملا لے انہیں کوئی شمس و قمر سے
میں قربان تیری نزاکت کے قاتل — سنبھلتی نہیں تیغ نازک کمر سے
کوئی ڈر گیا ہاتھ کانوں پہ رکھکر — کراہا جہاں کوئی درد جگر سے
ہوئی آبرو مل گیا آب و دانہ — گہر کو صدف سے صدف کو گہر سے
ملا خلعت نو عروس چمن کو — کھلے پھول کیا کیا نسیم سحر سے

Marfat.com

شب ہجر بگڑی ہے تقدیر جودتؔ — جگر دل سے آزردہ ہے دل جگر سے

قطعہ تاریخ اجرائے گلدستہ نسیم سحر

خدا کے فضل سے اب ہو گیا ہے شہر چھپکر — کہاں ہیں آ کے ہاتھوں ہاتھ لیں اہل ہنر گلدستہ
لڑی ہے موتیوں کی یا مضامین مسلسل ہیں — چمک کر خوب نکلا ہے یہ آرفتہ تاب گلدستہ
گل افشاں ہر ورق ہے بلوۂ رنگیں سے — دکھاتا ہے بہار گلشن شاداب گلدستہ
ہے دشمن قلم کر کے لکھی تاریخ یوں جودتؔ — ہوا شایع عجائب نادر و نایاب گلدستہ

غزل مطبوعہ نسیم سحر ستمبر ۱۹۰۱ء

گیا ہے نالۂ دل آسماں تک — اب آگے دیکھئے پہونچے کہاں تک
وفور ضبط سے راز محبت — نہ آیا گوشۂ دل سے زباں تک
کچھ ایسی بے نشاں راہ عدم ہے — نہیں ملتا نشان رفتگاں تک
رہی ثابت قدم بھروسے کے آخر — کٹا دی شمع نے اپنی زباں تک
پھنکا ہوں آتش فرقت سے ایسا — ہوئی ہیں راکھ جل کر ہڈیاں تک
جلایا اس طرح سوز نہاں نے — نہیں نکلا مرے منہ سے دھواں تک
ملا اس کا پتا دل ہی میں جودتؔ — جسے ڈھونڈا زمیں سے آسماں تک

غزل مطبوعہ نسیم سحر مئی ۱۹۰۲ء

ہم دل کسی کو دینے کے قابل کہاں رہے — وہ درد جن کے دل میں ہمارے نہاں رہے
دن رات ان کے ساتھ رہے سایہ ساں مگر — ظاہر کبھی رہے تو کبھی ہم نہاں رہے
بھڑکی ہوئی ہے آتش گل صحن باغ میں — بلبل کو فکر ہے کہ کہاں آشیاں رہے
فریاد حشر میں نہ کروں گا مگر کہیں — شاید مجھے نہ طاقت ضبط فغاں رہے
پہلو کو چاک کر گئی تیغ نگاہ ناز — جودتؔ بتاؤ اب دل مضطر کہاں رہے

متفرقات

دید رخ سے ہو گیا درماں دلِ بیتاب کا
اضطراب آئینہ سے ملکر مٹا سیماب کا

آنکھ بھر آتی ہے جو دقت یاد میں ہم مستی کی
دیکھتا ہوں جب بھر ا ساغر شراب ناب کا

بحر ہستی میں نہ کر ایام پیری کا ملال
لوگ خوش ہوتے ہیں کشتی قرب ساحل دیکھکر

نشانِ نقشِ پائے رفتگاں پایا نہ عالم میں
اڑائی منزلوں کی خاک گرد کارواں ہوکر

طور پر برق جو چمکی ہے موسی بے ہوش
جلوۂ رخ کے سوا اس میں کوئی راز نہ تھا

کج ادائی نے تمہاری یہ اثر دکھلایا
پڑگئے زلف سیہ فام میں خم آپ سے آپ

خمخانہ جاوید میں بھی ان کا مختصر ذکر ہے۔

(۸۹) ہندو۔ بابو پریاگ رام ساکن گیا۔ شاگرد مائل بیتھوی سنہ ۱۹۰۱ء میں مشق سخن کرتے تھے گلدستہ نسیم سحر میں ان کا کلام شائع ہوا تھا۔ ایک شعر یہ ہے۔

تصور میں آنکھیں تمہیں دیکھ لیں گی
کہاں تک چھپو گے کسی کی نظر سے

(۹۰) اسیر۔ اکھوری نند کشور ابن اکھوری بہاری لال زمیندار موضع بھراری ضلع گیا۔ قوم کالیستھ۔ عدالت میں مختار تھے سنہ ۱۹۱۶ء میں زندہ تھے خلش گیاوی سے اصلاح سخن لیتے تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ہر وقت ستاتے ہو جو ارباب وفا کو
کیا حشر میں تم منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو

کوچہ سے ترے اٹھ کے کہیں جا نہیں سکتا
آرام ملا دہ مرے نقش کف پا کو

(۹۱) صابر۔ اکھوری سیتل پرشاد خلف اکھوری لچھمن سہائے کالیستھ ساکن میگرہ ضلع گیا۔ سن شعور سے شاعری کا شوق تھا سنہ ۱۹۲۵ء میں ایک دیوان بھی مرتب کر رہے تھے اس وقت ان کی عمر تخمیناً بیٹھ سال

کے قریب تھی نمونہ کلام یہ ہے۔

بڑھنے لگا تعظیم کو ہر خارِ مغیلاں　　　دیکھا جو کہیں دشت میں مجھ آبلہ پا کو
گردش چرخ سے گھبراتا ہے کیوں دل مرا　　　شاید اس پردہ میں پنہاں کوئی حکمت ہوگی

غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیا۔ جنوری ۱۹۲۳ء

حب قومی کی ضیا جس میں نہ ہو وہ دل نہیں　　　آئینہ ہے زنگ آلودہ کسی قابل نہیں
پہنو کھدر آگ میں ڈالو بدیسی مال کو　　　جس نے زک دی ساتھ میں دینے کے وہ قابل نہیں
راز آزادی ہے پوشیدہ سودیشی مال میں　　　جبر کچھ تھوڑا سا دلیر ہو تو کچھ مشکل نہیں
ہیں عمل کا وقت ہے سب کام شدہ ہو جائیں گے　　　بات کی فرصت نہیں ہے، وقت بھی فاضل نہیں
شاہ راہِ کامیابی ہے ہمارا اتفاق　　　کچھ نہ ہوگا ہند اور مسلم اگر اک دل نہیں
بے خبر انہیں سے ہو عشق کا دعوی یہ ہے　　　[illegible] تم کو ابھی حاصل نہیں
کس طرح صابر کرے پیری میں خدمت ملک کی　　　وہ توانائی نہیں وہ دن نہیں وہ دل نہیں

کام پورا ہو تپاک بسمل کا　　　ہاتھ اوچھا پڑا ہے قاتل کا
جمع ہیں شاعران خوش گفتار　　　جم گیا رنگ آج محفل کا
چاند دلہن تو شمس ہے نوشاہ　　　جوڑا اچھا ملا مقابل کا
بزم شادی میں بزم شعر و سخن　　　کام ہے شاعران کامل کا
کیوں نہ صابر مجھے مسرت ہو　　　آج [illegible] ہے حوصلہ دل کا

(۹۲) **صنم**۔ بابو امبیکا سہائے خلف منشی جگرناتھ سہائے قوم کائستھ ساکن ہرنام ڈیہہ ضلع گیا [illegible]ء میں پیدا ہوئے۔ خلش گیاوی کے شاگرد تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

بے فائدہ کیوں ہاتھ اٹھاتا ہے دعا کو　　　معلوم ہے دل کا ترے احوال خدا کو

لکھو آج سنم تو وہ پھڑکتے ہوئے اشعار   تڑپا دے غزل اپنی سنا کر شعرا کو

(۹۳) دہاتی ۔ بابو ہری ہر پرشاد چنچل عرف لال بابو اگروال خلف بابو ہر کشن داس اگروال ساکن لعبری ٹولہ شہر گیا۔ بڑے ظریف الطبع تھے اکثر مزاحیہ اشعار بھی کہتے تھے۔ گیا میں اگروال پریس انہیں نے جاری کیا تھا۔ عرش گیاوی سے بھی بہت ربط تھا۔ ۱۹۰۴ء میں اپنے پریس سے اخبار بہار پنچ جاری کیا تھا جس کی ادارت عرش گیاوی کے سپرد تھی پھر ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ ایک دوسرا اخبار "رنگیلا" ہندی رسم الخط میں نکالا۔ ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں انتقال کیا۔

نمونہ کلام یہ ہے۔

بستان دہر میں یہ گلستاں ہے کس لئے   نغمہ سرا یہ مرغ خوش الحان ہے کس لئے
جب زندگی ہی اپنی دہاتی ہے بے ثبات   عیش و نشاط کا سر و ساماں ہے کس لئے
دنیا کا انقلاب دکھانے کے واسطے   محتاج مجکو کر دیا دانے کے واسطے
راحت جو لید رنج دہاتی ہوئی نصیب   اچھا سبق ملا یہ زمانے کے واسطے
وصل کی شب نہ گئی اس کس کا جوبن نق ہو گیا   جیسے کملائے کوئی کچی کلی گلنار کی
شگون ہی فیس بین نذرانہ میں او رنجشانہ میں   موکل کی حجامت ہوتی ہے محنتانہ میں

(۹۴) قیس ۔ بابو رام پرشاد بی اے بی ال وکیل گیا۔ خلف منشی سنجیون لال دیوان (سات آنے) راج ٹکاری تلمیذ حضرت اکبر داناپوری اردو کے مشتاق شاعر تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا اور ۱۸۹۸ء میں گیا میں ایک ادبی انجمن موسوم بہ لیٹری کلب قایم کی تھی جس میں ہر مہینہ مشاعرہ منعقد ہوا کرتا تھا اور مشاعرہ کی غزلوں کا گلدستہ بھی شایع ہوتا تھا۔

Marfat.com

اس انجمن کا ایک گلدستہ راقم کی نظر سے بھی گزرا تھا اسی سے ایک غزل اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ گلدستہ نمبر ۶۶۶۲ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں بھی موجود ہے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں ان کے کلام کا مختصر مجموعہ موسوم بہ یادگار رقیبی حسین بخش شرر گیاوی نے شایع کیا تھا اور شفق عمادپوری نے اس کا دیباچہ لکھا تھا لیکن کم سوادی اور بے اعتنائی کے سبب یہ مجموعہ بہت ضروری مواد سے خالی رہ گیا۔

میرا کلب ہمیشہ ہی پھولا پھلا کرے — ہو کوئی فصل یہ سرسبز و تازہ رہا کرے
انسان کس زبان سے تیری ثنا کرے — اک مشت خاک حمد خدا کیا ادا کرے
کب کہتے ہیں یہ ہم کوئی ہم سے وفا کرے — ہم سب میں خوش ہیں کوئی وفا یا جفا کرے
مجھ سے مریض غم کی کوئی کیا دوا کرے — ہاں وہ دوا کرے جو کوئی معجزہ کرے
کیا دشمنوں کے غم میں یہ کیونکر گھلا کرے — آٹھ آٹھ آنسو عاشق نہ روئے تو کیا کرے
نیرنگیاں ہیں یہ ترا تماشا گر ہے اگر — ہر روز چرخ ایک کرشمہ نیا کرے
تم بے وفا ہو تم نہ ہو دل تمہارا اگر — تم یوں بھی خوش نہ ہو تو کوئی مر کے کیا کرے
یوں تو جہاں میں ہیں بہت غیرت مسیح — میرا مسیح وہ ہے جو میری دوا کرے
یہ مرض لاعلاج یہاں معرکہ کا ہے — بس کو مسیح بننا ہو میری دوا کرے
جو جس کے پاس مال ہے کیا ہے اسے نہیں — جو مالدار حسن ہو بوسے دیا کرے
ہم تو مرے ان کا بھرم ہیں یہ غیروں پر نثار — ان بے وفاؤں پر کوئی دل کیوں فدا کرے
تسبیح ہاتھ میں ہے دعا ہے زبان پر — آ جائے میرے گھر میں وہ کافر خدا کرے
دو دن کی زندگی ہے عداوت کسی سے کیا — یہ دن بھی خوشی میں بسر ہوں خدا کرے
نام اوس قلم کا خامہ جادو نگار ہے — مضمون جو تیری چشم سیہ کا لکھا کرے

میں نے کہا جوان ہے کہ مرتا ہوں آپ پر — بولے یہ مسکرا کے مرو تم خدا کرے
اب قیس کو بنا دیا کچھ اور عشق نے — لیلیٰ میں اس کے نام کی سمرن جپا کرے

قیس کے تین اشعار راقم کے پاس ایک بیاض میں لکھے ہوئے موجود تھے وہ یہ ہیں۔

چلے باغ دنیا سے کیا لے کے ہم — نہ کچھ رنگ لائے نہ پھولے پھلے
عجیب شان سے دیکھا ہے اس کو پہلو میں — ہمارے خواب کی تعبیر دیکھئے کیا ہو
شوق سے آئے تھے تربت کو مٹانے کیلئے — چپ کھڑے ہیں یہ کیوں گورِ غریباں دیکھکر

قیس نے ۱۹۰۶ء؁ میں کوئی پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ رسالہ تاج گیا ماہ اکتوبر ۱۹۱۲ء؁ میں ان کی تصویر بھی شایع ہوئی تھی۔

محلہ مرار پور گیا میں مولوی سید غنی حیدر صاحب مرحوم کا تعمیر کردہ عالی شان مکان ہے اس کے دروازہ کے اوپر قیس کا کہا ہوا یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ اب یہ مکان غالباً شاہ قاسم غنی صاحب کی ملک ہے۔

خادم وارث علی سید غنی حیدر بساخت — ایں مکان تو کہ در وصفش زبانی دستو
سال تعمیرش چو جوئی قیس ایں مصرعہ بگو — بزم گہہ دولت کدہ دارالسرور انجم شکوہ

۱۹۰۲

(۹۵) گوہر۔ بابو بھوانی پرشاد ساکن ٹکٹہ ضلع گیا۔ زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

کھولدے میخانہ کر باب کرم آراستہ — لطف ہی ساقی مئے گلفام کا برسات میں

(۹۶) ہمراز۔ بابو بھگوتی پرشاد سنگھ قوم راجپوت ساکن شہر چھپرا

سارن یہ سنہ ولادت تقریباً ۱۸۹۵ء زمینداری کی بدولت خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بچپنے میں ان کا اسٹیٹ کورٹ آف وارڈس کے انتظام میں تھا۔ اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی اور سنسکرت سے بھی بخوبی واقف تھے اور ان زبانوں میں تصنیف و تالیف کا بے حد شوق تھا ان کی آخری تصنیف درس النکار یعنی علم عروض سنسکرت انگریزی زبان میں لکھی گئی تھی۔ فن مصوری اور موسیقی میں بھی دخل تھا۔ اردو شاعری میں مولوی محبوب احمد صاحب غنغا سے تلمذ تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

سمجھنا ہم پریشاں تھے تمہارا خط نہیں پاکر ہمارے خط کے مضموں میں اگر کوئی خطا نکلا

تری صورت کچھ ایسی دلنشیں معلوم ہوتی ہے جہاں ہوں دیکھتا مجھکو وہیں معلوم ہوتی ہے

مانا پیار کرنے میں مرے دل کی خطا ٹھہرا مگر صورت تمہاری کیوں حسیں معلوم ہوتی ہے

عجب عالم نظر آتا ہے جام عکس افگن کا کہ نیچے آسماں اوپر زمیں معلوم ہوتی ہے

دکھاتے ہو پیا ہم از کیوں ان کی محبت کا بتوں کی کارسازی بھی تمہیں معلوم ہوتی ہے

محبت کی یہ انتہا ہو رہی ہے کہ ان کی جفا پر وفا ہو رہی ہے

ستم پر ستم اور جفا کرو تم مرے درد دل کی دوا ہو رہی ہے

مرے گلبدن کی ہے کیا آمد آمد معطر جو باد صبا ہو رہی ہے

مجھے چھوڑ کر آپ کہاں جاتے ہیں مری روح تن سے جدا ہو رہی ہے

ترے بال جب سے کمر تک ہیں آئے مری جاں اسیر بلا ہو رہی ہے

خدا کی قسم میں تمہارا ہوں شیدا مری جاں تم پر فدا ہو رہی ہے

کسی سے کسی کا نہ دلبر جدا ہو یہی حق سے میری دعا ہو رہی ہے

کسی کی محبت میں ہمراز اب تو طبیعت بہت مبتلا ہو رہی ہے

(۹۷) **جوش**۔ بابو مہیشور پرشاد رئیس مظفر پور تلمیذ حفیظ جونپوری ایک مختصر دیوان ۹۰ صفحوں کا موسوم بہ بہار جوش مرتب ہو کر شائع ہوا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یہی حال تو آئے گا دشمنوں کو نزع میں عجب نہیں کہ سفارش کرے عدو میری

(۹۸) **ناداں**۔ منشی پریاگ دت ابن ٹھاکری گردھاری لال ساکن موضع دھیوڑی علاقہ شیر گھاٹی ضلع گیا۔ ڈالٹین گنج میں عدالت فوجداری کے مختار تھے۔ شاعری میں مہر کا بری سے تلمذ تھا ۱۹۳۰ء میں ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

اب تو روتا ہوں ہجر میں ناداں دل لگایا تھا دل لگی کے لئے

(۹۹) **نطق**۔ بابو سجیت نراین سنہا ساکن لودی پور ضلع گیا۔ رسالہ تاج ماہ فروری ۱۹۲۰ء میں فرد لودی پوری اور زرد لودی پوری کے ساتھ ان کی تصویر شائع ہوئی تھی اس میں نطق دھوتی، کوٹ اور سیاہ رنگ کی گول ٹوپی پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔ عمر کوئی چالیس برس کی ہوگی۔ مشاق شاعر تھے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پھولوں کی بو سے یاد ترے رخ کی آ گئی مرکر بھی مجھکو چین نہ آیا مزار میں

(۱۰۰) **صنوبر**۔ منشی بجرنگ سہائے خلف منشی گوپی ناتھ سہائے بلبل ساکن محلہ پان دریبہ متصل گذری پٹنہ۔ سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۸۵ء۔ میر باقر صاحب باقر تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا لکھا ہوا

قطعہ تاریخ طباعت بھی مندرج ہے۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا مشاعرہ مقام درگاہ حضرت شاہ ارزاں قدس سرہٗ میں انہوں نے یہ غزلیں پڑھی تھیں جو رسالہ تاج میں شایع ہوئی تھیں۔ دس بارہ سال ہوئے انہوں نے انتقال کیا۔

اس دل زار میں جب عشق پری زاد آیا — نور حق دیدۂ باطن میں خدا یاد آیا
بت پرستی سے مرا دل ہے منور زاہد — دیکھ کر حسن بتاں مجھکو خدا یاد آیا
کیا کہیں عاشق جانباز کا کیسا ہے نصیب — کوئے جاناں سے کبھی آیا تو ناشاد آیا
کیسی تقدیر ہے مرغان چمن کی یارب — فصل گل آتے ہی گلزار میں صیاد آیا
مرغ دل لاکھوں گرفتار ہوئے دام میں آج — بال کھولے ہوئے جب باغ میں صیاد آیا
حیف صد حیف غم ہجر میں موت آئی مگر — [illegible] نہ کبھی یاد [illegible] آیا
غم یہ غم سہتے ہیں فرقت میں ترے اے ظالم — [illegible] لبوں پر دم فریاد آیا
میں تو سر دینے کو مقتل میں کھڑا ہوں لیکن — [illegible] نہ کبھی [illegible] نے جلاد آیا
مر مٹے خاک ہوئے ہجر کے غم فرقت میں — [illegible] نہ کبھی [illegible] آیا
خار غم چبھ گیا نشتر کی طرح دل میں مرے — [illegible] مجھے یاد آیا
مجھ ستم کش کے سوا جور و جفا کے لئے بار — [illegible]
بیکسی کے سوا اس عالم تنہائی میں — [illegible]
لوٹ آئی دل پھر جان [illegible] آنکھوں میں — کون [illegible] فرقت [illegible] مجھے [illegible]
آتش تیز سے جل بھن کے ہوا خاک [illegible] — [illegible]
دیکھ کر گلشن دل میں مرے داغوں کی بہار — حور و غلماں کو بھی گلزار ارم یاد آیا
ان کے ابرو کی خم حسن کے پریشانی میں — حال کہنے کو زباں تک دل ناشاد آیا

نہیں قابو میں ہا دل نہ جگر پہلو میں — وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
آبدیدہ ہوا تو دیکھ کے کیوں سروِ فلک — اے صنوبر تجھے بیٹھے ہوئے کیا یاد آیا
بند کیں آنکھیں تو دیکھی میں نے صورت یار کی — کھل گئی ساری حقیقت مخزنِ اسرار کی
پھر بہار آئی ہے پھر رونق بڑھی گلزار کی — پھر طبیعت جوش پر ہے اندنوں میخوار کی
آرزو ہے ہر بشر کو اس پری رخسار کی — ہے محبت سب کو اس کے ابروئے خمدار کی
دعا پڑھی جب دیکھی میں نے صورت یار کی — اور دل میں آرزو بڑھتی گئی دیدار کی
اے برہمن کب تلک پابندی اوہام ہوس — طالبِ حق کو کوئی حاجت نہیں زنار کی
کنج تنہائی میں ہوتا ہے حقیقت کا ظہور — دیدۂ دل میں تجلی ہے خیالِ یار کی
ہر طرف روشن ہے جز نور مبارک ورگیا — روشنی پھیلی ہے ہر سو معدنِ انوار کی
پھر بڑھا جوشِ جنوں وحشی چلے پھر سوئے دشت — پھر بڑھی جاتی ہے رونق وادیٔ پرخار کی
زخم دل کیونکر بھرے پھر دل کے اندر اندروں — چھد رہی ہے نوکِ تیغ ابروئے خمدار کی
نقدِ دل لے لے کے ہاتھوں میں ہیں سب عاشق کھڑے — کس قدر رونق بڑھی ہے عشق کے بازار کی
عاشقاں لوٹے زلفِ عنبریں کے روبرو — کچھ حقیقت ہی نہیں ہے چین کی تاتار کی
میں تو مقتل میں کھڑا ہوں اے ستمگر جلد آ — ہے تمنا میری گردن کو تری تلوار کی
بند ہو جائیں گی آنکھیں گر تصور میں ترے — پھر تو کھل جائیگی قسمت دیدۂ بیدار کی
حسرتیں دل کی اگر نکلیں تو نکلیں کس طرح — ہے پڑی زنجیر دل پر گیسوئے خمدار کی
بیکسی کی حالتوں میں درد و غم کے ماسوا — ایک بھی صورت نہیں دیکھی کسی غمخوار کی
لاکھوں کشتہ ہو گئے جانیں ہزاروں کی گئیں — ہے عجب تاثیر اس کی شوخیٔ رفتار کی
جان دوبارہ میں نے پائی اے صبا صد شکر ہے — بو کہاں سے تو اڑا لائی ہے زلفِ یار کی
اے صنوبر گل کھلے جو آج مرجھائیں گے کل — کس نے دیکھی ہے بہار یکساں کسی گلزار کی

Marfat.com

(۱۰۱) **فطرتی** ۔ بابو ہیرا لال۔ ساکن محلہ پان دریبہ متصل گزری پٹنہ شاگرد منشی محمد باقر باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۸۲ء۔ میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا کہا ہوا قطعۂ تاریخ طباعت بھی موجود ہے۔

ان کی یہ غزل گیا کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ تاج ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں شایع ہوئی تھی۔

جب سے برگشتہ جہاں میں ہوئی عزت میری	پھیر لیتے ہیں وہ منہ دیکھ کے صورت میری
دل و جاں نے بھی کی وقت پہ شرکت میری	حیرت افزا ہے زمانہ میں مصیبت میری
حسن جاناں پہ نظر پڑتے ہی جاتے رہے ہوش	اک تماشا ہے یہاں لٹ گئی دولت میری
جس کی امید پہ بیٹھا ہوا دنیا میں تھا	ہائے ان نے کبھی پوچھی بھی نہ حالت میری
ہر ظلم کرے مرا شوق سے قاتل لیکن	حشر میں رنگ دکھا دے گی شہادت میری
یا الٰہی مرے دشمن کو بھی یہ دکھ نہ دکھا	جس مصیبت سے کٹی ہے شب فرقت میری
اب میں امید کروں بعد فنا کیا ان سے	زندگی میں جو نہ نکلی کبھی حسرت میری
ان کے سب ظلم و ستم سہتا ہوں دل پر لیکن	ان سے پھرتی ہی نہیں پھر بھی طبیعت میری
میں تو ایسا ہوں دنیا میں نہیں مجھ سا کوئی	کس سے ملتی ہے بتا دے کوئی صورت میری
کس جگہ فکر نہیں ان کی، نہیں ان کی تلاش	ان کا دیدار ہو ایسی کہاں قسمت میری
ظلم سہتا رہا اف تک نہ زباں پر آئی	فطرتی آپ نے دیکھی یہ شرافت میری

وہ ہم کو خواب میں صورت دکھا کے بیٹھے ہیں	نصیب آج ہم اپنا جگا کے بیٹھے ہیں
نہ پوچھ شوق شہادت کا ہم سے کچھ احوال	شہید ہونے کو مقتل میں آ کے بیٹھے ہیں
سوال شوق شہادت کیا نہیں جاتا	خموش سامنے قاتل کے جا کے بیٹھے ہیں

ہمارے پاس ہی کیا نذر کیا کریں انکو — جو نقد دل تھا اسے بھی لٹا کے بیٹھے ہیں
ہجوم اہل محبت سے ہو گئے عاجز — یہی سبب ہے کہ پردے میں جا کے بیٹھے ہیں
فراق میں کسی گلگوں قبا کے گھبرا کر — چمن میں دل کی تسلی کو آ کے بیٹھے ہیں
کہاں ہوا ہمیں طاقت کہ اٹھکے جائیں کہیں — نگاہ کے تیر تو ہم دلربا کھا کے بیٹھے ہیں
خدا کے واسطے اے فطرتی بغور تو دیکھ — کہ کون چھپ کے نگاہوں میں آ کے بیٹھے ہیں

(۱۰۲) منت ۔ منشی گور بخش ساکن محلہ دھولپورہ متصل بیگم پور عظیم آباد ان کی ایک مختصر سی بیاض (خود نوشتہ پٹنہ) ۱۱۷۵ یونیورسٹی لائبریری میں پائی گئی جس میں کچھ مخمس اور غزل کے اشعار وغیرہ پائے گئے۔ بیاض سنہ ۱۹۵ء کے کچھ بعد کی لکھی ہوئی ہے مندرجہ ذیل اشعار اسی سے نقل کیے گئے ہیں۔

غضب میں یار کی ترچھی نگاہیں — رگ جاں چھید لی ہیں تیر کیا ہے
پڑھا کس نے ہی خط پیشانیوں کا — کہ نا معلوم بد تحریر کیا ہے
عبث کہنا تمہارا ہے یہ منت — بتوں کے روبرو تقریر کیا ہے

(۱۰۳) جوہر ۔ بابو راد جے لال۔ راقم ان کو جانتا تھا لیکن ان کا کلام دستیاب نہوا اسلئے کہ ان کے ورثا بھاگلپور کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم ہیں۔ جوہر منشی بجرنگ سہائے نستور اور بابو ہیریا لال فطرتی کے عزیزوں میں تھے سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۴۳ء تھا دس بارہ برس ہوا انتقال کیا میر محمد باقر عظیم آبادی تلمیذ وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے۔

(۱۰۴) درد ۔ لالہ امرت لال ساکن نودی پور ضلع گیا۔ اردو شاعری سے خاص شغف رکھتے تھے اور خلش ندردی (گیادی) کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں ان کی تصویر رسالہ تاج گیا میں شائع اور فرد کی تصویروں

کے ساتھ شایع ہوئی اس میں درد شیروانی اور گول ٹوپی پہنے نظر آتے ہیں ۱۹۲۵ء کے قریب تخمیناً پینتالیس ۴۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کا کلام متفرق رسالوں میں شایع ہوا کرتا تھا اس لیے بطور نمونہ کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

غزل مطبوعہ آل انڈیا مشاعرہ گیا ۱۹۲۳ء

ترکِ الفت اپنی خلقت ہی کو داخل نہیں — کیا کروں ناصح مگر اب اتنا قابل نہیں
میں تجھے تو شیریں دہاں بھی کہہ دوں کچھ حاصل نہیں — ساری دنیا کہتی ہے تجھ سا کوئی قاتل نہیں
بزم افسردہ نہیں ہو کیونکہ گاندھی کے بغیر — روشنی کیا ہو جہاں شمع سرِ محفل نہیں
دل یہ کہتا ہے کہ سینہ سے لگا لوں یار کو — عقل کہتی ہے کہ اس عزت کے وہ قابل نہیں
صبر ہے اے درد اپنا کام کرتے جائیے — اس سے بہتر اور کوئی کوشش کامل نہیں

کیوں نہ مر جاؤں جو پہلو میں وہ دلدار نہیں — زندگی تلخ ہے جس کا ہو کوئی یار نہیں
کہہ دے اے باد صبا اس گلِ تر سے جا کر — تیرے بیمار میں اب زیست کے آثار نہیں
ہو کے آزاد بھی اے درد نہیں ہو آزاد — دام گیسو میں جو ظالم کے گرفتار نہیں

غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیا (۱۰ اگست ۱۹۲۲ء)

شکریہ شاعرانِ کامل کا — جم گیا رنگ آج [illegible] کا
منہ پہ کہتا ہے حالِ دشمن دوست — صاف اترا ہے آئینہ دل کا
شادیانے خوشی کے بجتے ہیں — آج نکلا ہے [illegible] دل کا
ضبط کی آہ مرحبا اے عشق — پردہ اٹھ جا [illegible] کا
بزم میں سیکڑوں حسیں ہیں درد — کوئی پرسان [illegible] دل کا

نزع میں چھوڑ کے کیوں غیر کے گھر جاتے ہیں — ہم کدھر جاتے ہیں کیا آپ کدھر جاتے ہیں

Marfat.com

کوے قاتل میں جو ہم سینہ سپر جاتے ہیں ۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ موت کے گھر جاتے ہیں
بدحواسی مرے نالوں کے اثر کی دیکھو ۔۔۔ گھر ہے اس بت کا کدھر اور کدھر جاتے ہیں
درد دل درد جگر آہ و فغاں شور و بکا ۔۔۔ آج اس دھوم سے ہم یار کے گھر جاتے ہیں
لطف برسات کا جب ہجر میں آتا ہے خیال ۔۔۔ اشک آنکھوں میں مری آ کے ابھر جاتے ہیں
تم دکھاؤ نہ مجھے ابروے خمدار کی باڑھ ۔۔۔ مرنے والے کہیں شمشیر سے ڈر جاتے ہیں
بحر الفت نے مجھے جب سے ڈبو یا ہے ورد ۔۔۔ چاہ کا نام بھی سنتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں

(۱۰۵) راقم ۔ بابو رام انوج سہائے وکیل عدالت پٹنہ خلف منشی رام پرکاش لال ساکن موضع کلیان پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار کے مشہور و معروف اور معزز وکیل تھے ۱۹۲۲ء میں کانگریس کے اجلاس کے موقع پر ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا جس کی صدارت سیماب اکبر آبادی نے کی تھی۔ اس مشاعرہ کی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین بابو رام انوج سہائے منتخب ہوئے تھے۔ سال ولادت سمبت ۱۹۲۸ ہے ان کی تصنیف سے ایک ناول موسوم بہ جادوگر جوگی شایع ہوا تھا۔ شاعری کا نمونہ یہ ہے۔

مست ہو کر پھر رہی ہے آج اترائی ہوئی ۔۔۔ کوچہ جاناں سے ہے شاید صبا آئی ہوئی

(۱۰۶) افسر ۔ بابو بکرماں دت لال ساکن سہسرام شاگرد اختر سہسرامی نمونہ کلام یہ ہے۔

ہاں اہل زمانہ کو ہے سبق آموز ۔۔۔ کہ رفتہ رفتہ بشر کمال ہوتا ہے

(۱۰۷) فرد ۔ بابو رنجیت سنگھ متوطن گیا انکا یہ شعر ایک بیاض میں ملا۔

ششدر آئینہ ہے انکا رخ تاباں دیکھکر ۔۔۔ اور نہیں سکتہ ہے آئینہ کو حیراں دیکھکر

تاج ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں ان کی تصویر بتعلق و در داد دی پوری کے ساتھ شایع ہوئی تھی اس میں فرد شہر وانی اور سیاہ گول ٹوپی پہنے نظر آتے ہیں عمر اس وقت غالباً پینتیس ۳۵ سال کے لگ بھگ ہوگی ۔

(۱۰۸) فدا ۔ منشی کلدیپ سہائے متوطن شہسرام شاگرد راحت شہسرامی نمونہ کلام یہ ہے ۔

گلوں نے بلبل شیدا کو اشکبار کیا | مجھے تمہاری محبت نے بے قرار کیا

(۱۰۹) کلدیپ ۔ منشی ٹھاکر کلدیپ ترائن وکیل شہسرام تلمیذ راحت شہسرامی سنہ ۱۹۱۰ء میں فوت ہوئے نمونہ کلام یہ ہے ۔

عارض افشاں کا کل کے تصور میں ترے | صبح تک گنتے رہے کلدیپ تارے شام سے

(۱۱۰) لچھمی ۔ بابو لچھمی نرائن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہوا ۔ ان کی یہ غزل تاج ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء میں عظیم آباد کے مشاعرہ کی رپورٹ کے سلسلہ میں شایع ہوئی تھی ۔

کیوں مجھے چھوڑ چلی دشت میں وحشت مری | کچھ دنوں اور بھی کرتی یہ رفاقت میری
وعدے بھی کرتے ہیں پھر آپ مکرتے بھی ہیں | یہ سمجھتے ہی نہیں بڑھتی ہے وحشت میری
پردے ہی پردے میں عشاق سے وہ کہتے ہیں | حشر سے پہلے نہ دیکھے کوئی صورت میری
جس کو کل رات بہت غور سے سنتے تھے حضور | قصہ غم تھا وہ تھی حکایت میری
جور پر جور سہے لاکھ مگر اف بھی نہ کی | بد سے بد تر بھی وہ کرتے رہے شکایت میری
آنکھ نرگس کی دہن غنچے کا ہوس گل کا | لوٹ کر آئے نہ کیوں اس پہ طبیعت میری
ہیں وہ ناکام محبت ہوں ازل سے ہمدم | مٹتے مٹتے بھی نہ نکلی کوئی حسرت میری
وادیٔ عشق میں تجھ سا جو نہ ہوتا رہبر | اے جنوں سچ ہے کہ بڑھتی نہیں ہمت میری

ابتدا جوش جنوں کی ہے ابھی کیا ہوگا — چار دن بعد غضب ڈھائیگی وحشت میری
منزلوں دور ابھی وصل کی ساعت ہوگی — اور مسرور ابھی سے ہے طبیعت میری
گردش دیدۂ جاناں کی بدولت یکھی — مثل سرمہ کے پسی جاتی ہے تربت میری

(۱۱۱) کشور — بابو نندکشور لال ساکن محلہ لودیکٹرہ عظیم آباد۔ لڑکوں کو پڑھانے کا مشغلہ رکھتے ہیں اسلئے عوام ماسٹر نندکشور کہلاتے ہیں۔ اکثر مشاعروں میں غزلیں پڑھتے ہیں۔

عظیم آباد کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ تاج دسمبر ۱۹۲۲ء میں ان کی یہ غزلیں شایع ہوئی تھیں۔

روز جس بزم میں ہوتی ہے شکایت میری — کب وہاں جانے کو چاہے گی طبیعت میری
غم نہیں اس کا اگر لٹ گئی دولت میری — میرے اللہ سلامت رہے عزت میری
داستان قیس کی اک قصہ پارینہ ہے — آکے سن جائیے اب تازہ حکایت میری
خیریت پوچھ رہے ہیں جو مری ہنس ہنس کر — کرچکے ہیں یہی رو رو کے شکایت میری
پاؤں رکھنے کی جگہ کوچہ قاتل میں نہیں — دیکھیے اب کہ کہاں بنتی ہے تربت میری
یونہی اٹکھیلیاں کرتی جو رہی باد صبا — اڑکے یہ پہنچے گی تیرے کوچہ میں تربت میری
گردش چشم فسوں ساز کا میں کشتہ ہوں — سب کی آنکھوں میں پھرا کرتی ہے تربت میری
آج رہ جائیے معلوم نہیں کیا ہوگا — مل کے چلے جائیے گا دیکھ کے حالت میری
قیس کہتا ہوا نکلا یہ جنوں میں گھر سے — گھر مرا ہے تیرا اب دیکھیے وحشت میری
ڈھونڈنے جاتے ہیں کیا گور غریباں کی طرف — تیرے پاؤں کے نیچے تو ہے تربت میری

میرے رونے سے دہ [illegible] ہیں کشور
ظاہر اغیار پہ ہو [illegible] نہ الفت میری

وہ بے حجاب چمن میں جو آ کے بیٹھے ہیں — پڑی یہ اوس کہ گل منہ چھپا کے بیٹھے ہیں

جوان کے سایہ گیسو میں آ کے بیٹھے ہیں — مزا وہ کالی گھٹا کا اٹھا کے بیٹھے ہیں

عدو کا غنچۂ خاطر کھلا کے بیٹھے ہیں — ہمارے پہلو میں تیور چڑھا کے بیٹھے ہیں

کسی کی آنکھوں سے آنکھیں لڑا کے بیٹھے ہیں — ہم اپنے آپ کو حیران بنا کے بیٹھے ہیں

وہ پھر دیکھ کے کہنے لگے خدا کی پناہ — ہماری جان لے گا کہ یہ آ کے بیٹھے ہیں

سمجھ کے سوختۂ آتش فراق اپنا — وہ میری خاک سے دامن بچا کے بیٹھے ہیں

کسی طرح تو دل مضطرب کو چین آئے — تمہارا نقش تصور جما کے بیٹھے ہیں

گئے ہیں سیر چمن کو وہ غیر کے شامل — ہماری راہ میں کانٹے بچھا کے بیٹھے ہیں

خدا گواہ ہے کتنی ہے جستجو سے کشور — ہم اپنی ہستی کو جب سے مٹا کے بیٹھے ہیں

(۱۱۲) کشتہ۔ بابو اودھ کشور پرشاد بی اے ایل ایل بی خلف بابو نند کشوری پرشاد ساکن موضع پردیہ ضلع گیا۔ سنہ ولادت ۱۸۹۳ء اور سنہ وفات ۱۹۴۵ء ہے۔ گیا کے مشاہیر سند و شعرا میں تھے۔ عرصہ تک میونسپل کمشنر بھی تھے۔ شعر و سخن سے خاص شغف رکھتے تھے اور اورینٹ کلب گیا کی روح رواں تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۶ء میں ایک ڈرامہ موسوم بہ جھپی کٹاری تصنیف کیا تھا جو بنگالی کلب میں کھیلا گیا تھا۔ اور شہر کے رؤسا اس کو دیکھنے کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ بعد میں انہوں نے بھی [illegible] حال اخبار [illegible] اردو میں لکھے۔ ابتدا میں [illegible] اصلاح [illegible] لیتے تھے۔ خواجہ عشرت لکھنوی کے شاگرد [illegible] آخر میں نوح ناروی سے [illegible] حاصل کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

اتنا شہرہ ہے ماہ کامل کا — لیکن اک داغ ہے مرے دل کا
پھول برسائیں وہ غیروں پر — ہیں تو کانٹا ہوں ان کی محفل کا
حال مفلس سمجھ کے اے خستہ — کوئی خواہاں نہیں مرے دل کا

ہم کو کیا علم کدھر آئے کدھر جاتے ہیں — اک کشش ہے لئے جاتی ہے جدھر جاتے ہیں
کس کے نالہ نے کیا شور قیامت برپا — آپ تھامے ہوئے کیوں قلب و جگر جاتے ہیں
کوچۂ عشق ہے یا ملک عدم کی منزل — ہوش میں کیوں نہیں آتے جو ادھر جاتے ہیں
صاف آتا ہے نظر صبح و مسا کا منظر — رخ پرنور پہ گیسو جو بکھر جاتے ہیں
بنکے مہماں تو آتے ہیں تمہارے پیکاں — میزباں بنکے مگر دل میں ٹھہر جاتے ہیں
ان حسینوں کی دورنگی کے کرشمے دیکھو — منہ سے اقرار نگاہوں سے مکر جاتے ہیں
دل کو برماتا ہے یہ خواب پریشاں خستہ — مجھ سے چھپ چھپ کے وہ اغیار کے گھر جاتے ہیں

(۱۱۴۳) **خلش** — بابو جگدیشور پرشاد خلف منشی کاشی ناتھ ساکن موضع بدرہ ضلع گیا۔ کہنہ مشق اور ذی علم شاعر ہیں۔ اس ضلع کے اکثر مبتدی شعرا ان سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ان کی ادارت میں رسالہ تاج برسوں تک بہت آب و تاب سے نکلتا رہا اور ۱۹۱۶ء میں گیا میں آل انڈیا مشاعرہ بھی انہیں کی سعی سے منعقد ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے مشاعرے دھوم دھام سے ہوئے۔ اردو سبھا گیا کے سکریٹری تھے۔ انہوں نے شعرا کا ایک تذکرہ موسوم بہ فروغ بزم (مطبوعہ ۱۹۳۰ء) بھی مرتب کیا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے اول ربع میں اردو شاعری اور ادب کی ترقی میں انہوں نے بہت کافی حصہ لیا سیاسی تحریکوں میں بھی انہوں نے عملی حصہ لیا۔ راقم کی خواہش تھی کہ ان کے خود نوشتہ حالات

اس تذکرہ میں درج کیے جائیں انہوں نے اپنے حالات لکھکر دینے کا وعدہ بھی کیا لیکن ابتک نہ بھیجا اسلیئے راقم کو جو کچھ معلوم تھا اس جگہ درج کیا۔ اس وقت ان کی عمر تخمیناً ساٹھ سال ہے ان کا کلام تمام اصناف شاعری میں پایا جاتا ہے بطور مشتے نمونہ از خروارے کسی قدر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

نام یوں عاشق صادق ترے کر جاتے ہیں — موت آنے نہیں پاتی ہے کہ مر جاتے ہیں

میری تقدیر سے الجھے ہیں تمہارے گیسو — جب بگڑ جاتے ہیں تو اور سنور جاتے ہیں

رات بھر رو رو کے تمکو بھی رلاتی ہو غضب — ہم سے [illegible] ہو تو لے شمع ہو جاتے ہیں

ابھی کمسن ہیں وہ [illegible] نالۂ شب ہجر — سہم جاتے ہیں [illegible] ڈر جاتے ہیں

یہ کہاں تاب کہ دیکھیں رخ روشن تیرا — مرنے والے ترے نظارہ پہ مر جاتے ہیں

المدد جذبۂ دل اے کششِ عشق مدد — مجھ سے جو روٹھ کے وہ غیر کے گھر جاتے ہیں

اٹھ کے کعبے سے [illegible] بت خانے کو — دیکھیں ایمان جو رکھتے ہیں کدھر جاتے ہیں

توڑ کر عہد وفا جاتے ہو تم غیر کے گھر — ہم بھی ایسا [illegible] ہیں مر تو کے رہتے ہیں

یاد رہ جاتی ہے تیری احباب گلشن — دن مصیبت کے [illegible] گذر جاتے ہیں

کیوں دل کو تڑپ ہے آٹھ پہر کیوں چھپکے چھپکے رونا ہے
کچھ سچ تو بتا اے بخت سیہ اب ہجر میں ہونا کیا ہے

ہے مرگ عدو کا غم کس کو [illegible]
رو رو کے یہ آنکھ [illegible]

وہ رشک ہیں وہ غنچہ دہن تھے پھول سے نازک [illegible]
اب بعد فنا اک عالم ہو [illegible] کا [illegible]

پھر ہجر کی شب لب پر ہے فغاں سینے میں کھٹک ہے دل میں خلش
آثار برے آتے ہیں نظر معلوم نہیں کیا ہوتا ہے
مر مر کے خلش ہو خاک بسر اور بعد فنا تم لو نہ خبر
جو حسرت ہے یہ حسرت ہے جو رونا ہے یہ رونا ہے

اس پہ کیوں مرتے ہیں کیوں اسکی تمنا دل میں ہے — بات کچھ کھلتی نہیں جو خنجر قاتل میں ہے
دور ساغر کی طرح گردش ہے اہل بزم کو — آپ سے باہر ہے وہ جو آپ کی محفل میں ہے
دیکھئے آکر یہاں رنگین پھولوں کی بہار — اک شگفتہ باغ ہے جو داغ ہائے دل میں ہے
ناصح مشفق نصیحت اپنی رہنے دیجئے — عشق کا جوہر ازل سے میرے آب و گل میں ہے
ایک ہی صورت کو دو کرکے دکھا دیتا ہے یہ — جوہر آئینہ پنہاں خنجر قاتل میں ہے
غیر ہنستا ہے ادھر مجکو لب جاں دیکھ کر — ہیں ادھر خوش ہو کہ کشتی دامن ساحل میں ہے
ہوش کس کو ہے جو لے اٹھ کر قیامت کی خبر — دم بخود ہر اک عدم کی پہلی ہی منزل میں ہے
حشر میں ہم داد چاہیں ور ان کے سامنے — رعب اتنا ہے کہ منہ کی منہ میں دل کی دل میں ہے
قبر میں آتے ہی روشن ہو گیا محشر کا حال — آخری منزل کا منظر پہلی ہی منزل میں ہے
چھپ نہیں سکتا چھپانے سے غبار آئینہ — صاف چہرے سے عیاں ہے جو تمہارے دل میں ہے
مل کے دنیا سمجھتا ہے اور جھک کے ملتا ہے خلش — بڑھ کے قاتل سے یہ خوبی خنجر قاتل میں ہے

خلش نے اپنے پسر کا مرثیہ کہا تھا جو رسالہ تاج مئی سنہ ۱۹۲۱ء
میں شایع ہوا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مرثیہ پسر

اس سے پہلے نہ کبھی مورد آزار تھے ہم — واقف رنج و مصیبت نہیں زنہار تھے ہم
دام صیاد الم میں نہ گرفتار تھے ہم — صرف اک محفل عشرت سے خبردار تھے ہم

یک بیک گردشِ تقدیر نے کروٹ بدلی
چھپ گیا مہرِ خوشی چھا گئی غم کی بدلی

صفِ ماتم ہے بچھی رو کے رلائیں کس کو — ہوک اٹھتی ہے کلیجے میں دکھائیں کس کو
حالتِ دردِ جگر آہ سنائیں کس کو — ہمنوا اپنی مصیبت میں بنائیں کس کو

دل کی راحت نہ رہی آنکھ کا تارا نہ رہا
زندگی کا جو سبب تھا وہ سہارا نہ رہا

دیکھ کر جس کو بہلتے تھے وہ صورت نہ رہی — جس سے آرام تھا قالب کو وہ راحت نہ رہی
مائلِ عیش و طرب اپنی طبیعت نہ رہی — مختصر یہ ہے کہ جاگی ہوئی قسمت نہ رہی

فلکِ عیش کا پرنور ستارا نہ رہا
پیار کرتے تھے جسے دل سے وہ پیارا نہ رہا

دل میں ہر ایک کے سچی تھی رسائی تیری — شکلِ آئینہ نمایاں تھی صفائی تیری
دل میں حسرت تھی کہ کھائیں گے کمائی تیری — کیا خبر تھی کہ رلائے گی جدائی تیری

ناز تھا جس پہ پدر کو وہ پدر سے چھوٹا
فلکِ حسن کا رخشندہ ستارا ٹوٹا

داغ اس سن میں دیا تم نے پدر کو بیٹا — کم سنی میں ہوئے آمادہ سفر کو بیٹا
کیوں شکستہ کیا والد کی کمر کو بیٹا — ڈھونڈنے جائیں تمہیں اب کدھر کو بیٹا

یہ نہ امید تھی تم سے کہ یوں چھٹ جاؤ گے
یہ نہ معلوم تھا برسوں ہمیں تڑپاؤ گے

ہر قدم پر سیکڑوں ٹکڑے ہمارے دل کے ہیں — ہاں ذرا اے رہروانِ کوئے جاناں دیکھ کر
عشق کا بندہ ہوں میں کچھ حسن کا شیدا نہیں — آنکھ جو روں پر ڈالوں تو جاناں دیکھ کر

Marfat.com

ایک جلوہ نے کسی کے محو حیرت کر دیا
آئینہ میں بن گیا رخسار جاناں دیکھ کر

خضر بھی راہ عشق میں گم ہیں
کس سے پوچھوں نشان منزل کا

آئینہ آپ جس کو کہتے ہیں
ایک ٹکڑا ہے وہ مرے دل کا

(۱۱۴) **رنگینؔ** ۔ بابو کشن نرائن لال ماتھر ابن بابو ہر نرائن لال ماتھر آنجہانی ساکن تاڑنی پرشاد لین پٹنہ ۱۹۰۶ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی تعلیم حاصل کی ہے۔ شعر گوئی کا مذاق فطری ہے۔ سن شعور سے اب تک مشق سخن جاری ہے۔ اکثر مشاعروں میں آپ کا کلام بہت مقبول ہوا ہے۔ راقم کے ملاقاتیوں میں ہیں۔ اٹھائیس سال سے محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سٹی میں اسسٹنٹ ماسٹر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل غزل تذکرہ کے لیے لکھکر عنایت کی ہے۔

رنگیں شفق سے جیب جو ہے جو ئبار کا
دامن لٹک رہا ہے عروس بہار کا

شہرہ ہے آمد آمد فصل بہار کا
ہر نخل منتظر ہے نئے برگ و بار کا

آئی بہار چار طرف آگ سی لگی
ہر لالہ زار آئینہ ہے شعلہ زار کا

ہے دام صد امید میں بلبل کا دل اسیر
آیا ہے گلستاں میں زمانہ بہار کا

محفل میں فیض ساقی عادل کا عام ہے
پیمانہ بے شراب ہے کس بادہ خوار کا

سارے جہاں میں آج جو مشہور آج ہیں
احساں کہیں نہ ہو اسی خاکسار کا

دنیائے رنگ و بو میں بسر زندگی ہوئی
ہیں آشنا ہوں راز خزاں و بہار کا

شاخ مراد جس کی نہ پھولے پھلے کبھی
وہ نخل عمر ہوں میں چمن روزگار کا

کانٹے جو پاسباں ہیں گل مطمئن نہ ہو
گلچیں کے دل میں خوف نہیں نوک خار کا

اس گل کو فکر کیا مرے حال خراب کی　　دن رات جو ہے مست خود اپنی بہار کا
اے نازنیں جو آٹھ پہر مست ناز ہے　　کچھ حال غم بھی سن دل حسرت شعار کا
دن کو سکون نصیب نہ شب کو نصیب چین　　رنگیں نہ پوچھ حال دل سوگوار کا

رنگیں نے اپنے حالات اور غزل ۱۹۵۸ء میں راقم کو لکھکر دی تھی اس کے کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(۱۱۵) **ہوش** ۔ بابو کامتا پرشاد خلف منشی گلاب لال۔ ساکن موضع برہی (سب ڈویژن تواوہ) ضلع گیا۔ ان کے والد اردو اور فارسی کے دلدادہ تھے سابق زمانہ میں بھی ان کا خاندان علم و ادب کی بدولت اس علاقہ میں ممتاز تھا۔ ہوش ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے بچپن میں ان کے والد نے ان کو ایک گروجی کے پاٹھ شالے میں بٹھا دیا لیکن تھوڑی مدت کے بعد ان کو اپنے ایک قرابت منشی چکردھر پرشاد صاحب کے سپرد کیا انہوں نے ان کا مکتب کیا اور اردو کی تعلیم شروع کرائی لیکن ان کے والد ایک لائق معلم کی تلاش میں تھے اتفاق سے ان کو مولوی شیخ تصدق حسین صاحب مل گئے جو ہندی، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی استعداد رکھتے تھے۔ سابق میں مولوی صاحب موصوف کہیں اسٹیشن ماسٹر تھے لیکن نوکری سے مستعفی ہو کر درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا تھا منشی گلاب لال و... کے مکان پر رہکر انہوں نے ہوش اور ان کے چار قرابت مند لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا اور ۱۹۲۷ء تک ہوش نے انہیں سے اردو، فارسی اور انگریزی پڑھی۔ مولوی صاحب شاعر بھی تھے اسلئے ان کی صحبت میں کم سنی ہی سے ہوش کا فطری ذوق شاعری ابھرنے لگا۔ ۱۹۳۲ء میں ذوق نوادہ باقاعدہ

میں داخل کئے گئے اور یہاں بھی اتفاق سے ایک مولوی صاحب تھے جو شعر و شاعری سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں ہوش نے کانگریسی تحریک سے متاثر ہو کر سلسلۂ تعلیم کو خیر باد کہا اور کانگریسی تحریکوں میں پیش پیش رہنے لگے۔ چند بار قانون شکنی میں پیش رو ہو کر گرفتار بھی ہوئے اور ہڑتال کرانے کے جرم میں اسکول سے نکال دئے گئے۔ اب یہ جنگ آزادی میں اپنے ہم سنوں کی رہبری کرنے لگے اور کانگریسی لیڈروں میں بے حد ہر دل عزیز ہو گئے۔ انکی بے باکی اور دلیری کو دیکھ کر سری انوگرہ نرائن سنگھ اور دوسرے لیڈروں نے ان کو گلے سے لگا کر اور بھی ہمت افزائی کی۔ بہر کیف انہوں نے اسی طرح کچھ دن گزارنے کے بعد سنہ ۱۹۳۶ء میں میٹرک پاس کیا لیکن اس وقت ان کے والد ضعیف ہونے کے سبب ملازمت چھوڑ بیٹھے اسلئے کالج کی تعلیم جاری نہ رہ سکی۔ سنہ ۱۹۳۸ء سے ہوش نے ملازمت شروع کی پہلے مان بھوم میں ایک مڈل اسکول کے ہڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد انوگرہ بابو (وزیر مالیات بہار) کی مدد سے ٹاٹا کمپنی میں ملازم ہو گئے جہاں اس وقت تک برسرکار ہیں۔ قابل ذکر یہ بات ہے کہ انہوں نے جب سے ہوش سنبھالا شاعری کا مشغلہ برابر جاری رکھا۔ جمشید پور کی ادبی انجمنوں سے وابستہ رہے اور مشاعروں میں ہمیشہ شرکت کرتے رہے۔ موسیقیت اور ترنم کے سبب ان کا کلام اکثر بہت مقبول رہا اور صوبہ بہار کے بعض شہروں میں مشاعروں کے موقع پر اکثر اپنا کلام سنانے کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ رسالہ سہیل گیا میں بھی ان کا کلام اکثر شایع ہوتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ تک انجمن ترقی پسند مصنفین کے کارکنوں میں بھی شامل رہے انہوں نے جمشید پور میں اپنی

Marfat.com

تحریک اور سعی سے بھی شاعری کی انجمنیں قایم کی تھیں راقم کے پاس انہوں نے اپنے مفصل حالات اور کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں حالات کا ملخص اوپر درج ہوا کلام کا انتخاب یہ ہے۔

رباعی

بس خون جگر روز پئے جاتا ہوں — لے لے کے ترا نام جئے جاتا ہوں
غافل ہوں مگر منزل مقصود کو ہوش — گر پڑ کے بھی نزدیک کئے جاتا ہوں
ہردم کوئی تصویر لئے پھرتا ہوں — ہر گام پہ تدبیر لئے پھرتا ہوں
کیوں ورنہ رسچاؤں میں تدبیر سے ہوش — پیروں میں جو زنجیر لئے پھرتا ہوں

غزل

مری شاعری مری زندگی مری بزم شعر و سخن میں آ
مری بیکلی کی بہار بن مرے اجڑے دل کے چمن میں آ

مری رات کی ہے تو چاندنی مرے دن کی تو ہی تو دھوپ ہے
مرے دل کا تو ہی ہے آسرا مری سانس کی تو گھٹن میں آ

مری راہ میں ابھی الجھنیں مری منزلوں پہ نگاہ ہے
مری الجھنوں کو سنوار دے مرے زخم دل کی چبھن میں آ

ابھی دل لبوں میں سماج ہے ابھی نالوں ہی کا رواج ہے
میں تو رنج و غم کا شکار ہوں مری تمناؤں کی کرن میں آ

مرے لب پہ آج بھی مہر ہے مرا دل تو اب بھی غلام ہے
مری خامشی کی زبان بن مرے جوش دل کی لگن میں آ

ہے عدوئے جاں مرا آسماں یہ زمیں بھی مجھ سے خلاف ہے

Marfat.com

مری بدلیوں کو تو چیر دے نیا چاند بن کے گگن میں آ
جو غریب دل کو بڑھا سکے جو گھمنڈ سر کو جھکا سکے
مری آرزو کے نصیب بن مری لیکھنی کے تو فن میں آ

مرے ناؤ کیوٹ[۱] کی ہیں نیتیں مری بحر غم میں وفات ہو
مری ناؤ موج میں تھام لے مرے ساحلوں کے چمن میں آ

مری تربت میں نہ دم رہا مری حسرتوں میں نہ جان ہو
مرے ہوش کا تو چراغ بن مری روشنی کی کرن میں آ

گیت

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری
جھوم رہی ہے ڈالی ڈالی   کلیوں میں اک جوش بھرا ہے
مست پرندے ناچ رہے ہیں   آج قفس کا دوار کھلا ہے
چلتی ہے اب باد بہاری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری
منہ اترا ہے زرداروں کا   محلوں میں اک شور مچا ہے
ظلمت خوف سے کانپ رہی ہے   ایک نیا سورج نکلا ہے
ہوش میں آئے ہیں نر ناری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری
ہر شے آنکھیں کھول چکی ہے   دیکھ رہی ہے لال سویرا
اب نہ رہے گا اندھیاروں کا   بھارت میں ہر گام پہ ڈیرا

[۱] یعنی ملاح یا ناخدا

غم کی دور ہوئی اندھیاری
جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

ڈر ڈر کر ہم سانس نہ لیں گے — بھوک کی جوالا اب نہ سہیں گے
ننگے پن کو دور کریں گے — اب نہ زمیں پر مون رہیں گے
اب نہ رہے گا کوئی بھکاری
جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

مذہب کے اک ساز پہ کوئی — گیت نہ نفرت کے گائے گا
اب نہ ستا کر معصوموں کو — عید کا جھنڈا لہرائے گا
ہر دل سے ہے اب کرشن مراری
جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

سچائی پر لکھی جائے گی — دم نہ گھٹے گا فن کاروں کا
شان بڑھے گی مزدوروں کی — مان بڑھے گا ہل والوں کا
مٹ جائے گی ہر دشواری
جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

بیچ بھنور میں ساحل آکر — وقت کی کشتی چوم رہا ہے
موجیں ساری ناچ رہی ہیں — جیون جیون جھوم رہا ہے
آئی ہے مظلوم کی باری
جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

پیغامِ جوش

جوش نے لکھا ہے کہ ایک ملاقات میں جوش ملیح آبادی نے

Marfat.com

ان کو یہ شعر سنایا تھا۔

بہار میں تو زمیں سے بہار اُبلتی ہے جو مرد ہے تو خزاں میں بہار پیدا کر

ہوش نے اسی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں یہ اشعار موزوں کیے ہیں۔

سمجھو نگا زندگی بھی ہوئی ہوش کارگر گر میں وطن کو ہوش میں لا کر چلا گیا

قطعہ

میں نے جفا سے لو لگائی ہے اپنے جینے کی راہ پائی ہے
کوئی لوٹے نہ اس خزانہ کو زندگی کی یہی کمائی ہے

(۱۱۶) اثر ۔ بابو امر ناتھ صاحب تخلص لالہ ملکھی رام صاحب۔ آبائی وطن قصبہ رائے کوٹ ضلع لودھیانہ صوبہ پنجاب ہے لیکن ایک عرصہ سے قصبہ صاحبگنج (صوبہ بہار) میں سکونت پزیر ہیں اور یہیں محکمہ ریلوے میں ملازم ہیں۔ ان کے والد صاحب صاحب اردو کے مشہور شاعر تھے اور ان کے بڑے بھائی یعنی اثر صاحب کے چچا لالہ ارجن داس خوشدل اردو اور فارسی کے عالم تھے اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اسی طور پر اثر صاحب نے ذوق شاعری وراثتاً پایا ہے۔

اثر ۱۹۱۱ء میں رائے کوٹ میں پیدا ہوئے۔ کم سنی سے شعر گوئی اور مضمون نگاری کا شوق تھا ۱۹۳۰ء میں ان کی کچھ نظمیں لاہور کے اخباروں میں شائع ہوئی تھیں اور اسی سال یہ خود لاہور کے ایک ہفتہ وار اخبار "اتفاق" کے اڈیٹر بھی تھے

ڈاکٹر صاحب علم دوست اور خلیق ہیں۔ راقم سے غائبانہ ربط و اخلاص رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنا کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجا ہے۔ وہ بجنسہ نقل کیا جاتا ہے۔

کلام امر ناتھ اثر

تری صورت کہ معصوم و حسیں معلوم ہوتی ہے
مجھے غارت گر ایمان و دیں معلوم ہوتی ہے

محبت بھولتی پھلتی نہیں معلوم ہوتی ہے
یہ جلوہ گاہ دل بنجر زمیں معلوم ہوتی ہے

تصور جب تمہارے گیسوئے پر خم کا آتا ہے
محبت ایک مار آستیں معلوم ہوتی ہے

تمہاری بیوفائی ہو گئی ہے نقش دل جب سے
تمہاری ہاں بھی لئے ظالم نہیں معلوم ہوتی ہے

محبت ہے فریب حسن ہی کا نام دنیا میں
تمہاری آنا تیغ و نشتیں معلوم ہوتی ہے

اثر اکر لے گئی ہے ہائے جو صبر و سکوں جی سے
تمہاری ہی نگاہ دلنشیں معلوم ہوتی ہے

ہمارے خانہ دل سے کبھی باہر نہیں جاتی
تمہاری یاد بھی پردہ نشیں معلوم ہوتی ہے

تمہارا ہی تصور بہل جاتا ہے جی جس سے
وگرنہ زندگی اندوہگیں معلوم ہوتی ہے

تمہارے حسن رنگیں میں کشش ہی اور ہے ورنہ
مجھے ہر چیز دنیا کی حسیں معلوم ہوتی ہے

محبت کی ڈھنگیں مانتے ہوئے جہاں والو
ذرا دل ڈھونڈ کر دیکھو کہیں معلوم ہوتی ہے

ملیں کیا اثر دیر و حرم مجھ مست و بیخود کو
مجھے تو راہ گھر کی بھی نہیں معلوم ہوتی ہے

(۲)

صحبت نے تم کو خوب ابھارا ہے آجکل
واعظ کیا تو نے بھی ...را ہے آجکل

تیرا ستم وفا سے بھی پیارا ہے آجکل
دے زہر بھی مجھے تو گوارا ہے آجکل

دنیا کی ہر اخوان سے کنارا ہے آجکل
بس بھول دل کا خیال تمہارا ہے آجکل

دل میں بسی ہوئی ہے کوئی نازنیں حسیں
تنبیہ ہیں اک پری کو اتارا ہے آجکل

دل جس میں میری آرزوؤں کی تھی بود و باش — ملکیت بتانِ خود آرا ہے آجکل
کچھ کچھ بچی کھچی سی امیدوں کے سائے تھے — غم نے بھی دل میں بسیرا ہے آجکل
تم کو اگر ہماری محبت سے عار ہے — ہم نے بھی اپنے نفس کو مارا ہے آجکل
تیرا اگر یہی ہے تغافل تو پھر بتا — تیرے بغیر کون ہمارا ہے آجکل
اے دل زمینِ عشق پہ رکھ پھونک کر قدم — دنیا کا ذرہ ذرہ شرارا ہے آجکل
دعوت کسی عزیز کی قسمت میں کب آئی — ہوٹل کی روٹیوں پہ گزارا ہے آجکل

(۳)

کدورت ہو تو صلح و آشتی سے کچھ نہیں ہوتا — عقیدت اٹھ گئی تو بندگی سے کچھ نہیں ہوتا
دل ناکام اگر ہمت ہاری سے کچھ نہیں ہوتا — تو پھر دن رات کی نوحہ گری سے کچھ نہیں ہوتا
دل آرائی نہیں ہو دل ہی سے کچھ نہیں ہوتا — وفائیں رو رہی ہیں آدمی سے کچھ نہیں ہوتا
جہاں والوں کے کچھ ناز و ستم بھی سہنے پڑتے ہیں — یہ دنیا ہے یہاں بے خودی سے کچھ نہیں ہوتا
جہاں پہ فیض حاصل ہو پڑا رہ بس اسی در پہ — دل وحشت زدہ آوارگی سے کچھ نہیں ہوتا
علاج کلفتِ دنیا مداوائے غم دوراں — خدا کرنے تو کر دے آدمی سے کچھ نہیں ہوتا
نہ ہو غمگیں اثر اہلِ جہاں کی بے وفائی پر — مزے سے بسر کر لے غمی سے کچھ نہیں ہوتا

(۴)

میں زندگی کے سہارے تلاش کرتا ہوں — تری نظر کے اشارے تلاش کرتا ہوں
نہ گر پڑے ہوں خجالت سے دیکھ کر تجھکو — زمیں پہ چاند ستارے تلاش کرتا ہوں
کنارِ جو ہو، شبِ مہ ہو تو ہو اور میں ہوں — وہ دلفریب نظارے تلاش کرتا ہوں
نجانے کون سے گوشے میں پڑے ہونگے — ترے فراق کے مارے تلاش کرتا ہوں
وہ شوقِ دل جو تجھے مجھ سے آشنا کیا تھا — حضور کہہ کے پکارے تلاش کرتا ہوں

Marfat.com

دل حزیں جو کبھی غمگسار رہتے تھے — کہاں ہیں دوست تمہارے تلاش کرتا ہوں
خدا ہی پار لگائے اثر کہو اب — بھنور میں ناؤ کنارے تلاش کرتا ہوں

(۵)

غم الفت کو بھی محبوب جاں کہنا ہی پڑتا ہے — بساط داغ دل کو گلستاں کہنا ہی پڑتا ہے
کسی بے مہر کو جب مہرباں کہنا ہی پڑتا ہے — تو دل کا قتل ہو اور الاماں کہنا ہی پڑتا ہے
مقدر کی خرابی ہو کہ ہمت کی ہو ناکامی — بہرصورت جفائے آسماں کہنا ہی پڑتا ہے
نگاہ یار تو نے راز دل کے کہہ دئے کیا کیا — تری چشمک کو انداز بیاں کہنا ہی پڑتا ہے
سوال دوست پر اندیشۂ ترک محبت سے — نہیں کہنے کی حالت میں بھی ہاں کہنا ہی پڑتا ہے
مری تقدیر تجھ پر منحصر ٹھہری تو پھر تجھکو — خدا اک اور زیر آسماں کہنا ہی پڑتا ہے
محبت موجزن ہو اور امنگوں میں تلاطم ہے — ہمارے دل کو بحر بیکراں کہنا ہی پڑتا ہے
دیار یار تک تیری رسائی ہو جو ناممکن — اسے دل تیری مرگ ناگہاں کہنا ہی پڑتا ہے
اثر اس عرصہ گاہ عشق میں دیکھے ہیں جو ہر — ضعیفی میں تجھے آخر جواں کہنا ہی پڑتا ہے

(۶)

معدوم ہوئے جاتے ہیں اب تاب و تواں اور — کچھ گل نہ کھلائے کہیں یہ درد نہاں اور
گھل گھل کے [illegible] ہیں ہوا جی کا زیاں اور — جب تو ہی نہ پوچھے تو کہاں جاؤں کہاں اور
ہو دل کی زباں اور دہن کی ہو زباں اور — پھر تو ہی بتا کیوں نہ بڑھے بدگماں اور
یوں تو ہیں زمانے میں بہت تجھ سے جواں اور — جو شان تحمل ہو تری [illegible] کہاں اور
اے صبر تجھے صبر ہے میری فغاں کا — کچھ روز تو سہنے دے تجھے ہو فغاں اور
دل گردش ایام سے پس پس کے ہوا خاک — اب خاک اڑاتے ہو اڑاؤ مری جاں اور
شاکر ہے ترا بزم میں گھر پر ترا شاکی — ہر فطرت دل غوث یہاں اور وہاں اور

ہم جنت واعظ کی حقیقت سے ہوں منکر
مل جائے اگر تیرے محلے میں مکاں اور

اس دورِ ضعیفی میں اثرؔ لاج بچانا
یہ اور زمانہ ہے یہ دن اور یہاں اور

(۷)

رات یادِ بت بے پیر بہت خوب رہی
دردِ دل تھم گیا اکسیر بہت خوب رہی

داغہائے غمِ الفت ترے کرم سے دل میں
رونقِ گلشنِ کشمیر بہت خوب رہی

میں بھی جیتا رہا دنیا میں بہ امیدِ کرم
اک اندھیرے میں یہ تنویر بہت خوب رہی

موت آئی تو غمِ دہر سے جاں بھی چھوٹی
خوابِ ہستی کی یہ تعبیر بہت خوب رہی

ناصحا ثبت ہوا دل پہ تری باتوں کا فریب
پائے مجنوں کو یہ زنجیر بہت خوب رہی

شغلِ احباب ہوا کعبۂ دل کی تخریب
مجھکو اک حسرتِ تعمیر بہت خوب رہی

چپکے چپکے ہوئیں باتیں بھی زباں بھی نصیب
شکر یہ آپ کی تصویر بہت خوب رہی

وہ ترا طرزِ تکلم وہ ترا جوشش اثرؔ
سرِ محفل تری تقریر بہت خوب رہی

تضمین بر غزل غالبؔ

چارہ سازی کو مسیحائے زماں آئینگے کیا
شدتِ درد و الم سے ہم شفا پائینگے کیا

اقربا ہمدردِ دلِ مضطر کو بہلائینگے کیا
دوست غمخواری میں میری سعی فرمائینگے کیا

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائینگے کیا

ہم جئینگے اس طرح ناہوش رہ کر کب تلک
غم اٹھاتی ہی رہیگی جانِ مضطر کب تلک

آپ کی نظرِ کرم ہوگی نہ ہم پر کب تلک
بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک

ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائینگے کیا

کیا مناسب ہے تری تقسیم اللہ واہ واہ
دل دیا اک غم ہزاروں کس طرح ہوگا نباہ

بس چکی ہے اب تو رگ رگ میں محبت و چاہ
حضرتِ ناصح گر آویں دیدہ و دل فرشِ راہ

کوئی مجھکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائینگے کیا

عرصہ گاہِ عشق میں جانباز کہلاتا ہوں میں — دیکھ لو کس کس تکبر سے چلا آتا ہوں میں
کون کہتا ہے کہ مرجانے سے گھبراتا ہوں میں — آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لائینگے کیا

ہے زبانِ خلق پر گر اپنا چرچا یوں سہی — ہم محبت میں ہیں سودائے زمانا یوں سہی
ہوگئی ہم سے اگر برگشتہ دنیا یوں سہی — گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائینگے کیا

آسیائے آسمانِ پیر سے بھاگیں گے کیوں — بس رہیں گے گردشِ تقدیر سے بھاگیں گے کیوں
جاں بکف ہیں کر تغافل تیر سے بھاگیں گے کیوں — خانہ زادِ زلف ہیں زنجیر سے بھاگیں گے کیوں
ہیں گرفتارِ وفا زنداں سے گھبرائینگے کیا

لختِ دل کھا کھا کے ہم نے پائی اک لذت اسد — خونِ جگر کا پی چکے ہم جان کر شربت اسد
اب در و دیوار کو بھی ہم سے ہے نفرت اسد — ہے اب اس معمورہ میں قحطِ غمِ الفت اسد
ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں کھائینگے کیا

(۱۱۷) زیبا۔ لالہ رام جی متوطن گیا۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے قریب شعر گوئی شروع کی اور مشاعروں میں غزلیں پڑھیں نمونہ کلام یہ ہے۔

کس کی الفت کی ہے کشش دل میں — سوزِ غم سے جو ہے [illegible] دل میں

(۱۱۸) ناشاد ۔ رام پرشاد کھوسلا خلف رائے صاحب شیو رام کھوسلا آبائی وطن مقام راہوں ضلع جالندھر صوبہ پنجاب تھا لیکن انھوں نے زندگی کا بیشتر حصہ صوبہ بہار میں گزارا اور یہیں کے ہو رہے تھے اور ان کے صاحبزادے کرشن کمار کھوسلا صاحب نے بھی صوبہ بہار میں سکونت اختیار کرلی ہے۔

اپنے والد مرحوم کے کلام کا مجموعہ طبع کرایا ہے جو ڈاکٹر سید محمود صاحب کی تقریظ
اور پروفیسر عبدالمنان بیدل کے مقدمہ کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ناشاد
اردو کے ان شعرا میں تھے جن پر ہندوستان بہت کچھ فخر کر سکتا ہے۔ نیز
ذی علم صوفی منش شاعر تھے۔ ۱۸۸۱ء میں راہوں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے
۱۹۰۱ء میں لاہور کے گورنمنٹ کالج سے انگریزی زبان وادب میں ڈگری
حاصل کی اور یونیورسٹی کے تمام طلبا میں اول رہے کچھ عرصہ کے بعد لاہور کالج
میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں آکسفورڈ جاکر فن تاریخ کی
تکمیل کی اور ہندوستان واپس آکر لاہور کے سناتن دھرم کالج کے پرنسپل
مقرر ہوئے۔اس کے بعد حکومت نے ان کو ایجوکیشنل سروس میں لے لیا اور
ریونشا کالج کٹک میں پروفیسر مقرر کیا اس وقت اڑیسہ صوبہ بہار میں شامل
تھا گورنمنٹ نے ۱۹۱۷ء میں کٹک سے تبدیل کرکے جی بی کالج مظفرپور میں
پہلے نائب پرنسپل پھر پرنسپل کے عہدہ پر بحال کیا پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۳ء تک
ٹی۔ان۔جے کالج بھاگلپور کے پرنسپل رہے لیکن اس کے بعد دوسرے سال
پٹنہ کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔لیکن ان کو مظفرپور کا ماحول بہت مرغوب
تھا اسلئے ایک سال کے بعد پھر مظفرپور واپس گئے۔تاریخ میں ان کی تصنیف
سے "سلاطین وروسائے مغلیہ" ایک مشہور ومعروف کتاب ہے۔ملازمت
ہی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی اجازت لیکر انھوں نے دوبارہ انگلینڈ کا سفر کیا
اول ۱۹۱۸ء میں مہاراجہ پٹیالہ کے پرائیوٹ سکریٹری کی حیثیت سے وار
کانفرنس میں شرکت کی اور پھر ۱۹۲۷ء میں مہاراجہ الور کے پرائیوٹ سکریٹری
ہوکر انگلینڈ کی سیر کی۔

خوش حالی اور تمول کے باوجود ناشاد فقیر دل شخصیت رکھتے تھے۔ غریبوں سے خاص انس اور ہمدردی رکھتے تھے اور حاجت مندوں کی حاجت روائی فراخ دلی سے کرتے تھے۔ ۱۳ جون ۱۹۴۱ء کو قلبی عارضہ میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ مطبوعہ مجموعہ کلام موسوم بہ نالہ ناشاد میں ان کی ۱۵۴ نظمیں ہیں۔ ہر ایک سے ان کا صوفیانہ پن نمایاں ہے بطور نمونہ ان کی نظم نیا عبادت خانہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نیا عبادت خانہ

ملکِ نیا میں ایسا اک خانۂ عبادت — مندر نما ہو لیکن مسجد کی طرز کا ہو
مرلی کی دھن چھڑی ہو آوازہ ہو اذاں کی — چرچا ہو جا بجا یوں میں قرآن و وید کا ہو
اک جام میں پڑا ہو تھوڑا سا آبِ زمزم — اس آب میں ذرا سا گنگا کا جل ملا ہو
پی پی کے جامِ الفت وہ بیخودی ہو طاری — ہر ایک کی زباں پر وحدت کا تذکرہ ہو
اپنے صنم کدہ میں بت ہو نئی طرح کے — جن کے لبوں پہ ہر دم توحید کی صدا ہو
آپس کا بیر چھوڑیں باز آئیں دشمنی سے — یہ ہو شعار دل سے وہ جان سے فدا ہو
دھو دھو کے ہم مٹا دیں آبِ یگانگی سے — گر لوحِ دل پہ اپنے حرفِ دوئی لکھا ہو
مذہب ہو اپنا ایسا جس سے ہر ایک دل میں — عزت ہو دیوتا کی تعظیم انبیا ہو
مٹ جائے کفر و دیں کا جھگڑا جہاں سے یارو — ناشاد کی زباں پر ہر وقت یہ دعا ہو

دورِ حاضر

(۱۱۹) گلو آرا۔ بابو رامیشور پرشاد ایڈوکیٹ ڈپٹی میئر و مجسٹریٹ فرسٹ کلاس عظیم آباد کے ہر دلعزیز رئیس اور دورِ حاضر کے خوشگو شعرا میں ہیں۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے ہیں رسالہ یارانِ میکدہ مرتبہ محمود علی خاں صاحب صبا میں مجھے ان کے خود نوشتہ حالات اور غزلیں مل گئیں اسلئے انھیں کو بجنسہ اس مقام پر نقل کرنا مناسب معلوم ہوا چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"یارانِ میکدہ کے مرتب جو مرے بچپنے کے ساتھی اور دوست ہیں ان کا اصرار ہے کہ میں اپنے سوانح حیات مختصر الفاظ میں لکھکر اشاعت کے لئے دوں۔ ان کے اصرار میں اتنا گہرا خلوص ہے کہ میں انکار کی جرات نہیں کر سکتا۔ یہ چند سطریں ان کے حکم کی تعمیل میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ شاید ان میں میری حیات کے کچھ نقوش نظر آئیں"

"میں اپنے جدی مکان گلو آرا ہاؤس واقع محلہ مچھرہٹہ پٹنہ سیٹی میں ۱۲ مارچ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا۔ میرے باپو جی مہری لشنو ناتھ پرشاد عرف بسو بابو آنجہانی ایک کامیاب تاجر تھے مگر زمانہ کی رفتار کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مجکو انگریزی تعلیم دینا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ ۱۹۲۴ء میں محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سیٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد باپو جی کی دلی خواہش کا اندازہ کرتے ہوئے میں نے بی۔ اے اور

وکالت کی ڈگریاں بھی حاصل کیں اور ۱۹۳۱ء میں پٹنہ ڈسٹرکٹ بار میں وکالت شروع کر دی۔ بابوجی کی ضعیفی اور علالت کی وجہ کر مجھکو پھر اپنے آبائی پیشہ تجارت کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس وقت ذریعہ معاش تجارت ہی ہے۔ پبلک کی سیوا کرنے کا جذبہ جو میرے دل میں تھا اس کو بروئے کار لانے کا موقع بھی مجھکو مل گیا۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء میں پہلی بار پٹنہ سٹی میونسپلٹی کا کمشنر منتخب ہوا اور ۱۹۴۲ء کے عام انتخاب میں بلا مقابلہ میونسپل کمشنر منتخب ہوا اسی سال حکومت نے مجھکو آنریری مجسٹریٹ نامزد کیا اور آج تک اس عہدہ پر بحیثیت فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کام کر رہا ہوں۔ ۱۹۵۴ء میں جب پٹنہ میونسپل کارپوریشن کا پہلا انتخاب ہوا تو میں اپنے حلقہ وارڈ نمبر ۲۲ سے عام انتخاب کے ذریعہ کاونسلر منتخب ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں کارپوریشن کا پہلا ڈپٹی میئر مقرر ہوا اور تین سال سے برابر ڈپٹی میئر منتخب ہوتا چلا آرہا ہوں۔ اس کے علاوہ میں مختلف شہری اور صوبائی اداروں کا وقتاً فوقتاً عہدہ دار بھی رہا ہوں۔

"میرے گھر والوں کی زبان عرصہ سے اردو ہے اور میں نے بھی اردو مضمون لیکر بی۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اردو دیس کی ایک بڑی پیاری اور میٹھی زبان ہے۔ بولنے میں مزےدار، سننے میں خوشگوار اور سمجھنے میں آسان ہے۔ اس کی شاعری میں جو لطف ہے وہ میں نے کسی اور زبان میں نہیں پایا ہے۔ میرا خیال صرف زبانی یا جذباتی نہیں بلکہ میرے دل کا صحیح ترجمان ہے۔ چنانچہ جب کبھی ترنگ اٹھتی ہے تو کچھ شعر کہہ لیتا ہوں اور دوستوں کے اصرار پر مشاعروں میں پڑھ لیتا ہوں۔

رامیشور پرشاد گلوارہ

غزل

تم رنگ دیکھنا دل دیوانہ وار کا — بس منتظر ہوں آمد فصل بہار کا

مجھ سے نفس نصیب کو کیا کام اے ندیم — موسم خزاں کا ہو کہ زمانہ بہار کا

جلتے ہیں اور بجھتے ہیں امید کے دیئے — یہ واقعہ ہے میری شب انتظار کا

عجلت یہ ہے کہ پشت ہوا پہ سوار ہے — کس کی تلاش میں ہے مسافر غبار کا

مجھ سے گدا کے واسطے دامن بچھا دیا — احسان ہے یہ سایۂ دیوار یار کا

اس سے بدرجہا تھی غنیمت خزاں کی فصل — جیسا گذر رہا ہے زمانہ بہار کا

گو آرا کوئی لاکھ جفائیں کیا کرے — دامن چھٹے نہ ہاتھ سے صبر و قرار کا

غزل

زمیں بھی مجھ سے خفا ہے خوش آسماں بھی نہیں
مرے لئے تو کہیں گوشۂ اماں بھی نہیں

خدا برا کرے وحشت کا دشت ہو کہ چمن
قرار دل کو یہاں بھی نہیں وہاں بھی نہیں

کچل دی آپنے جنسِ وفا برا نہ ہوا
اب اس جہاں میں کوئی اس کا قدرداں بھی نہیں

یہ کیا ہے پھر جو دو رنگی نہیں زمانہ کی
کہ فصل گل بھی نہیں موسم خزاں بھی نہیں

ابھی یہ کیوں ہے نظر برق کی خدا جانے
بہت بلند مری شاخ آشیاں بھی نہیں

جنونِ عشق میں سب کچھ بھلا دیا ناصح

بس انتہا ہے کہ یارائے داستاں بھی نہیں
رہِ خلوص سے باز آؤں کیوں میں گلوارا
مجھے کچھ اس میں تو اندیشۂ زیاں بھی نہیں

بخشیں نہ پھر ہم آپ کو شکوہ اگر کریں
پہلا ہے یہ قصور بس اب درگذر کریں

ناصح تو ناشناسِ محبت ہے کچھ نہ پوچھ
کیونکر بیان لذتِ دردِ جگر کریں

الفت تو ایک جذبۂ فطری کا نام ہے
پھر عیب کیا چھپائے رہیں مشتہر کریں

منزل کی جستجو میں یہ جذبہ بھی ہو شریک
کانٹوں سے پاک صاف تری رہگذر کریں

اس دور میں ہو گیا ننگ جوہری کی قدر
طے جس میں کو رقیمتِ لعل و گہر کریں

سو تجربوں پہ بھی یہ سمجھ میں نہ آسکا
کیوں اعتبارِ وعدۂ شام و سحر کریں

گلوارا کچھ برا تو نہیں یہ ترا خیال
جو کام ہم کریں وہ سمجھ بوجھ کر کریں

مجھے ہے نالہ و آہ و فغاں سے کام ابھی
زبانِ شوق نہ لے خوشدلی کا نام ابھی

زبانِ شوق نے گو لاکھ اختصار کیا
مگر ادا نہ ہوا حاصلِ کلام ابھی

اٹھا وہ ابرِ سیہ میکدے سے جا واعظ
کہ رند کرتے ہیں تیرا کچھ احترام ابھی

مری حکایتِ دل سن کے وہ یہ کہتے ہیں
ہمیں تمہاری صداقت میں ہے کلام ابھی

بس آج ہو گئے ہم نازِ حسن کے قائل
کہ منتوں سے بھی نکلا نہ کوئی کام ابھی

جو کرنا چاہئے ہو کل وہ آج ہی کر لو
ضرورت آج ہو جس کی کرو وہ کام ابھی

بنا دلیش کو پھر رام راج گلوارا
تم آج آ ہوئے دل کو تو کر لو رام ابھی

زاہد نہیں کہ سجدۂ صد دانہ چاہئے
ہوں رند مجھکو درِ آستانہ چاہئے

گل چاہئے نہ گلشن و ویرانہ چاہئے
رندوں کو ایک محفلِ رندانہ چاہئے

تنگ ہیں بے نیاز کے سنگ و خشت سے
مجھکو تو روحِ کعبہ و بتخانہ چاہئے

Marfat.com

کیا لطف اگر یہاں بھی رہے رسم امتیاز — ساقی ہجوم پہ وا در میخانہ چاہیے
دولت سمیٹ کر کوئی بنتا نہیں شریف — انساں کو رکھ رکھاؤ شریفانہ چاہیے
کہتے ہیں وہ ہم آئیں جو پوری ہو آپکا نظر — دل تیرا انتظار سے بیگانہ چاہیے
شمع مراد تک نہیں کچھ دسترس محال — بازو میں طاقت پر پروانہ چاہیے
کوئی جنوں نواز ہے کوئی خرد پسند — گوارا تجھ کو ان سے الجھنا نہ چاہیے

(۱۲۱) رائے ۔ رائے گوپال کرشن صاحب بی۔ اے رئیس عظیم آباد ساکن محلہ میتن گھاٹ۔ سنہ ولادت ۱۸۹۷ء ہے۔ راجہ خیالی رام کے ورثا میں ہیں۔ انگریزی میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ فارسی اور اردو بھی بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اردو شاعری کا شوق سن شعور سے ہے سیاسی اور سماجی تحریکوں سے بھی خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابتدا میں شاید کچھ کلام میر محمد باقر۔ باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی کو بھی دکھایا تھا لیکن شاعری میں باقاعدہ اصلاح سخن نہیں لی۔ ۱۹۵۷ء میں انہوں نے اپنا کلام کتاب کی صورت میں شایع کیا ہے جس کا نام مونس ولمحۂ رائے گوپال کرشن ہے ؛ MOMENTS WITH RAI GOPAL KRISHNA) یہ کتاب انگریزی اور ہندی میں ہے۔ ابتدا میں ان کی تصویر ہے۔ اس کے بعد انگریزی میں انتساب، مقدمہ کتاب اور آزادی ہند کو خراج عقیدت اور مہاتما گاندھی کی موت پر اظہار تاسف کے مضامین کے بعد دنیا کی بے ثباتی اور بے اعتباری کے متعلق میر انیس کے مراثی کے کچھ بند اور اسی طرح دوسرے مشاہیر شعرا کے مختلف اشعار جن میں فارسی اشعار سعدی شیرازی کے بھی ہیں ہندی یعنی دیوناگری

رسم الخط میں شایع کیا ہے اور ان کا انگریزی ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ بعد میں خود اپنا اردو کلام بھی دیوناگری حروف میں درج کیا ہے اور آخر میں اپنے بعض خطوط جو انہوں نے مسز اسٹافورڈ کرپس اور ارتھر مور وغیرہ کو لکھے تھے اور ان میں ان انگریزوں کے انگریزی زبان غلط بولنے اور لکھنے پر اعتراض کئے تھے اور ان کے جوابات درج کیے ہیں اور ان کے علاوہ بعض خطوط اور بھی ہیں۔

بہرکیف بہار میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے فارسی اور اردو کلام کو دیوناگری میں شایع کیا ہے۔ یہ کس جذبہ کے تحت ہے راقم کو معلوم نہیں لیکن اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انگریزی تراجم ان کے اردو بندشوں سے بہتر ہیں۔ مصنف نے بقول خود مشرقی خیالات کو گلدستہ کی صورت میں اہل مغرب کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن اگر ساری کتاب انگریزی میں ہوتی تو اہل مغرب کے مطالعہ کے لئے مناسب ہوتی کیونکہ اہل مغرب ہندی رسم الخط سے کمتر واقف ہیں۔ ان کا کلام جو ہندی رسم الخط میں ہے بطور نمونہ اردو رسم الخط میں درج کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۲۵ ابتسا لڑائی

چکبست کے طرز پر

جھنڈا باندھے ہوئے جرار وطن جاتے ہیں   کچھ نئی شان سے یاں بانکپن جاتے ہیں
ہم نہ ماریں گے کبھی کرکے یہ پن جاتے ہیں   بدلے تلوار کے وہ باندھے کفن جاتے ہیں

سامنے ان کے ظفر برہنہ پا پھرتی ہے
آہ مظلوموں میں بھی رائے عجب نکلتی ہے

ان کی رگ رگ میں ہیں پیوست سپاہی کے چلن
رن کا میدان ہے ان کے لیے ماں کا دامن

عرصۂ جنگ کی اموات ان کو ہے اک شب کی دلہن
مر کے تلوار سے حاصل ہو تو خلعت ہے کفن

رن کے میدان سے لیس پا ہوں یہ دستور نہیں
مادرِ ہند کے بچے ہیں کوئی اور نہیں

ہاں دلیرانِ وطن دھاک بٹھا کر آنا
طنطنہ دشمن خود بیں کا مٹا کر آنا

آپ سے بھی نہیں ڈرتے یہ جتا کر آنا
ندیاں خون کی تم اپنے بہا کر آنا

یہی گنگا ہے سپاہی کے نہانے کے لئے
ناؤ تلوار کی ہے پار لگانے کے لئے

جا بجا نصب بصد شان کئے قومی علم
اور حفاظت بھی کی ایسی کہ نہ جھکنے دیا خم

واہ شاباش کی تم نے نہیں تا آخر دم
وار ان پر کیا گو تم پہ ہوئے جور و ستم

ایک سے ایک ہیں بڑھ چڑھ کے یہاں مرد وطن
نام ہے قوم کا ان کی ہی بدولت روشن

اسی سن میں کہ جوانی کا ہوا ہی آغاز
حل کیا تم نے تیاگ اور اہنسا کا راز

ظلم پر ظلم سہے پر نہ ہوئے تم باز
رہ گئے دنگ جنہیں ظلم و ستم پر تھا ناز

جیتا ہے اپنے لئے وہ بدتر از مردہ ہے
مرتا اوروں کی خاطر وہی پائندہ ہے

سنہ ۱۹۳۴ء کا بھکمپ

جب بکرماجیت سمبت میں دو ہزار سے پر
سنہ عیسوی کا پہونچا ہوا ہندسہ منتشر

دو شنبہ پندرہ جنوری کو وقت سہ پہر
صوبہ بہار میں زلزلے کا ہوا قہر اینٹھ کر

یوں جیتے تو اس میں ہے ہندوستان بھر
لیکن بہار ہو گیا مغضوب خاص کر

پٹنہ خدا گواہ کہ پٹنہ نہیں رہا — اس قہر ایزدی کا ہوا اس پہ وہ اثر
تربت مونگیر میں تو ہوئے صاف گھر کے گھر — ایسے مٹے کہ مٹ گیا مٹنے کا آگے ڈر
ریلیں سڑک خراب ہوئیں پل بھی جا بجا — پانی کی کل بھی بجلی ٹیلیفون تار گھر
سیا لہلہاتے کھیت تہ آب ہو گئے — پھیلی تمام ریت ہوئے خشک چاہِ تر
بچے، منار جن پہ ہوں دریائے آبدار — بن پانی مر گئے نہ ملا پانی بوند بھر
سن کر فسانہ ... کا جس کا نہ دل پھٹے — سینے میں اس کے دل نہیں ہے پارۂ حجر

غزل

مشاعرہ بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۵۰ء بدولت کدہ بابو امانتی سہائے صاحب

مصرعہ طرح۔ چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے

توہی ڈھونڈ ہو یار د جہاں میں ایسی خو کر دے
چمن کے ذرّہ ذرّہ کو شہید جستجو کر دے

زباں ایسی بنا دے ایک طرز گفتگو کر دے
کہ ہر فرد بشر اب ترکِ ذکر من و تو کر دے

اگر تو بیاک داماں اس کی پامالی کے باعث ہے
تو لازم سوزن مژگاں سے اس کا رفو کر دے

میونسپل ایکٹ تو کو کارپوریشن ایکٹ یوں سمجھو
کہ اس کا بس یہی مطلب ہے بیش از بیش تو کر دے

اگر بیوی کی حاجت ہے فقط کھانا پکانے کو
تو بیوی کے عوض اللہ سب کو ایک کو کر دے

سیاسی زندگی میں گر تو خواہانِ ترقی ہے

ہوا بہتی ہو جس جانب اسی جانب کو رُخ کر دے

نہیں چاہیے تمہارے چاہنے والے کو کبھی چاہیے
کہو کس طرح کوئی اپنے دل کو واں سے دور کر دے

خدا محفوظ رکھے چتونوں سے ان حسینوں کی
عجب کیا جو نیا محشر نگاہِ ماہ رو کر دے

ڈرا کرتے ہیں فہمیدہ تلون سے زمانے کے
کبھی عزت یہ بخشے اور کبھی بے آبرو کر دے

بہت ہشیار اس پیر فلک کی چال بازی سے
یہ وہ موذی ہے جو بھائی کو بھائی کا عدو کر دے

کوئی بھی کار مشکل اس کی قدرت کے نہیں باہر
بس اک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ قطرہ کو وہ جو کر دے

بہ مئے سجادہ رنگیں کن چو ایں تو لیست حافظ را
چہ خوش بودے اگر تو از مئے گل گوں وضو کر دے

نہیں غربت سے بڑھ کر کوئی خوئے بد ہے انساں میں
شکایت جس سے پیدا ہے رائے اس کے روبرو کر دے

مشاعرہ بتاریخ ۸ ر اگست ۱۹۵۴ء بمقام محمڈن اسکول

مصرعہ طرح — شوق فضول و جرات رندانہ چاہیے

کعبہ نہ چاہیے نہ صنم خانہ چاہیے
ہم مے گسار ہیں ہمیں میخانہ چاہیے

جب کاجی کے صرفہ ہوا اس لیے تو بس
شوق فضول و جرات رندانہ چاہیے

جھیلے مصیبتیں نہ کبھی اُف زباں پہ لائے
اس کے لئے تو ہمت مردانہ چاہیے

فیشن کا ہو تقاضا ہر اک سے یہ آجکل — نکٹائی کوٹ پینٹ و یکسانہ چاہیے
دنیا کی کائنات سے رندوں کو کیا غرض — ان کو تو مے و مینا و پیمانہ چاہیے
دے دے زکات حسن کی اے بادشاہ حسن — آیا ہوں تیرے در پہ فقیرانہ چاہیے
کیا پوچھتے ہو رہا ہے ہوش و خرد کی بات — عاشق کو ہونا تیرے تو دیوانہ چاہیے

راشٹرپتی راجندر پرشاد کے پرتی ۔

تو مہا ہند دیش اور بہار کی خاک ہیں شاد — کہ بیٹھے تخت دہلی پہ ہمارے راشٹر پرشاد
ہے انجمن ہند پہ مرحبا لاکھوں مبارکباد — بنا کر ہاتھ بھارت کو غلامی سے کیا آزاد
کیا وہ دان تھا دشمن خود بھی کا لڑنے میں — کہ چھوٹے گی قیامت تک کبھی سکو نہ اس کی یاد
ہوئی دنیا کے کونے کونے میں شہرت بلند ان کی — بھیجی چین کے جو زلزلہ میں ان نے کی امداد
وہ منتر ان نے پھونکا دہر میں تیاگ و انسا کا — لرز جائے جو سن کے نام بھی اس کا ستم ایجاد
بہت ایثار کر کے ہے کیا امن و اماں قایم — مٹایا صفحہ ہستی سے نام جور و بیداد
چنے جاتے نہ کیوں یہ پریسیڈنٹ آف انڈیا دوبار — کہ یہ تابندہ ہیں سب سے اولی ہند کی اولاد
یہی ان کی تمنا ہے یہی ہے مدعا ان کا — نہ رہنے پائے بھارت میں کوئی بھی خستہ و ناشاد
یتیم و بیوہ کتنے ان کے ہیں مرہون منت کش — نہ جانے کتنی اجڑی بستیاں ان نے ہیں کیں آباد
دکھیو کبھی ہم کابل ان کے ہمیشہ کامیابی ہو — کیا پایا ان نے گاندھی جی کے انسا کا کمالی استاد
جو سمجھا فرض تھا اپنا اسے اس نے کیا پورا — نہیں ان کے لئے ہے رائے ہرگز جو ہند کا داد

کشمیر کی جھلک

جو براج

ہے دیر دیا عجب جو جو براج ہے — یہ تو براجیوں میں سرتاج ہے
نہ ہو کر ورانت سے ہیں دوٹ سے — یہ پہنچے ہوئے پریم کا تاج ہے

Marfat.com

بخشی سیاحت

نام وزیر اعلیٰ سری بخشی غلام ہے ۔۔۔ رکھتا پرجا کو شاد یہی ان کا کام ہے
سنتی ہے بات ہر آئے امن و امان ہو ۔۔۔ جب سے یہ آئے ایسا ہی یاں کا نظام ہے

اہل سری نگر

جو لوگ سری نگر کے ہیں بے حد خلیق ہیں ۔۔۔ مہماں نواز ہیں سبھی لائق لئیق ہیں
رکھتے ہیں دوستی یہ ہر اک خاص و عام سے ۔۔۔ ہیں پریم کی یہ مورتی غایت شفیق ہیں

کیسر کے کھیت و تیرتے کھیت

کھیت کیسر کے یہاں پر تو نسیم دیدن ہیں ۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ باعث خندیدن ہیں
تیرتے کھیت بھی ہیں یاں پہ کئی پانی گیا ۔۔۔ کہہ سکے جن کو نہ محفوظ زد دیدن ہیں

ہاؤس بوٹس

ڈل اک جھیل ہے جہاں چلتا مکاں ہے ۔۔۔ ہے ڈھنگ انوکھا ان کا نرالی شان ہے
راحت کے ان میں سامان مہیا ہیں سارے ۔۔۔ تعریف ہاؤس بوٹس بیرون از بیان ہے

امیرا کدل

امیرا کدل ایک پل ہے یہاں ۔۔۔ ہے جہلم ندی اس کے نیچے رواں
گرد و دوار اسکولوں کا اک پاس ہے ۔۔۔ اور بازار بھی ہے یہاں اک کلاں

چشمہ شاہی

چشمہ شاہی ہے نام اس کا ۔۔۔ ہضم کرنا ہے کام اس کا
بادہ ہو گر نہیں میسر ۔۔۔ پی لو بھر بھر کے جام اس کا

نشاط باغ

ناز سری نگر بھی باغ نشاط ہے ۔۔۔ دیتا یہ خاص و عام کو انبساط ہے

تشبیہ دوں جو مہروشِ حوران خلد کی تو اس میں ہیں یہ ان کے لئے یہ لباطا ہے

شالی مار

نور جہاں کا باغ یہی شالی مار ہے تعمیر کی وجہ زن وشو کا پیار ہے
باد سموم کا نہیں ہوتا یہاں گذر فصل خزاں میں بھی یہاں لطف بہار ہے

ہرون جھیل

یاں پہ اک جھیل کو موسوم بہ ہرون دیکھا نیچے اک سوتا سا بہتا ہوا روشن دیکھا
مثل آئینہ کے شفاف تھا اس کا پانی یا کہوں گو یا کہ بہتا ہوا درپن دیکھا

پہل گام

پہل گام سچ فخر کشمیر ہے پہاڑوں میں ایسے لئے یہ میر ہے
لدار اک ندی بہتی ہے بیچ سے روانی میں یہ مثل اک تیر ہے

گل مرگ

سنا ہے کہ گل مرگ ہے لاجواب مرے واسطے یہ رہا مثل خواب
جو پالی خبر ڈاکے کی اپنے گھر بنا دیکھے لوٹا میں پٹنہ شتاب

(۱۲۲) رنگین۔ تخلص اور منشی چھیدن لال نام محلہ مرار پور گیا میں رہتے تھے شمس العلما نواب سید امداد امام اثر مرحوم نے اپنے منشی ملک عبد الکریم مرحوم کے بعد ان کو ملازم رکھا تھا۔ ذی علم خوش گو اور صاحب ذوق سلیم تھے۔ نواب صاحب مرحوم کے ہاں روزانہ صبح کے آٹھ بجے حاضر ہو کر ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد سارا وقت کتب بینی اور شعر و شاعری میں گزارتے تھے یہ ۱۹۳۲ء کی بات ہے اس وقت ان کی شاعری کی ابتدا تھی۔ اردو کے علاوہ فارسی کی استعداد

بھی بہت تھی۔ سکندر نامہ، قصاید عرفیؒ، دیوان حافظؒ، انشائے ظاہر وحید اور دفتر ابوالفضل وغیرہ وغیرہ منتہی کتب بالاستیعاب پڑھی تھیں۔ بابو اودھ کشور گشتہ گیاوی سے مشورہ سخن کرتے تھے نسباً کایستھ تھے۔ سانولے اور پست قامت آدمی تھے۔ راقم کو ان کے حالات مخلص مہربان سید عابد امام زیدی شاد شمس العلما نواب سید امداد امام اثر مرحوم سے ملے جس کے لئے راقم ان کا بے حد ممنون ہے اور انہیں نے رنگیں کے تین شعر بھی لکھکر دئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں یہ اشعار خود بتاتے ہیں کہ کس قدر قابل داد ہیں۔

جو ہیں اچھی صورت پہ مرجانیوالے ۔۔۔ وہ ہیں نام دنیا میں کرجانے والے
ہیں نے قسمت کی جو شکایت کی ۔۔۔ اس میں شکوہ تو آپ کا نہ ہوا
یوں قیامت تک رہے دنیا سلامت گو کیا ۔۔۔ میری دنیا ساتھ ہی میرے فنا ہوجائیگی

(۱۲۲) **سنگی**۔ بابو بیجناتھ سہائے ولد منشی درگا سہائے قوم کایتھ ساکن موضع خواص پور ضلع گیا پیشہ زمینداری ومختارکاری سن ولادت تخمیناً سنہ ۱۸۹۴ء۔ اردو کے علاوہ انگریزی بھی بخوبی جانتے تھے خلش گیاوی کے تلامذہ میں تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

بدی کرتے ہیں کیوں اہل جہاں نیکی کے بدلے میں
سبب اس کا یہ ہے شاید زمانہ اب ترا آیا

(۱۲۳) **بشر**۔ تخلص اوربی ڈی مہتا نام۔ زیادہ حال معلوم نہو سکا۔ وامق دیوروی نے رسالہ خیابان میں ان کا یہ شعر شایع کیا تھا۔

نہ چلتی شاخ گل تو آشیانہ اور بن جاتا ۔۔۔ چھڑایا گردش گردوں نے صحن گلستاں ہم سے

(۱۲۴) **بہار** ۔ بابو شیو ناتھ پرشاد ساکن گیا۔ بابو اودھ کشور کشتہ کے دوستوں میں تھے اور انہیں کے فیض صحبت سے شاعری کی مشق شروع کی تھی بعد میں سیاسی تحریک سے دلچسپی لینے لگے اور شعر گوئی ترک کر دی۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

رہے گا ہمدموں جب تک ہمارے دم میں دم باقی
نہیں چھوٹیگا اکدم دامنِ ہندوستاں ہم سے

(۱۲۵) **بہار** ۔ اکھوری شیو نندن پرشاد قوم کایستھ۔ اردل ضلع گیا کے اسکول میں ہڈ ماسٹر تھے۔ خود کو فصیح الملک داغ دہلوی کا شاگرد کہتے تھے۔ بذریعہ مراسلت غزل پر اصلاح لی تھی۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

فائدہ خاک جمع زر میں نہیں ۔ کچھ نہیں خیر اگر بشر میں نہیں

(۱۲۶) **بیر** ۔ پنڈت مہابیر۔ بتیا (چمپارن) ہائی اسکول میں مولوی تھے اردو اور انگریزی بخوبی جانتے تھے۔ اکثر اردو میں شعر کہتے تھے۔ ایک شعر یہ ہے۔

دیتی ہے مجکو قدرت صانع کا دہ پتا ۔ جو شئے بنائی ہے مرے پروردگار نے

(۱۲۷) **غنیمت** ۔ بابو اجودھیا پرشاد بی۔ اے قوم کایستھ۔ ضلع گیا کے کسی دیہات کے باشندہ تھے۔ شاعری میں سید علی خاں بیتاب عظیم آبادی تلمیذ شاد سے اصلاح لینے تھے۔ آریا سماج آشرم میں ملازمت کر لی تھی ان کا ایک شعر یہ ہے۔

بوستاں میں پھاڑ ڈالا گل نے اپنا پیرہن ۔ سبز کو نکلا جو دہ گلگوں قبا برسات میں

(۱۲۸) پروفیسر شیام نرائن لال۔ راقم اس فخر بہار شاعر و ادیب کو یو۔ پی کا باشندہ جانتا تھا لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا آبائی وطن بکسر (صوبہ بہار) ہے۔ غلط فہمی کا سبب یہ تھا کہ ان کے والد منشی رام چرتر لال اور ان کے بھائی جو بلیا اور اعظم گڑھ میں پیشکار اور سرکاری ملازم تھے وہیں قیام پزیر تھے۔ راقم کے مخلص کرم فرما ڈاکٹر سید احمد حسن پروفیسر ٹی۔ ان۔ بی کالج بھاگلپور نے یہ امر پروفیسر شیام نرائن لال آنجہانی کے صاحبزادوں یعنی بابو کرشن چند لکچرر انگریزی مارواڑی کالج بھاگلپور اور بابو ہرنش چند لکچرر معاشیات مونگیر کالج سے تحقیق کرکے راقم کو اطلاع دی۔ ذیل میں جو حالات اور کلام درج کئے جاتے ہیں وہ بھی پروفیسر شیام نرائن لال آنجہانی کے صاحبزادوں سے حاصل کئے گئے ہیں ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ متقدمین شعرا کی طرح انہوں نے کوئی تخلص اختیار نہیں کیا تھا۔

پروفیسر شیام نرائن لال ۲۳ر جولائی ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں بلیا اسکول سے مڈل کا امتحان اس امتیاز سے پاس کیا کہ پورے صوبہ میں اول آئے اور حکومت کی طرف سے مزید تعلیم کے لئے پانچ سال تک وظیفہ ملتا رہا۔ ام۔ اے پاس کرنے سے پہلے وہ کایستھ پاٹشالہ الہ آباد میں انگریزی کے استاد مقرر ہوئے اور پھر آگرہ کالج میں انگریزی کے لکچرر مقرر ہوئے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی قایم ہونے پر اس یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور بائیس برس تک اس سے وابستہ رہکر انتقال کیا۔

Marfat.com

شعر و ادب کا ذوق فطری تھا اور حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ قرآن مجید کی اکثر آیتیں، عمر خیام کی رباعیاں، غالب، مومن اور ذوق کے اشعار کثرت سے یاد تھے جنہیں وہ اکثر گفتگو میں برمحل استعمال کرتے تھے۔ بارہ برس کی عمر میں وہ اقبال کے کلام سے متعارف ہوئے اور اقبال کی نظموں میں وطن پرستی کے جذبات سے ہمیشہ متاثر رہتے۔ پروفیسر لال چھوت چھات اور مذہبی تنگ نظری کے سخت مخالف تھے۔ ابتدا میں بنارس یونیورسٹی میں اردو فارسی اور عربی کا شعبہ جداگانہ نہ تھا اسلئے ان زبانوں کی تعلیم بھی انہیں کے سپرد تھی اور کئی سال تک وہ ان زبانوں کے بورڈ آف اسٹڈیز کے صدر رہے اور انگریزی شعبہ کی مصروفیت کے ساتھ ان شعبوں کے کام بھی پوری دلچسپی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ میر، انیس اور غالب پر ان کی تنقیدی تصنیفیں انگریزی میں ہیں اور وہ بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ طبیعت بہت ہمدردانہ پائی تھی۔ اکثر نادار طلبا کی امداد کیا کرتے۔ ان کی عمر کے چونتیسویں سال ان کی رفیقہ [illegible] انتقال کیا۔ اس حادثہ سے وہ بارہ برس تک بے حد متاثر رہے [illegible] ۱۹۳۰ء میں ۲۰ فروری کو رحلت کی۔ ان کی موت پر [illegible] مالوی نے ان کے صاحبزادے کو تعزیت کا تار دیا اور [illegible] پرو وائس چانسلر راجا جوالا پرشاد کو ان کی [illegible] کا حکم دیا۔

اب راقم ان کے وہ اشعار نقل کرتا ہے جو [illegible] پروفیسر نے پروفیسر لال کے صاحبزادے سے دستیاب کر کے [illegible]

لال کی تصویر کے ساتھ اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں۔ ان اشعار کی نسبت راقم کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ اشعار خود شاعر کی شاعرانہ عظمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے تصویر اس تذکرہ میں شامل نہ ہو سکی۔

آج خود آ گئے منانے کو — زندگی مل گئی فسانے کو
گا رہا ہوں میں غم چھپانے کو — کون سمجھے مرے ترانے کو
شاخ گل ہے نہ آشیانہ ہے — پھر بھی کہتے ہو مسکرانے کو
پھونک کر آشیاں بھی دیکھ لیا — کچھ سکوں مل گیا زمانے کو
درد کیوں آج مضمحل سا ہے — کیا پتا مل گیا زمانے کو
مضمحل عزم سے سمجھ لینا — بات کیا رہ گئی بنانے کو
عمر رفتہ نے مجکو سمجھایا — زندگی پائی ہے گنوانے کو

سنبھالے لاکھ ہم سینے میں دل کو — مگر دل پھر بھی بھر آئے تو کیا ہو
وہ سمجھاتے ہیں دیوانے کو لیکن — جو دیوانہ مچل جائے تو کیا ہو
چھپانے کو چھپا لوں اپنے آنسو — انہیں کی آنکھ بھر آئے تو کیا ہو
یہ چپکے چپکے تنہائی میں رونا — کوئی ایسے میں آ جائے تو کیا ہو
متاع زیست اپنا غم ہے لیکن — جو یہ دولت بھی چھن جائے تو کیا ہو
نظر اٹھی ہے میخانہ لئے پھر — جو پیمانہ چھلک جائے تو کیا ہو
بہاروں میں مری صحرا نوردی — طبیعت خود بہل جائے تو کیا ہو
سنانے کو سنا دوں قصۂ غم — نہ ان کو گر یقیں آئے تو کیا ہو
شب فرقت ہے اور ان کا تصور — سحر چپکے سے آ جائے تو کیا ہو۔

امنڈ کر کچھ آنسو تو آنکھوں میں آئے — کچھ ایسا ہوا کہ برسنے نہ پائے
مرے آنسوؤں کو علاقہ ہے غم سے — مسرت کے موتی نہ میں نے لٹائے
کسی کو مصیبت میں روتے جو دیکھا — مجھے اپنے دامانِ نم یاد آئے
مرا غم مرے واسطے زینتِ دل — جو روتا بھی چاہا تو آنسو نہ آئے
یہ کیسے بتائیں یہ کیونکر بتائیں — کہ کیوں ہم کو مدت ہوئی مسکرائے
وہ وقتِ وداع اسکی آنکھوں میں آنسو — میں کیونکر بھلاؤں بھلایا نہ جائے
یہاں تک تو پہونچی تڑپ زندگی کی — اجل مجھ سے خود اپنا دامن بچائے
میں وہ نامرادِ محبت ہوں ہمدم — پہونچکر جو منزل پہ منزل نہ پائے
مری زندگی بن گئی اک تمنا — مسرت میں بھی مجھکو غم یاد آئے
جسے زندگی میں ہو غم کا سہارا — زمانے سے غم کو وہ کیسے چھپائے

(۱۲۹) اُما۔ تخلص اور بابو اماپتی سہائے نام ساکن مخدیان دریہ پٹنہ شہر کے رؤسا میں ہیں۔ ان کے خود نوشتہ حالات تذکرہ یاران میکدہ میں موجود ہیں اسلئے راقم نے کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس جگہ اسی کی نقل مندرج کی جاتی ہے۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک گہری نیند سے چونکا ہوں نیند کا زمانہ وہ تھا جو گزر گیا اور چونکنے کا وہ ہے جو رفتہ رفتہ اس کو کھائے جا رہا ہے۔ منظر پر رفتہ رفتہ تاریکی چھائے جا رہی ہے مانوس نظارے گم ہوتے جا رہے ہیں پرانے آشنا رخصت ہوتے جاتے ہیں خوش باشی اگر معدوم نہیں تو اتنی کمیاب ضرور ہو گئی ہے کہ غیروں کی کیا اپنوں کی آرام کی زندگی محسود ہو گئی ہے مجھے یہ شکایت نہیں کہ مجھے کیوں اب وہ لطف میسر نہیں جو پہلے تھا اگر

اتنا ہی ہوتا تو کچھ گلہ نہ ہوتا۔ گلہ یہ ہے کہ وہ لطف میرے لئے عنقا ہو گیا ع آں قدح بشکست و آں ساقی نماند کا ماجرا گزر گیا۔ وہ گھر بیچ نہیں ہیں وہ مشغلے نہیں ہیں وہ وضع و قطع نہیں ہیں وہ پہناوے نہیں ہیں وہ بولی نہیں رہی حتیٰ کہ شاید وہ آدمی ہی نہیں رہے تمام شہر اجنبی ہو گیا۔ آدمی سے مراد اگر اس کا دل اس کی دلچسپیاں اور دلبستگیاں لی جائیں تو آج کے بچے ایک دوسری جگہ کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے ایرانی ہندوستانی سنگیت سے شوق تھا انہیں چلتے ہوئے فلمی ریکارڈ سے مجھے جو سرور کیسی سے ذوق تھا۔ انہیں کیرم اور پینگ پونگ میں دستیاب کی تہذیب نہیں گھر پر کرتا تھا بالائیاں اور قلفیاں گھر پر جمواتا تھا یہ ہوٹلوں میں چلے جاتے ہیں اور فریجیڈیئر ولایتی پھلوں کے ٹن ٹھنڈے کرتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان چیزوں میں بذات خاص لذت نہیں ضرور ہوگی اور اس قسم کی ہوگی جیسی میرے لئے ان کے مدمقابل کی پہلی چیزوں میں تھی مگر میں اس کو کیا کروں کہ مجھے ان کے سامنے وہ بات کہاں میر مدن کی سی کہاں یاد آتی ہے۔ دل میر مدن کو ہی چاہتا ہے اور میر مدن ہی کا سوگوار ہے۔ یوں تو کچھ دنوں ہائیکورٹ کے دکانات میں لطف افروزی کا اتفاق ہوا لیکن اس کو بالفاظ حضرت شاہ جوانی کا ایک شعبدہ کہئے اور اسی طرح کا کچھ نام اسی قسم کی آنریری مجسٹریٹی وغیرہ کو بھی یاد کیجئے جو میری ادھیڑ عمر میں بعض طبقے کے لئے تقریباً لوازمات زندگی بن گئے تھے۔ ہاں کالج کے زمانہ میں ایک چسکا کتابوں کا لگ گیا تھا وہ اتنک قائم ہے۔ گاہے گاہے ایک آدھ غزل کا بھی اتفاق ہو جاتا ہے۔ غرض کچھ ناول، افسانے اور ڈراموں سے دل بہلا کر اور کچھ آپ بیتی کا دکھڑا غزلوں میں کہہ کر وقت گزار دیتا ہوں اس وقت میری عمر کوئی چون پچپن کی ہے۔ حال ایک کالی ڈائن کی طرح سامنے کھڑا ہے۔ ماضی کی یاد کسی کے برق تبسم کی طرح دل میں تڑپ رہی ہے۔

راقم نے ان کا کلام دستیاب کرنے کو مشتاق حسین صاحب ایڈووکیٹ سے کہا تھا لیکن معلوم ہوا کہ آپ کی بیاض ضائع ہو گئی ہے۔ غالباً اسی سبب سے یاران میکدہ میں بھی ان کا کوئی شعر موجود نہیں۔

تمت